

تذکرہ حضرت ایشان



رمضان مبارک حضرت ایشان، سعید گم پورہ، لاہور

کیمیا پیدا کن از مشت بگلے
بوس زن بر آستان کاملے

اقبال

تذکرہ

خواجہ خواجگان حضرت پیر خاوند محمود رحمۃ اللہ علیہ فہر
(العطاری النقشبندی العسلوی الحسینی)

(۹۶۵ — ۱۰۵۲ھ)

المَعْرُوفُ بِهِ

حضرت الشان

(نقشبندی بخاری شمس الاموری)

مُرتبہ و مُؤلفہ

میال اخلاق احمد ایم اے

رسسم شاد باغ لاہور

جُملہ حقوق محفوظ

نام تالیف	تذکرہ حضرت ایشائیں
مؤلف	میاں اخلاق احمد ایم کے (پنجاب) لاہور
طبع	بازچہارم (نظر ثانی)
ناشر	میاں اخلاق احمد ایم کے (پنجاب) لاہور
سال طباعت	۱۹۰۰
کتابت	محمد اقبال
تعداد اشاعت	پانچ سو (۵۰۰)
صفحات	۱۵۲
زیر انتظام	میاں احمد بر اخلاق
مطبوعہ	میاں پرنسر طوفانی منڈی لاہور

فہرست

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	پیشہ لفظ	۵
۲	عرض حال	۶
۳	حصہ اول	۷
۴	مورث اعلیٰ خاندان نقشبندیہ حضرت سید بہار الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ	۸
۵	خانوادہ - والدین - اکسم والغائب - ولادت - وطن حضرت ایشان رحمۃ اللہ علیہ	۹
۶	تعالیم و تربیت	۱۰
۷	سیر و سیاحت	۱۱
۸	شہنشاہ جہانگیر کی میمت میں سفر کشہیر	۱۲
۹	درس و تدریس	۱۳
۱۰	وصال حضرت ایشان رحمۃ اللہ علیہ	۱۴
۱۱	تاریخ وفات حضرت ایشان ح	۱۵
۱۲	مزار حضرت ایشان ح	۱۶
۱۳	اولاد امجاد حضرت ایشان ح	۱۷
۱۴	سلسلہ نسب حضرت خواجہ سید بہار الدین نقشبند و سید علاء الدین عطاء	۱۸
۱۵	سلسلہ نسب حضرت ایشان ح و اولاد امجاد حضرت ایشان رحمۃ اللہ علیہ	۱۹
۱۶	تصانیف حضرت ایشان رحمۃ اللہ علیہ	۲۰
۱۷	خلفاء و متولیین حضرت ایشان رحمۃ اللہ علیہ	۲۱
۱۸	دو بھائیوں کی آمد	۲۲
۱۹	حضرت سید میر جان کامل رحمۃ اللہ علیہ	۲۳
۲۰	حضرت سید سید محمود آغا رحمۃ اللہ علیہ	۲۴

۶۳	دوجانیوں کی رفات	۱۹
۶۵	اخلاق و عادات حضرت سید میر جان کابلی رحمۃ اللہ علیہ	۲۰
۷۲	سلسلہ بیعت نقشبندیہ مجددیہ عالیہ حضرت سید میر جان کابلی [ؒ]	۲۱
۷۴	توکیت ذنگرانی مزار حضرت ایشان رحمۃ اللہ علیہ	۲۲
۷۵	حضرت کاظم زار محکمہ اوقاف کی تحریل میں (حصہ دوسرے)	۲۳
۷۶	دور حضرت ایشان [ؒ]	۲۴
۸۲	اخلاق و عادات حضرت ایشان [ؒ]	۲۵
۹۵	خوارق و کرامات حضرت ایشان [ؒ] (حصہ سوئمہ)	۲۶
۱۰۴	حالات پر و مرشد حضرت ایشان [ؒ]	۲۷
۱۰۷	معاصر علماء و عرفاء حضرت ایشان [ؒ]	۲۸
۱۰۸	امام ربانی حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی فاروقی [ؒ]	۲۹
۱۱۳	حضرت شیخ الاسلام مولانا مفتی عبدالسلام مفتی د مرکس لاہور	۳۰
۱۱۴	حضرت شیخ محمد طاہر المعرفت طاہر بندگی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ	۳۱
۱۱۹	حضرت شیخ محمد میر المشہور صباں میر بالا پیر قادری قدس سرہ	۳۲
۱۲۳	حضرت شاہ بلاول قادری قدس سرہ	۳۳
۱۲۹	حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	۳۴
۱۳۲	حضرت شیخ ادم بنوری نقشبندی قدس سرہ	۳۵
۱۳۳	علام حضرت مولوی عبدالحسین سیاں کنوفی [ؒ]	۳۶
۱۳۶	حضرت شیخ خواجہ محمد عید نقشبندی مجددی قدس سرہ	۳۷
۱۳۸	حضرت شیخ خواجہ محمد معصوم نقشبندی مجددی سرہندی قدس سرہ	۳۸
۱۴۰	سلسلہ بیعت نقشبندیہ عالیہ حضرت ایشان [ؒ]	۳۹
۱۴۴	نقشہ سلسلہ بیعت نقشبندیہ عالیہ حضرت ایشان [ؒ]	۴۰
۱۵۱	کتابیات ۲۲ - کچھ اپنے متعلق	۴۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهُ وَنَصَلِّ عَلٰى رَسُولِهِ الْكَوَافِرِ

پیش لفظ

راقم الحروف اس سے قبل حضرت خواجہ سید خاوند محمود المعروف بحضرت ایشائی رحمۃ اللہ علیہ نقشبندی بخاری ثم لاہوری کے حالات و واقعات زندگی اور آپ کے علمی و روحانی فیوض و برکات پر ایک کتاب پیر دلکم کرچکا ہے جسے شائع ہوئے قریباً ایک سال کا عرصہ ہوا ہے۔ اس تذکرے میں میں نے اپنی دفتری ماضروفیات کے باوجود و بقدر امکان حضرت ایشائی کے حالات زندگی جتنے کتب مزدوجہ حاصل ہو سکتے تھے یکجا فراہم کر دیئے میری ناتمام کوشش کو علمی حلقوں نے اور خاص کر ان احباب نے جو صوفیائے کرام کی مقدس زندگی سے والہانہ الفت رکھتے بیجد پندریدگی کی تکمیل کیا تھیں اسی علم و تحقیق نے اس میں مزید اضافہ کے لئے کہا۔ مجھے اس ناتمامی کا احساس تھا تھخص جاری رکھا تلاش بسیار کے بعد کچھ اور تذکرے دستیاب ہوئے جن میں حضرت ایشائی کا ذکر فمٹایا تصریح یا مذکور تھا بعض تذکرے میں محض تکرار مضامون تھا بعض ایسے تذکرے کی نشاندہی ہوئی جو میرے لئے غیند ہو سکتے تھے مگر وہ ہندوستان اور مقبوہ ضمہ کشمیر کی لاٹبریوں میں ہیں۔ ان مذکرے کا ملنا فی الحال دشوار ہی نہیں بلکہ محل ہے اگر قدرت نے سامان پیدا کر دیئے تو شاید یہ کتب بھی دستیاب ہو سکیں مگر حال ہبھے تذکرے کی اشاعت کے بعد بس قدر اور مواد حضرت ایشائی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فراہم ہو سکا ہے وہ اس اشاعت میں درج کر دیا گیا ہے اگر کچھ کسی کتاب کو بھی کسی زمانے میں حرف آخر نہیں کہا جاسکتا تحقیق و تلاش ہر زمانے سے والہانہ رہی ہے اور رہے گی۔ اب اس اشاعت میں حضرت خواجہ سید بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی بھی

سلہ تحقیقات میری تحریر نقشبندیہ ذکر الاعداد قین اسرار الابرار مجموعہ بخوبیات حضرت ایشائی تذکرہ حالات مترجمان کشمیر حسنات المقربین تحفۃ الغقرزاد شیخ محمد ادبیگ اور طبقات شاہ جہانی از محمد صالح وغیرہ وغیرہ۔

نہایت اختصار کے ساتھ آغاز کتاب میں درج کئے ہیں۔ کیونکہ آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مورث اعلیٰ ہیں۔ اگرچہ یہ سلسلہ مختلف واسطوں سے گزرتا ہوا حضرت سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفۃ الرؤس تک منتہی ہوتا ہے اور درمیانی واسطوں میں جو بزرگ آتے ہیں ان کا ذکر اس لئے تذکرہ دینیں مل جاتے ہیں۔ خاص کر حضرت سید علی بن عثمان بھجویری المعروف بداتا گنج نجاشی المتنوف ۲۵۷ھ کی کشف المحبوب حضرت شیخ فرید الدین عطار المتوفی ۴۰۲ھ کا تذکرہ الاولیاء۔ حضرت مولانا عبد الرحمن جامیؒ المتوفی ۴۹۶ھ کی نفحات الانس اور ملا حسین واعظ شافعی کی رحلات عین الحیات بڑی جامع کتب ہیں۔ ان کے بعد کئی اور فضل و محبل تذکرے لکھے گئے ہیں۔ بلکہ مولانا جامیؒ تو خود سلسلہ نقشبندیہ کی اہم خصیت ہیں۔ البته حضرت ایشانؒ کی سوانح حیات کے ذکر میں چہار کہیں ضمناً کسی اور بزرگ یا کسی اہم شخصی کا نام آگیا ہے۔ حاشیہ میں اس کا ذکر نہیں۔ اختصار کے ساتھ تحریر کر دیا ہے نیز کسی قدر تفصیل کے ساتھ حضرت ایشانؒ کے چند قابل ذکر معاصرین کے حالات زندگی حوالہ قدم کر دیتے ہیں۔ تاکہ اس زبانی کے مذہبی و سیاسی و تربیتی و تندی حالت سے واقفیت ہو جائے۔

سلسلہ نقشبندیہ اپنی خصوصی تعلیمات کے باعث صرف سرزمین پاک و ہند میں سی مشہور نہیں بلکہ ایران، افغانستان، بلخ، بخارا اور ماوراء النہر تک شہرت رکھتی ہے کیونکہ اس سلسلے کے متقدیمین بزرگ انہی علاقوں سے تعلق رکھتے تھے۔ خود حضرت ایشانؒ کا اصلی طعن بخارا تھا۔ حضرت خواجہ بہار الدین نقشبند اور ان کے نامور خلفاء، خاص کر خواجہ علاء الدین عطار المتوفی ۴۰۲ھ مولانا یعقوب چرخی المتوفی ۴۵۸ھ، حضرت خواجہ عبید اللہ احمد راجحی المتوفی ۴۹۶ھ، مولانا عبد الرحمن جامیؒ صاحب نفحات الانس المتوفی ۴۹۶ھ، پھران کے بعد ان حضرات کے خلفاء، عظام نے اس سلسلے کو بڑا فروع دیا اور اپنے علمی دروحتی ذوق کے مطابق ایک عالم کو فیض نجٹا۔

اسی طرح سرزمین پاک و ہند میں حضرت خواجہ باقی بالشہر نقشبندی المتوفی ۴۱۳ھ نے اس سلسلے کا چہرہ نور و شن کیا جس کی تابانی نے دیگر تمام سلسلوں کو ماند کر دیا۔ آپ اپنے مرشد مولانا

خواجگی مگنگی المتو فی شریعت کی اجازت سے ہندوستان آئے۔ دہلی میں قیام کیا ارشاد و ہدایت کا سلسلہ جاری کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات کو مقبول خاص دعام کر دیا۔ آپ کے نامور صدی و خلیفہ حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی حسرہ مہدی نے اس سلسلے کو باہم عروج پر پہنچایا۔ اس وقت کے مذہبی و سیاسی حالات کے پیش نظر اشاعت دین اسلام کا مکمل انتظام کیا۔ اور عنیسہ اسلامی تصورات، رسم و رواج کی اصلاح اور رفع بدعت والحادیں قابل قدر خدمات سر انجام دیں۔

حضرت ایشائی بھی اس عہد میں سلسلہ نقشبندیہ کی اہم شخصیت تھے۔ آپ اکبری حکومت کے دور آخر میں ممالک اسلامیہ کی سیر و سیاحت کرتے ہوئے وارد ہندوستان ہوئے کچھ عرصہ دہلی اور آگرہ میں قیام رہا۔ اسی اٹنا میں ایک دو مرتبہ کشمیر بھی گئے۔ آخر شاہ جہان کی اسند عاپر لاہور میں متقل طور پر قیام پذیر ہو گئے۔ یہیں آپ نے اپنا درضہ مسجد خانقاہ اور مدرسہ تعمیر کیا تماں عمر درس و تدریس اور ہدایت و ارشاد میں گزاری۔

آپ نے اپنی بے نظیر حکیمانہ تعلیم و علمی و روحانی فیوض و برکات سے ایک دنیا کو فیضیا بکیا۔ آپ کی زبردست شخصیت نے سلاطین وقت سے بھی خراج تحصیل حاصل کیا۔ خواص و عام حاضر خدمت ہو کر اخذ فیض کرتے تھے۔ آپ کے بعد آپ کی اولاد اور آپ کے خلفاء نے ہندوستان کے علاوہ دیگر دو دراز ممالک اسلامیہ میں بھی اشاعت اسلام کی بیش بہا خدمات سر انجام دیں۔ آپ کا چشمہ فیض آج بھی جاری ہے۔ اور دنیا کو سیراب کر رہا ہے۔ یہ انہی بزرگوں کی دعوت و ہمت کا نتیجہ تھا کہ اکبری عہد کی بدعتات و اختراعات مذہر جس کا نتیجہ اکبر کی جہالت اور اس کے درباری علامت سونے بورا تھا۔ بار آور نہ ہو سکا۔ جہاں گردشہ بہان کے عہد میں جتنی تجدید و اصلاح ہوئی وہ انہیں بزرگوں کی رہیں ہنت ہے۔

ان بزرگوں کا انسوہ حسنہ اعلائی کلمہ حق کا جذبہ، ان کی علمی و روحانی اور اصلاحی تحریکات آج بھی ہمارے لئے چراغ ہدایت ہیں۔ خدا ہے بزرگ و برتر ہمیں ان تقدیں سنتیوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرنائے۔

آخری میں اپنے استاد جناب محترم بشیر حمد صاحب ڈارالیم اے مولف تاریخ تصوف قبل از اسلام، محترمی چناب میاں عالمگیر شجاع صاحب، جناب مفتی محمود عالم ہاشمی مولف

ذکر جیل بجناب میاں افتخار احمد صاحب با غبان پوری جناب چوہدری عبد العزیز صاحب
 ایم اے۔ ایل ایل بی کلکٹر کسٹمز دریا ٹرڈ کر اچی جناب محمد اقبال صاحب مجددی جناب
 مولوی عبد الغفور صاحب ناظم اعلیٰ جامعہ فاروقیہ کو جرلوپرد لامور خواجہ ضیا الدین گناہی
 اور میاں مقبول احمد صاحب متولی سجادہ شیخ درگاہ حضرت ایشان رحمۃ اللہ علیہ کا شکر
 گزار ہوں کہ ان محترم حضرات نے اس کتاب کی تدوین و تالیف میں میری مدد فرمائی اور
 قیمتی مشوروں سے مجھے نوازا اور بعض قابل قدر کتب فراہم کیں۔ اس سعی و کوشش کے
 باوجود اگر کوئی فروگزاشت رہ کسی تو اہل علم حضرات سے معتذر رہت خواہ ہوں۔ اگر وہ مجھے
 ہیں سے مطبع فرائیں تو ان کا ممنون احسان ہوں گا۔ تاکہ آئندہ کسی اشاعت میں اس کو
 ملحوظ رکھا جاسکے۔

اب الحصر

میاں اخلاق احمد عفی عنہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عرضِ حال

(اشاعت چہارم)

دائم الحروف اس سے قبل خواجہ خواجگان حضرت سید خاوند محمود المعرفت حضرت ایشائی رحمۃ اللہ علیہ بخاری نقشبندی ثم لاہوری کے حالات و افعال زندگی تین مرتبہ شائع کر چکا ہے۔ ان کتابوں میں آپ کے علمی و روحانی فیوض و برکات نیز آپ کے عہد کے ندوی و سیاسی رجحانات کو بقدر امکان حوالہ قلم کیا ہے جسے اہل علم حضرات اور خاص کر تشنگان علم و تحقیق نے بے حد پسندیدگی کی تھا ہم سے دیکھئے اور جو صد افرادی کاظماً اظہار کیا۔ یہ کتاب جس کی تعداد اشاعت صرف پانچ سو تھی تو اختم ہو گئی۔

اب چوتھی اشاعت نظریاتی ترمیم مزید تحقیق و تلاش اور اضافات کے ساتھ شائع کی جا رہی ہے۔ اس چوتھی اشاعت میں حضرت ایشائی ولی اور ان کے معاصرین و سیہی بیان کا بلی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق جواز حالات فراہم ہوئے ہیں وہ درج کر دیتے ہیں۔ اس چوتھی اشاعت کو حضرت ایشائی ولی کی مکمل سوانح حیات کا مرقع کہہ سکتے ہیں۔

حضرت خواجہ محمد سعاقی حردہ بیدی پروردہ مرشد حضرت ایشائی ولی کی زندگی کے چند حالات بھی تحریر کر دیتے ہیں مگر تلاش بسیار کے باوجود ملفوظات حضرت ایشائی ولی کبھی تک دستیاب نہیں ہو سکے چند کتابوں کی نشان دہی ہوئی جو میرے لئے مفید ہو سکتی تھیں لیکن وہ آج کل بجا ترقیت کر شیہ بخارا، ایران اور لندن کی لائبریریوں میں موجود ہیں ان کتب کا ملنافی الحال محال ہے۔ اگر قدرت نے کوئی سامان پیدا کر دیتے اور یہ کتب دستیاب ہو سکیں تو ایئندہ اشاعت ان سے مزین ہو گی۔ و مالو فیقی الابا شد

بعض مقامات پر زیارتی معلومات سے اصل کتاب کی عبارت مواد اور ترتیب میں تبدیلی

اور اضافہ کیا گیا ہے اور غیر ضروری عبارات کو حذف کر دیا گیا ہے بعض حواشی میں نے خود تحریر کر دیئے ہیں۔ ان حواشی میں اضافہ کے علاوہ اکثر مقامات پر اصل مأخذ کے حوالے بھی درج کر دیتے گئے ہیں تاکہ مفصل مطالعہ کے لئے اصل کی طرف رجوع کیا جاسکے۔

این تالیف میں میں نے دو چیزیں مذکور رکھی ہیں۔ یک یہ کہ حضرت ایشان دل کی شخصیت کے تمام پہلووں پر ضروری معلومات جمع کر کے سوانحی خاکہ مکمل کر دیا جائے اور دوسرا یہ کہ دنیا اور علمی خدمات روحاں فیوض و برکات کے ان گوشوں کو زیادہ آجاگر کیا جائے جن سے شخصیت کا مشن واضح ہو اور مشن کے لئے شخصیت کی محنت و کاوش اور جہد و اکتساب کا اندازہ بھی ہو سکے۔ غرضیکار اس تذکرے میں حضرت ایشان دل کی سوانح حیات تحلیمات، تقویٰ دینی خدا عالمی روحاں تبلیغی زندگی اور سیرت کے ہر پہلو پر وضاحتی ڈالی گئی ہے۔ اس کے باوجود تلاش تحقیق کا میدان بھی بھی محدود نہیں رہا۔ تاریخ و سیرت میں کوئی بات حرف آخر نہیں ہوتی بلکہ اکتشافات ہوتے رہتے ہیں۔ میری اس کوشش کے باوجود اس موضوع پر مزید تحقیقات اور تحسیں کی گنجائش اب بھی موجود ہے صرف حتیٰ و محنۃ کی ضرورت ہے تاکہ آنے والی نسلیں اس سے مستفید و متفہم ہو سکیں اور اس دور پر فتن میں جیکہ سر طرف تاریکیاں چھیل رہی ہیں چراغ جلانے جائیں اور اپنا کھویا ہوا بلند و پر تر مقام حاصل کیا جائے۔ ۷

گر تو سنگِ خارہ مر مر شوی

چوں بصاحبِ دل رسی گو ہر شوی

اس مختصر سے مضمون کو اس دعا پختم کرتا ہوں کہ اے اللہ! ہمیں دین برحق کی خدمت کرنے کا زیادہ سے زیادہ جذر بعنایت فرماء! اس دور پر فتن میں سلامتی ایمان بخش! اور خلوص نیت سے کتاب و سنت پر کار بند رہیں۔ آئیں ثم آئیں!

احقر

میان اخلاق احمد ایم لے عخفی عنہ

انتساب

یہی اپنی اس ناچیز تالیف کو اپنے نانا جناب میاں
جلال الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا چھو مرخوم
و مخفور کے نام سے انتساب کرتا ہوں جو حضرت
سید السادات حضرت سید میر جان کابلی رحمۃ اللہ
علیہ نقشبندی قادری قلندری مجددی چشتی مدرسی
کبروی سہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے
مردی تھے اور حضرت ایشان رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ
والہانہ عقیدت و ارادت رکھتے تھے یہ انہی کی
تعلیم و تربیت کا اثر ہے کہ جس کا فیضان آج
بھی جاری ہے۔

میاں اخلاق احمد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حصہ اول

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی

اسم گرامی محدثن امیر سید محمد بن امیر سید جلال الدین بخاری ہے۔ ولادت باسعادت ماه محرم الحرام شمسہ ھریں قصر عارفان بخارا کے ایک قصبہ میں ہوئی۔ تعلیم و تربیت بخارا میں پائی جو اس وقت علوم و فنون کا مرکز تھا۔

حضرت خواجہ محمد بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اول عمر ہی میں اپنی فرزندی میں لے لیا تھا۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد حضرت سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کے علاقہ ارادت میں داخل ہوئے اور خدمت مرشد میں حاضر ہو کر علوم ظاہر و باطن کی تکمیل کی۔ دیگر مشائخ ترکستان مثلاً شیخ فتح اور خلیل تھے جس سے بھی بے اندازہ فیوض و برکات حاصل کئے۔

۱۔ حضرت خواجہ علی راشیہنی تنس سرہ المتنی ۲۱۷ھ المعرف ہے ”حضرت عزیز“ کے نامی گرامی مرید تھے۔ آپ زمانے کے مشائخ بخاریں شمار ہوتے ہیں علوم ظاہر و باطن میں کامل و اکمل تھے۔ حضرت بہاء الدین نقشبندی کو فرزندی میں قبول کیا تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ وہ وقت قریب ہے کہ یہ طبقہ کازمانے کا پیشواد دامام ہو گا۔ اور اپنے مرید و خلیفہ سید امیر کلالؒ کی طرف مخالف ہو کر فرمایا کہ میرے لئے کس بہاء الدین کے معاملے میں شفقت و عنایت سے کام لینا اور کسی طرح کی کوتاہی نہ کرنا نہیں تو میں معاف نہیں کروں گا۔ حضرت سید امیر کلالؒ جنے جواب دیا۔ اگر کوتاہی کروں تو مرد نہیں۔ ۵۵۰ھ میں دفات پائی راشیہن کے قصبہ سماں جو تواح بخارا سے ہے مولود و سکن تھا وہیں مدفن ہوئے۔

۲۔ حضرت خواجہ محمد بابا سماسی کے مرید و خلیفہ عظیم تھے۔ جامع شریعت و طریقت تھے علم و حلم اور ذہن و ریاضت میں ممتاز زمانہ تھے۔ محنت و مشقت سے جو رزق حلال ہوتا تھا اس سے گزارا کرتے تھے۔ کتابی (ربنی مازنی) پیشہ تھا، ۲۱۷ھ میں دفات پائی مولود و سکن بخارا کا ایک قصبہ سو خار تھا مزار بھی دیکھیں۔ ۳۔ حضرت خلیل اتریک تھے۔ نہیں ماوراءالنهر کی بادشاہیت مل گئی اور سلطان خلیل کے نام سے شہر ہوئیں۔

حضرت خواجہ عبد الحکیم غجدوانی سے نسبت روایاتی تھی۔ اپنی صوری و معنوی کمالات کے باعث عالم شریعت امام طریقت پیر حقيقة قطب اولیار اور غوث زمل نے جلم اخلاق زید و نقیس اور ریاضت و عبادت میں اپنی نظریہ آپ تھے جو دو سخا اور حروف و حسان بیس ایل زبانہ میں مرہم دل در دنداں اور حاجت روائے مستمندان مشہور تھے۔ کتاب و سنت کی سختی سے پابندی کرتے تھے۔ زندگی بھرا مور شرعی سے سرمون احراف نہیں کیا۔ مذہب احشی فقیہی احکام میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقدار تھے۔ حریمین ارشادیں کی زیارت سے بھی سرفراز ہوئے۔

اس علمی و روایاتی جملات کے باوجود محنت و مشقت اور صنعت و حرفت سے رزق حلال حاصل کرتے تھے۔ چنانچہ رسالہ بھائیہ میں جو آپ کے احوال و مقامات میں لکھا گیا ہے مرقوم ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں اور میرے والد دونوں کی خواب کے کپڑے مبتے اور ان پر نقوش بنانے میں مشغول رہتے تھے۔ اس وجہ سے نقشبند شہور ہو گئے خواجہ عبد الرزاق جو حضرت عبد اللہ احرار حکی اولاد سے ہیں۔ وہ اس قول کی تائید کرتے ہیں چونکہ اس کام کی بناء لفظہ حلال پر کھمی گئی۔ اس وجہ سے اس سلسلہ کے اکثر بزرگ کسب کر کے روزی حاصل کرتے تھے چنانچہ خواجہ بہار الدین نقشبند بھی اپنے پیران طریقت کے حکم کی اتباع

لئے آپ کے والد کا نام امام عبد العزیل تھا۔ والدہ مختصرہ شاہان روم کی اولاد سے تھیں نسب پدری حضرت امام ماکر ضی الشرعاۃ تک منتہی ہوتا ہے۔ غجدوان مضافات بخارا ہے ایک فریب ہے وہاں کے رہنے والے تھے بولا نایخ صدی الدین جو بخارا کے جید علماء فضلاً سے تھے ان سے تکمیل علوم کی تھی۔ اتباع کتاب و سنت آپ کا خاص و صفت انتیازی ہے جب حضرت خواجہ یوسف ہمدانی بخارا آئئے تو ان کے حلقة مارادت میں داخل ہو کر تکمیل سوک کی اور خرقہ خلافت پایار اور ولائیت میں اور جہہ کمال حاصل کیا کہ ایک وقت نماز کے لئے کمرہ شریف جاتے اور دہاں سے نماز پڑھ کر واپس آئتے۔ ۵۰ ہمیں وفات پائی مزار مبارک غجدوان میں ہے۔
لئے یوسف نامہ کنیت ابو یعقوب آپ کا نام ایوب تھا۔ اصل وطن ہمدان تھا شیخ ابو الحاق شیرازی
تھے تھی تھی حضرت شیخ ابو علی فارابی کے خلیفہ اعظم تھے۔ جامع ہمیشہ کمالات تھے جب بغداد
آئئے تو حضرت شیخ بیدالقدر حکی خدمت میں حاضر ہوئے جب تک بغداد میں رہے آپ کی مجلسوں میں
اکثر حاضر ہوا کرتے۔ مذہب احشی فقیہ سلسلہ خواجہ خواجہ گان کے سردار تسلیم کئے گئے ہیں۔ ۵۱ ہمیں
وفات پائی۔ مرقد شریف مرویں ہے۔

بیں بند بانی و تعالیٰ بانی کیا کرتے تھے۔ اسی چیز سے انحضرت کو نقصبند کہتے ہیں، آپ حلال کی رعایت اور مشتبہ کے پر ہیز میں بہت بہر الفہ فرمایا کرتے تھے۔ آپ کو تحریر و تغیری نفی ماسوا رشدادر قطع تعلقات میں بڑا پایہ حاصل تھا، مکال فقر کے باوجود دایشا اور جود و سنگی کی اعلیٰ درجہ کی صفت رکھتے تھے۔ آپ کے پاس جو کوئی ہدایہ لاتا تھا آپ قبول فرماتے تھے۔ اور ویسی ہی کوئی چیز اپنی طرف سے ہدایہ کے طور پر دینے تھے۔ آپ کا نہ کوئی مکان نہانے نوکر، خود ہی کھانا پکارتے اور دستخوان بچاتے اور لوگوں کو بلکہ کھانا کھلاتے۔ خود اکثر روزے سے رہتے۔ لوگوں نے پوچھا۔ آپ کے طریقہ کی بنیاد کس چیز پر ہے؟

فرمایا۔ ”ظاہر میں خلق خدا اور باطن میں حق تعالیٰ پر“ پوچھا گیا آپ کے طریقہ میں جود خلوت اور سماج کا رواج ہے۔ فرمایا۔ ”نهیں“

دریافت کیا گیا۔ سماج کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے۔ فرمایا۔ ”نہیں انکار کرتا ہوں اور نہ میں اس کام کو کرتا ہوں“ پوچھا گیا۔ آپ کا سلسلہ کس جگہ پر جا کر منتہی ہوتا ہے۔ فرمایا۔ ”کوئی سلسلہ بھی کسی جگہ پر جا کر منتہی نہیں ہوتا“ دریافت کیا گیا بعض مشائخ طریقت نے فرمایا ہے کہ ہم پر ولایت محمدیہ ختم ہو گئی۔ اس سے کیا مطلب ہے۔ فرمایا۔ ”وہ اپنے زمانہ کے خاتم ولایت ہوئے ہیں“

فرمایا۔ ”خارق عادات اور احوال و کرامات قابل اعتماد نہیں ہیں۔ کام کی بات اقوال افعال پر قائم رہنا ہے۔ اس راہ پر چلنے والے کو اللہ جل شانہ کے احکام کی تکمیل سے ولایت خاصہ حاصل ہوتی ہے“

فرمایا۔ ”ہمارا طریقہ صحبت ہے خلوت نہیں خلوت میں شہرت ہے اور شہرت میں مصیدت ہے؟“

فرمایا۔ ”مرشد کو طالب کے ماضی و حال و مستقبل پر لگاہ کھنی چاہئے تاکہ اس لحاظ سے اس کی تربیت کر سکے۔ اس راہ کی طلب میں ادب شرط ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ادب سے یہ مراد ہے کہ ظاہر و باطن میں کمال بندگی سے اللہ جل شانہ کے احکام کی بجا آؤ دری کرے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آله و سلم کے ادب سے یہ مراد ہے کہ حضور صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کی پوچھے طور پر پریدی کرے۔ اور تمام احوال میں آنحضرت کی حرمت کو نگاہ میں رکھے اور کل موجودات کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضور اقدس کو وسیلہ خیال کرے مشائخ کے ادب سے یہ مراد ہے کہ وہ متابعت سنت نبوی کا وسیلہ ہیں اور خلق کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے کا منصب رکھتے ہیں۔

خواجہ علاؤ الدین عطاء فرماتے ہیں۔ ”چونکہ ہمارے خواجہ یعنی بہار الدین نقشبندؒ کا طریقہ استقامت و اتباع سنت نبوی تھا۔ اس لئے آپ اکثر علمائے کے پاس جاتے اور بیٹھتے تھے۔ ان دونوں بخاری میں رب سے بڑے عالم مولانا حسین الدین اصل حماد حمید الدین شاشیؒ تھے۔ یہ دونوں صاحب اکثر حضرت خواجہ کے پاس آیا کرتے تھے۔ یہ حضرت خواجہ نے فرمایا۔ ”مغز کی حفاظت پوست سے ہوتی ہے اگر پوست میں کوئی خلل ہو تو مغز پر بھی اس کا اثر ہنچتا ہے۔ شریعت پوست ہے اور طریقت مغز پوست ناقص ہو گا تو مغز بھی ناقص ہو گا۔ حضرت خواجہ نقشبندؒ کا قول ہے کہ ایک سور وضہ سے ایک سجدہ ہر ہے کیونکہ روضہ کی نسبت دل کی طرف ہے اور سجدہ کی نسبت خدا کی طرف ہے۔ غرض شریعت و طریقت کے شمار اسرار و موز آپ نے بیان فرمائے ہیں مندرجہ بالا احوال سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ رشد و بہادیت میں آپ کا کیا مقام تھا اور شریعت و طریقت کے آپ کس قدر عارف کامل تھے۔ — ۲۳ء برس کی عمر میں تین پیسح الافق ۹۱۷ھ میں وفات پیانی مشائخ و علماء بیان کرتے ہیں کہ آپ کو جو تصرف زندگی میں حاصل تھا، وفات کے بعد بھی اسی طرح حاصل ہے۔ مزار اقدس بخارا کے قریبے قصر عارفان میں زیارت گاہ خلق ہے۔ آپ کے خلفاء میں سے زیاد مشہور اور کامل تریں ہستی خواجہ محمد پارساً المتنوفی ۷۲۷ھ خواجہ علاؤ الدین عطاء المتنوفی ۷۴۷ھ مولانا یعقوب چرخی المتنوفی ۷۵۷ھ خواجہ علاؤ الدین محمد داہی المتنوفی ۷۵۷ھ ہوئے ہیں۔ — حضرت نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے جانے کے سامنے یہ اشعار پڑھئے جائیں۔

مغلانیم آمدہ در کوئے تو شیشان اللہ از جمال روئے تو
دست بکشا جا پید ز نبیل ما آفریں بر دست و بر بانوئے تو

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حضرت خواجہ سید خاوند محمود العطہ ری ایشانی العلوی الحسینی ح

المعروف بر

حضرت ایشان علیہ السلام

خانوادہ والدین اسم و القاب ولادت وطن

اس نام کرامی سید خاوند محمود حضرت ایشان یا حضرت ایشان لقب والد کا نام خواجہ سید شرف الدین بن خواجہ خندیا والدین بن خواجہ میر محمد بن خواجہ علام الدین حافظ بن خواجہ

اسے آن شان فارسی زبان کا لفظ ہے جس کے لفظی معنی "وہ شان یعنی عوام کے نظر دیکھ بڑی شان والا جو طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے مبارک نام کو اکثر ملاقات پر اپنے حضرت کے خطاب سے مزین کیا جاتا ہے۔ اس طرح آپ کو بھی آپ کے مرید اور عقیدت مندادب و احترام کے لحاظ سے حضرت ایشان کے نام کرامی سے پکارتے ہیں لاءہجہ کے اکثر لوگ حضرت ایشان کے اصل نام سے واقف نہیں ہوں گے میں شہود ہے کہ حضرت ایشان عورت کا نام ہے جو "عائشہ" سے بگرا کر ایشان بیوگیا ہے۔ ان لوگوں کی تاویل غیر صحیح ہے اور یہ لوگ جاہل ہیں اس کے علاوہ

"تایں بخ رسیدی" تصنیف مزاہیدہ دو غلات اور گلزار ابرار رورد و ترجیہ مصنف محمد غوثی شطاری ماندگار کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ہماں بادشاہ کے عہد حکومت میں ایک بزرگ آپ کے ہم نام بھی تھے۔ ان کا اصل نام شہاب الدین محمود تھا۔ وہ اپنے جد اعلیٰ کے ہم نام تھے مگر ادب و تعلیم سے خواجہ خاوند محمود اور حضرت ایشان کے نام سے شہر سیر قند میں شهرت پائی۔ آپ خواجہ محمد عبد اللہ بن حضرت خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار قدس سرہ کے فرزند تھے۔ خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ نے اپنی صبیہ عزیزہ کی بست میرتی میری الدین محمد کے فرزند کلال امیر عبد اللہ امام کے ساتھ کی اور میرتی الدین محمد کی صبیہ کا عقد کیا ہے جسے بیٹے خواجہ محمد عبد اللہ کے ساتھ کیا۔ میر کی لڑکی سے تین لڑکے اور دو بیکیں پیدا ہوئیں جن کے نامیں میں خواجہ عبد المہادی رہ خواجہ خاوند محمود (۲) خواجہ عبد الحق (۳) محبوبہ سلطان مگیم (۴) زینت سلطان مگیم۔ جب دختر میر نے وفات پائی تو خواجہ احرار الادیار نے اپنے پسر کلال خواجہ محمد عبد اللہ کا تقدیم خواجہ نظام الدین (۵) کے صاحب پر

حسین بخو حضرت خواجہ سید علاء الدین عطاء حکی اولاد امجاد سے تھے اور بہاؤ الدین نقشبندی کے خلیفۂ اعظم تھے۔ سُرہ ۹۷ مقام بخارا پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت

اصل وطن بخارا تھا، ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والد ماجد کے زیر ارشاد کے مطابق بخارا سے مدرسہ سلطانیہ میں داخل ہو کر علوم متداولہ کی تحصیل کی پھر لوہ سوک

(بقتہ حاشیہ ۲۱) کی لڑکی کے ساتھ کید خواجہ نظماً الدین خواجہ عاصم الدین شیخ الاسلام کے بھائی تھے اور صاحبہ دین فقیہ کی اولاد سے ہیں۔ اس دختر سے بھی تین فرزند اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں خواجہ عبدالعزیز خواجہ ابوالغیضہ کلاں سلیمان اور خانزادہ بیگم۔ جب حضرت خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار قدس سرہ نے ۵۶۹ھ میں وفات پائی۔ اس وقت آپ کی عمر ۴۷ سال کی تھی اور شہر قندیل میں اقامت تھی۔ شہاب الدین آپ کا لقب تھا، ظاہری علم اور معنوی بصیرت سے آراستہ اور صاحب منازل و مقامات تھے۔ سلسلہ نقشبندیہ سے فسک تھے اور اس سلسلہ کو فروع دیا رہا۔ بخارا ہو کر خراسان چلے گئے۔ تاکہ بیماری کا علاج کرایا جائے۔ مولانا عبد الحق جامیؒ کے اہل قیام کیا اور اخذ فیض ہوتے۔ فیض یا بیان کے بعد آپ عراق تشریف لے گئے۔ وہاں قاضی میرزا نیزدی اور میر صدیق الدین محمد کی صحبت میں رہ کر علمی و روحانی فیوض و برکات سے فیض یا بیان ہوتے۔ پھر چھ سال تک شیراز میں قیام کیا۔ مولانا جلال الدین دوائی اور مولانا عmad الدین محمود سے فلسفہ اور کتب طب کی تحصیل کی۔ پھر مصر پہنچے گئے، علم طب کے اندر تیس الاطباء مولانا عmad الدین محمود کے شاگرد تھے پھر عازم جج ہوئے۔ جج و عمرہ کی دولت سے دو دفعہ مشرف ہوئے۔ جدہ سے براہ گجرات ہندوستان تشریف لائے، کچھ عرصہ میں اور گجرات قیام کیا پھر کابل تشریف لے گئے بعد میں سمر قند و اخیل ہوئے۔ آپ کے تین فرزند تھے۔ خواجہ نور الدین خواجہ جلال الدین قاسم اور خواجہ میمن الدین ان تینوں اکابرین نے حملت ہندوستان میں فرمائی۔ اور دفن سمر قند میں ہوئے۔ یہ رہانہ اکبر بادشاہ کا تھا آپ کی وفات کے متعلق اختلاف ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ آپ کا مدفن سمر قند میں ہے۔ بعض سمجھتے ہیں کہ جب آپ گجرات سے چار ہے تھے تو راستہ میں آپ کا جہاز ڈوب گیا اور فوت ہو گئے۔ واللہ اعلم بالصواب میرے دوست پروفیسر محمد شجاع الدین صاحب ایم لے ص ۱۳۰، ضمیمه اور تیل کانج میگزین فروردی ۱۹۴۷ء میں تحریر کرتے ہیں کہ حضرت ایشان عموٹان نقشبندی شايخ کا لقب ہوتا تھا، ہم اسے لقب نہیں کہ سکتے بلکہ تعظیمی کلمات کہہ سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ لفظ ترکستان میں شیخ مرشد استاد پیر اور راہنماء کے لئے بولا جاتا ہے۔ انہی محنوں میں یہ لفظ شیخ یعقوب صرفی ہر کیلئے کہ شیخ میں انتہا ہوتا تھا۔

ئے اصل نام محمد بن محمد بخاری ہے اپنے زمانہ کے جیہ صوفیاً و صلحاؤ علماء سے تھے (باقی حاشیہ ۲۱ پر)

میں قدم رکھا۔ اس وقت آپ انھمارہ برسیں کے تھے جو حضرت خواجہ محمد اسحاق سفید کی کھلی فراز اور آدیں داخل ہوتے۔ اور خدمت مرشد میں رہ کر تکمیل سلوک کی۔ اور خرقہ خلافت و حکم ارشاد سے سرفراز ہوتے۔ اس کے علاوہ حضرت خواجہ بزرگ سید بہاء الدین نقشبندی سے بھی نسبت اولیسیہ رکھتے تھے۔ اولیسی اصطلاح تصوف یہی اسے کہتے ہیں جس نے کسی بزرگ کی وفات کے بعد اسکی روح سے فیض حاصل کیا اُنکے علاوہ حضرت خواجہ حاجی محمد قبادانی سے بھی فیضیاں مل چکے تھے۔

(لبقیہ حاشیہ ص ۱۸) آپ کے اباً و اجداد خوارزم میں سادات عظام سے تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب ایک جانب سے حضرت آتا تھے۔ دوسری جانب سے خواجہ فردی الدین عطار سے ملتا ہے جو حضرت خواجہ بزرگ سید بہاء الدین نقشبندی کے نامور مرید و خلیفہ عظم تھے جو حضرت خواجہ بزرگ فرمایا کرتے کہ "علاد الدین" عطا فرخ نے ہمارا کام بہت ہلکا اور آسان کر دیا آپ نے اپنی زندگی میں ہی اپنے مریدوں کی تعلیم و تربیت ان کے پروگرامی محتی یافتہ صفحہ میں وفات پائی مزار موضع جھانیاں میں ہے جو آپ کا مولود و مسکن تھا۔ ٹھے تایارخ عظیم کی شیر صفحہ ۱۳۹) میں آپ کی پیدائش کا سن ۱۷۵ھ محرم قوم ہے۔ تایارخ کی کریمہ شیر صفحہ ۲۶۴ میں ۱۷۵ھ/۱۵۶۳ء درج ہے۔ آپ کی تایارخ ولادت "خاشع" سے برآمدہ تدقیق ہے۔ لئے "سفید کی" ایک چھوٹے سے قصہ کا نام ہے آپ وہاں کے رہنے والے تھے بڑے عابد تلہذہ کتاب و سنت کے پابند اور جامع علوم تھے جو حضرت مخدوم کلال وہ بید کی اولاد امداد سے تھا اور میری و خلیفہ حضرت خواجہ خواجہ احمد کاشمی چکر تھے نیز آپ نے مولانا الطف اللہ سرخ خواجہ خواجہ خواجہ احمد کاشمی کے مرید و خلیفہ تھے تکمیل و تربیت حصل کی۔ خواجہ خواجہ احمد نے مولانا محمد قاضی بن براہن الدین سهرقندی جو مرید و خلیفہ عظیم خواجہ عبد اللہ حرار کے تھے فیض یا ب ہوئے مغلولوں کی تایارخ سے پتہ چلتا ہے کہ مغل بادشاہ نقشبندی سلسلیہ میں بھیت ہونا اپنے لئے روحانی ترقی و رہنمائی کا سبب تھے اور بیگیات کے ہاں ان کا اثر و تحریخ اور عزت و تحریم بیحث تھی۔ بابر بادشاہ کے والد عمر شيخ مرازا خواجہ عبد اللہ احوالوں کے مرید تھے جو خواجہ حرار کے مشہور خلیفہ مولانا محمد قاضی بن براہن الدین سهرقندی بابر و بادشاہ کے پیر و مرشد تھے۔ بابر نے ہندوستان کو فتح کیا تو خواجہ کی اولاد سے بعض بزرگ سهرقندی سے ہندوستان بھی تشریف لائے۔ بابر نے ان مہماں کو اگر دین میں شاندار دعوت دی۔ اس دعوت میں خواجہ عبد اللہ شہید (المنتفی ۱۷۵ھ) اور خواجہ کلام بھی تشریف فرماتھے۔ ان کے ہمراہ اور حفاظ و علمائے کرام بھی شامل تھے۔ (ما خدیاب نامہ تحریر نگریزی و توزیک بابری فارسی) ص ۲ "سفید کی" اور "وہ بیدی" دو چھوٹے سے کاؤں کا نام ہے جو مصنفات سہرقندی میں مولوی فوراً حمد صاحب مرحوم امیر سری مکتبات امام ربانی (صفحہ ۶۷) حاشیہ میں خواجہ محمد اسحاق کو "وہ بیدی" لکھتے ہیں جو ممکن ہے یہ دونوں کاؤں بھی وہ سرے کے ترکیب مخلع اور لان مخلع سے پکا کے جانتے ہوں مزید تحریر کرتے ہیں "خواجہ اسحاق از مولانا الطف اللہ (بانی فلپر)

اوائل عمر بھی میں آپ اپنے علم و فضل زہر و تصویری اتباع قرآن و سنت اور رفع بدعت کے باعث مشہور زبانہ ہو گئے تھے۔ ان فضائل پسندیدہ اور اوصافِ حمیدہ نے آپ کو مرحوم خلائق بنایا تھا خاص و عموم سر آنکھوں پر بھاتے تھے، چنانچہ حاکم بخارا عبد اللہ خال اور اس کا بیٹا عبد المؤمن حاضر خداوت ہو کر مدد و نصیح سے سعادت حاصل کرتے تھے۔ اس فضل و مکال کے ساتھ آپ کو تبریز و سیاحت کا بھی بے حد ذوق و شوق تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کا یہ اشتیاق بھی پورا کر دیا۔ عبد اللہ خان جب حاکم بخارا اٹھا تو آپ بہ اشارہ ربانی کابل کی طرف روانہ ہوئے۔

سَبَر و سِيَاحَة

آپ صوفیانہ ذوق کے باعث تینیں سال کی عمر میں ۹۹۵ھ
۱۵۸۵ء پہلے شہر خش میں جو ختلان کا مشہور شہر ہے۔ تشریف لائے کچھ عرصہ زیارت قیام فرمایا۔ پھر بُنخ، سمرقند، ہرات و قندھار سے ہوتے ہوئے کابل پہنچے۔ کابل میں پہنچنے کے بعد پہلے جمعہ کے روز آپ شہر کی جامع مسجد میں تشریف لے گئے اور وعظ فرمایا، وعظ کا انداز بیان اتنا موثر تھا کہ سامعین پھر اُٹھے اور اکثر حاضرین پر وجود کی کیفیت طاری ہو گئی۔ جب تک آپ وعظ فرماتے رہے لوگ دم بخوبی پڑھ رہے۔ وعظ اتنا موثر تھا کہ سنن والوں کی آنکھوں سے ہنسو بہتے چلے جاتے تھے۔ خود حاکم کابل بھی اس محل میں حاضر تھا اور اس پر بھی وجود کی کیفیت طاری تھی۔ امراء و زراء، ددیگر صاحب جواس وعظ کی محفوظ میں شریک تھے؛ دل و جان سے آپ کے گرویدہ ہو گئے۔ روز بروز بادشاہ امراء صاحب اور خوام کے دلوں میں آپ کی عقیدت و محبت کے جذبات بڑھتے گئے۔ چند سال آپ کا کابل میں

باقیت ہے (حاشیہ ص ۱۹)۔ تحصیل نسبت مخصوصی کردہ بود و مولانا الطف اللہ از خلفاء والد خود بود^{۱۷}۔ مفتی غلام سرور صاحب^{۱۸} اپنی مشہور کتاب خزینۃ الاصفیاء اور خواجہ محمد عظیم دیدہ ہری زینی تایم خاظمی صفحہ ۱۶۱ میں مولانا الطف اللہ کو مزید خلیفہ خواجہ خواجی احمد کاشانی تحریر کرتے ہیں اور ان کا اپنے والد کا مرید و خلیفہ ہونا کہیں بھی تحریر نہیں کیا۔ مزید لکھتے ہیں خواجہ خواجی احمد کاشانی حضرت مولانا محمد فاضلی کے مرید و خلیفہ تھے اور مولانا محمد فاضل حضرت قطب المعرفہ خواجہ عبد اللہ احمد رکن خلیفہ تھے؛ انہی کی وجہ سے طریقہ نقشبندیہ نے صوبہ پنجاب میں رواج پایا۔

لئے اس سسن کی روشنی میں آپ کی پیدائش ناسن ۹۶۵، ہجری متحقق ہوتی ہے۔

لئے ماذن تحقیقات چشتی۔

قیام رہا۔ ایک خلق کشیر نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔ حاکم کابل آپ کے حلقة ارادت میں شامل ہوا۔ یہاں سے آپ نے اپنے خلفاء ایران اور عراق و ججاز کی طرف روانہ کئے پھر آپ کشمیر تشریف لائے۔ اور نواب عبد الرحمن کے ہاں قیام پذیر ہوئے۔ نواب موصوف کا والد آپ کامرید و خلیفہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ٹہری مقبولیت عطا فرمائی۔ بے شمار افراد آپ کے حلقة ارادت و عقیدت میں شامل ہوئے۔ اہل بدعت و ضلالت کی ایک جماعت کشیر آپ کے درست حق پر تائب ہو کر شرکیہ ذمہ اہل سنت ہوئی۔ آپ نے یہاں مدرسہ و خانقاہ تعمیر فرمائی۔ درس و تدریس اور عواظ و پدایت کا سلسلہ شروع کیا۔ دُور دُور سے طالبان علم و پدایت خانقاہ میں حاضر ہو کر دینی و دینی فیوض و برکات سے مالا مال ہو گجاتے۔ اس وقت یوسف شاہ بن علی شاہ قوم چک،

لے غازی چک کی اولاد سے تھا۔ غازی چک اپنے آخری حاکم نازک شاہ بن فتح شاہ المتوفی ۷۹۵ھ کی وفات کے بعد کشمیر پر قابض ہو گیا تھا۔ جو میر شاہ المخاطب بن شمس الدین المتوفی ۸۰۳ھ، حکم کی اولاد سے تھا۔ میر شاہ حاکم کشمیر راجہ رنجن دیو کا فریضہ تھا اور راجہ کی وفات کے بعد سلطنت کشمیر پر قابض ہو گیا تھا۔ نازک شاہ بن فتح شاہ سخت نالائق، ناہل اور عیاش حکمران تھا۔ نہیں کہ شیعہ تھا، اور کشمیر میں شیعیت پھیلانے کی کوشش کرتا تھا۔ اس خاندان کا پہلا شیعہ حاکم شاہ جسون بن جید رشاہ تھا جو خاندان شاہ میر میں سب سے زیادہ علم نواز حکمران تھا۔ اہل علم کی سرپیشی کی، فارسی کی کچھ کتب میں منسکرت میں ترجمہ ہوئیں۔ دربار میں سکل ملکر بارہ سوار بیاب فن تھے۔ اس عہد میں تعمیرات کا بھی کافی کام ہوا۔ خانقاہ معلاء اور جامعہ مسجد کی اہم عمارتوں کو پھر سے بنوایا۔ پہلے ان عمارتوں کو سکندر شاہ جس نے ۷۹۶ھ سے ۸۱۹ھ تک حکومت کی اور عام طور پر سکندر دہشت سکن کہا جاتا ہے، نے بنوایا تھا۔ لیکن ۷۹۶ء میں آگ لگ جانے سے بر باد ہو گئی تھیں۔ اس کے عہد میں فوجیش عراقی بھس کو اہل عراق جہدی آخر زمان سمجھتے تھے۔ اس کا ایک مرثیہ لیں لیں ملٹران مرزاع حکم خراسان کے لیا کشمیر آباد شیعیت پھیلانے کی تبلیغ شروع کی۔ ان تبلیغی کوششوں شیعیت کو فروغ حاصل ہوا۔ جس نے اس کے چل کر شیعہ سنی تنازعات کی صورت اختیار کر لی۔ جب حکومت چک خاندان میں منتقل ہوئی۔ تو اس خاندان نے بھی شیعیت کو فروغ دینے کی بے حد کوشش کی۔ جبر و تشدد سے بھی کام لیا۔ اس چیز نے نظام سلطنت کو بالکل ابتر کر دیا۔ اس خاندان کی شرپر پیشتر محسنی علما و سلحاح شہید کر دیتے گئے۔ یعقوب خاں چک حاکم کشمیر کے حکم سے قاضی موسیٰ شہید ہوئے۔ آپ کی نعش مبارک کو ہاتھی کی دُرم سے بافرہ کر شہر میں گشت کرایا۔ اس الم نیگر در دنا ک واقعہ کے شہیر کے عوام و خواص میں شیعیت پیدا ہو گیا۔ ان حالات کے پیش نظر ۷۹۵ھ میں ایک وفد جس میں اہل سنت کے علماء جن میں حضر پعقوٰ صریح اور حضرت بابا داؤد خاکی اور کشمیر کے صاحب اثر و سوخ شامل تھے (باقی حصہ ۷۲ پر دیکھئے)

حاکم کشمیر تھا اور وہ مذہبی شیعہ تھا اور اُسے آپ کا یہ فر Doug ایک آنکھ نہ بجا یا روٹی خانقاہ اور جنتاب کشمیر سے مختلف ہو کر آپ کو کشمیر سے نکل جائے کا حکم دیا اُپ نے ایک ماہ کی مہلت

العنیہ حاشیہ حصہ ۲۱) اکبر نے پس آیا اور تمام حالات و داققات تفصیل کے ساتھ بیان کئے چنانچہ اکبر نے کشمیر میں سال فتح کر کے اپنی سلطنت ہیں شامل کر لیا حاکم کشمیر یعقوب خان جان بچا کر بھاگ گیا اور چار پانچ ماہ تک روپوش ہو کر بغاوت کرتا رہا۔ آخر ۹۹۹ھ میں گرفتار ہوا حضرت پیشان نے اس کے شہر سے خلاصی پانی مگر شمن بستور دوپھے آزار رہے اور آپ کے قتل کے مشوے اور تجویزیں تیار کرتے مگر آپ کا تصرف اتنا بلند اور عالی مقام تھا کہ ان کے نام منصوبے خاک میں مل جاتے۔ ایک دفعہ شیخ مرزا مکنند نامی کو لواں کشمیر میں تلوار لئے انتقام کی خاطر آپ کے گھر ہس آیا۔ چاہتا تھا کہ وار کرے کہ اس کا ہاتھ خشک ہو گیا۔ خادموں نے پکڑ کر اُسے کرہ میں بند کر دیا۔ دوسرے دن حاکم کے ہزو بڑے دیش لیا گیا اور سزا دی گئی ۲۔ حضرت شیخ یعقوب صرف کشمیری قدس سرہ خواجہ سن عاصیؒ کے فرزند ارجمند تھے جو سلطنت کشمیر کے اکابر امراء تھے۔ آپ ۸۰۹ھ میں پیدا ہوئے۔ دس سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔ اور علوم ظاہری عارف نامی حضرت مولانا جامیؒ کے شاگرد درشیذ مولانا محمد حسن اللہ سے حاصل کئے اور بارگاہ استاد سے جامیؒ ثانی کے خطاب سے مخاطب ہوئے۔

تمکیل علوم ظاہری کے بعد راہ سلوک میں قدم رکھا اور ریاضت و عبادات میں ایک حد تک

مشغول رہے حضرت امیر بیر امیر سید علی ہمدانی قدس سرہ کے اولیٰ تھے۔ پھر حضرت مخدومی شیخ حسین خوارزمیؒ کی بیعت کا ارادہ کیا۔ آپ کے والد باجد او راستاد محترم کو خاطرہ تھا کہ ہیں رد حبیت حضرت امیر سید علی ہمدانی اس معلمے میں مانع نہ آئے۔ چنانچہ آپ تمام خطرات سے بے پڑا ہو کر کشمیر سے سفر قند پیچے اور حضرت شیخ خوارزمیؒ کی خانقاہ کے باہر فروش ہوتے حضرت شیخ کونور باطن سے آپ کے آئنے کا حال معلوم ہو گیا۔ چنانچہ آپ خانقاہ سے باہر استقبال کے لئے آئے اور اپنی ہمراہی میں خانقاہ کے اندر لے جا کر اپنے حلقة ارادت میں داخل کر کے خانقاہ کے لئے نکڑیاں لائے کے لئے مأمور فرمایا۔ آپ نے فتوح سے ہی عرصہ میں منازل سلوک طکریں مرشد نے خرقہ خلافت سے نوازا اور رخصت کیا۔ آپ کشمیر چیخ کہ ہدایت و ارشاد میں مصروف ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر تصرفات و فتوحات کے دروانے کھوں دیتے۔ طالبان حق جوئی آپ کے حلقوں بیعت میں داخل ہو کر علمی و روحانی استفادہ کرنے لگے۔

آپ نے دو دراز مذاہات کی اور کشمیر میں آکر قدم پزیر ہو گئے۔ مگر دقت خاطر کشمیر میں شیعہ مسٹی ندادت کے باعث ٹراپ آپ کا شوب زمانہ تھا۔ آپ نے اس بد امنی کو دور کرنے کے لئے بہت کوشش فرمائی اور کشمیر کے تمام سیاسی مذہبی حالات سے اکبر کو مفصل طور پر آگاہ کیا۔ چنانچہ اکبر بزاد شاہ و راتی صدر اپر

چاہی اور راجھی پندرہ روزہ کی نہ گزئے تھے کہ اکبری فوج نے کشمیر پر قبضہ کر لیا۔
عہد اکبری کے آخری دور میں آپ آگرہ تشریف لے گئے، وہاں کچھ اور امرا، آپ
کے مرید ہو گئے۔ جن میں خان اعظم مرزا عزیز بیوی کو لکن شش بھی تھا۔

(بیقیہ حاشیہ ص ۱۲) نے کشمیر پر قبضہ کر کے اپنی مملکت میں داخل کر لیا کشمیر میں پوری طرح امن و
امان قائم ہو گیا۔ اس کا زامنہ کے بعد آپ نے حریم الشریفین کا سفر اختیار کیا، ایک سال کے بعد پھر
داپس کشمیر آئے تما عمر بیانیت ملک و درس و تدریس میں مشغول و مصروف رہے صاحب تایخ عظیم کشمیر
نے آپ کی متعدد تصانیف کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً تفسیر قرآن، مسلک الأخبار، دائم عذر، ایکی مجنون،
مخازی المبنیوت، امتعات مرشد، یہ پانچ کتابیں خسرہ مولانا ناظم احمدی کے مقابلے میں لکھی ہیں۔

ان کتب کے علاوہ کتاب مناسک حج، شرح صحیح بخاری، توضیح وتلخیص و تفسیر دو سپارہ
آخر میں قرآن مجید ربانیات، دیوان اشعار رسائل اذکار، آپ کی یادگات تصانیف ہیں۔
بہ شرب پنجشنبہ بعد نماز عشاء بارہ ماہ ذی قعده تا ۱۰ھ بہ عہد اکبر بادشاہ وفات پائی۔
ملایعقوب صرفی کا بیٹا ملاک بھیر گئی تھا۔ اس نے اپنے بارپ کا نسخہ "شمائی نرمی" بعہ حاشیہ قتل
کیا۔ یہ نسخہ کسی طرح ڈھاکہ کے فاضل حکیم حبیب الرحمن تک پہنچا۔ انہوں نے اپنا کتب خانہ اور
ڈھاکہ پیونیورسٹی کے سپرد کر دیا۔ اس نسخے پر ۱۰۵۵ھ کی تایخ درج ہے۔

۳۔ دیکھیں صفحہ ۱۳

ہے آپ حضرت محمد و مولیٰ عظم حاجی محمد جنوشافی کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ صاحب علم و فضل و کرمت
بزرگ گزئے ہیں۔ مخدومی عظم سلسلہ کبر ویر میں شیخ رشید الدین اصفرازی کے اور وہ عبداللہ بن شادی
کے اور دو شیخ ابو سحاق ختلانی حج کے اور وہ سید امیر علی بحدائقی قدس اسلام ساریم کے مرید تھے مخدومی
اعظم کی وفات ملک شام میں ۱۰۵۶ھ میں واقع ہوئی۔

لے اکبر بادشاہ کا ہم صدر رضاعی بھائی تھا، پھیپن میں ساتھ کھیلا کر تھا۔ اکبر اس کی ماں بن بی بیگم
کی بہت عزت و اکروکت تھا۔ شہزادہ مراد فرزند اکبر اس کا داماد تھا۔ حضرت خواجه باقی بالشروع کے
عینہ تندول میں سے تھا۔ عہد چنانچہ میں وفات پائی۔ مدینی میں حضرت نظام الدین اولیاء کی درگاہ
کے پاس آپ کا مقبرہ ہے۔ جو سنگ مرمر اور سنگ سرخ کا بنائی ہوا ہے۔ سلسلہ نقشبندیہ سے مسلک
تھے۔ اس سلسلہ کو فروع دیا۔ حضرت محمد الدلف ثانی حسے بہت رہا۔ وابستگی لئی حضرت محمد کے
مکتوبات شریفہ میں آپ کے نام بھی مکتوب ہیں۔

سلطان سلیمان بیگم اور گل رخ بیگم بھی آپ کے عقیدت مندوں میں شامل تھیں۔ بیان کرتے ہیں کہ گل رخ بیگم نے آپ کے لئے ایک چونگہ سبیا اور ہر سلطانی پر لالہ کا ورد کرنی تھی۔ اکبر بادشاہ نے آپ سے درخواست کی کہ اس کی بھلائی کے لئے دعا فرمائیں۔ چنانچہ آپ نے دعا فرمائی۔ اکبر کی وفات کے بعد اس کا بٹیا جہاں گیر تخت نشین ہوا۔ جہاں گیر کی تخت نشیمنی کے بعد آپ کشمیر چکے گئے۔ ابھی آپ لاہور ہی میں تھے کہ خسر و پسر جہاں گیر نے باپ کے خلاف بغاوت کر دی۔ اور فتح مندی کی دعا کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور دعا کی استدعا کی۔ جو آپ نے منتظر نہ فرمائی۔

۱۵۰۷ء (شہرِ نصیر ۱۴۰۷ھ) میں آپ کشمیر پہنچے اور دہاں سے اپنے مریدوں کو طریقہ خواجہ گان کی اشاعت کے لئے کابل روانہ کیا۔ آپ نے اپنے ایک مرید داؤ و کاشمیری اور دوسرے مرید مسلم عبدالحسن کو تربت بھیجا۔ بخارا خوش کابل اور کشمیر میں اصلاحی تحریکات کے باعث آپ کو مقامی حکام سے اکثر مقابلہ کرنا پڑا۔ اور یہی مقابلہ آپ کے استقالات کا سبب بنتا رہا۔ آخر کار لاہور میں ہمیشہ کے لئے قیام فرمایا۔ آپ نے خطہ کشمیر میں ۱۵۱۶ء (شہرِ نصیر ۱۴۱۶ھ) میں ایک خانقاہ اور مسجد تعمیر کرائی۔ خانقاہ کا نام ”خانقاہ فیض بنا ن نقشبندیہ“ ہے۔ آپ ہی کی وجہ سے محلہ سکندر پورہ کا نام بازار خواجہ گان پڑا۔ اور فتح رفتہ رفتہ خواجہ بازار کے نام سے مشہور ہو گیا۔ وہیان کرنے ہیں کہ اس خانقاہ اور مسجد کی تعمیر پر ۳۵ ہزار روپیہ لگتی آئی تھی۔

قیمعہ تاریخ

گفت ”تاریخ سال آں ذہنی“

”خانقاہے عجب“ لطیف آمد

آپ ۱۵۰۷ء جمادی الثاني ۱۴۰۷ھ، سیکم اکتوبر ۱۹۰۸ء کو ہگہ تشریف لے آئے تاکہ اپنے مغل شہزادیاں بھی آپ کی مرید تھیں۔ صاحب حدیقتہ الاسرار فی اخبار الابرار لکھتے ہیں۔ بادشاہ انہی دہلی دے کمال اعتقاد بود و بیگمات محل سراز فی پرده نے کر دند۔ گل رخ بیگم با بر بادشاہ کی رہڑ کی اور سلیمان بیگم نواسی تھیں۔ با بر بادشاہ نے گل رخ بیگم کی شادی خواجہ زادہ نور الدین محمد سے کر دی تھی۔ یہ بزرگ خواجہ بہادر الدین نقشبند کے اخلاف میں سے تھے۔

چھوٹے بھائی کی مدد کر سکیں۔ نہیں اپنے منصب کے سلسلے میں کچھ سکلات در پیش تھیں لیکن عبدالشداخان کی دشمنی کے باعث زندگی سخت مصیبتوں کا سامنا کرن پڑا۔ اس دشمنی کی وجہت کا صحیح علم تو نہیں پہلوکا۔ لیکن جو شکایات عبدالشداخان نے کیں ان کی بہت اہمیت ہے کیونکہ اس سے جہانگیر کے مذہبی رحلجات کا پتہ چلتا ہے۔ عبدالشداخان نے جہانگیر کو بیوی لکھا کہ خواجہ حضرت خاوند محمود مجھے اپنا مرید بنا ناچاہتے ہیں۔ حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ میں آپ کا مرید ہوں جہانگیر نے بہت بُرا منایا۔ خان عظیم اور خواجہ جہان جیسے مقتند رامرا بھی جہانگیر کے سامنے خواجہ خاوند محمود کے حق میں کوئی بات نہ کر سکے۔ اس کے عکس خواجہ ابوالحسن وزیر کو خواجہ خاوند کی سچائی کا مکمل علم تھا۔ اس نے آپ کی مدد کا وعدہ کیا جب جہانگیر نے سوال کیا۔ ”کیا خاوند محمود ان لوگوں کو اپنا مرید بنانا چاہتے ہیں جو پہلے ہی میرے مرید ہیں؟“ تب خواجہ ابوالحسن وزیر نے جواب دیا۔ ”فقیر بھی اعلیٰ حضرت کا مرید ہے۔“ مرید دو قسم کے ہوتے ہیں۔ مرید طریقی اور مرید شرعی، پہلی نوعیت کے مرید آج کل کمیاب ہیں۔ مرید شرعی سے مراد خداۓ تعالیٰ کے احکام کی پیروی ہے، جس میں کہا گیا ہے۔

أَطْبِعُوا لِلَّهِ وَأَطْبِعُوا الرَّسُولَ وَأَوْلُ الْأَمْرِ مِنْكُمْ۔ اس لحاظ سے میں آپ کا مرید ہوں؟“ مزید خواجہ ابوالحسن نے کہا۔ حب عبدالشداخان نے شکایت کی تھی۔ اس وقت خواجہ خاوند محمود عبدالشداخان کے پاس نہ تھے اور نہ ہی ان کی کوئی ملاقات ہوتی۔ اس طرح خواجہ ابوالحسن نے جہانگیر کے رو برد آپ کا دفاع کیا اور آپ کو حق پر ثابت کیا۔ آخر کار جہانگیر مطمئن ہو گیا اور آپ کو باعزت چلے جانے کی اجازت دی دی۔

لِلَّهِ وَأَكْبَرِ صَفَحَةٌ ۲۳

۳۔ آپ عبدالکبری کے ایک نامور امیر تھے۔ ۵ ہزاری منصب رکھتے تھے۔ بیرون خال کو جا اکبر عظیم کہا تاہمیت تھی۔ وہن کے مقابل نجیب تھے۔ عبدالجہانگیری ہیں ادیوان تقرر ہوئے۔ صدائی کا ڈرامہ بہر دوست محمد خدا کا بلی تھا۔ عبدالجہانگیری میں خواجہ جہان کے خطاب سے معروف ہوئے۔ حضرت امام رضا بنی اہم کے متولیین سے تھے۔ ۵۔ ۵۔ ایضًا ضعفِ دل کے ذریعے پڑنے کی وجہ سے وفات پائی۔ رسائلہ نقشبندیہ میں بعیت کی اور اس کو فروع دیا۔

شہزاد شاہ جہانگیر کی میت میں

سفر کشمیر

چند سال کے بعد جب جہانگیر کشمیر پر تواں نے بارہ مولائیں آپ سے متعلق استفسار کیا۔ آپ کے کاموں میں گہری دلچسپی کا اظہار کیا۔ اور آپ کی ہمراہی کو ہمیشہ باعث فخر سمجھا کرتا تھا۔ پھر فرطِ عقیدت کے باعث آپ کو اپنے ہمراہ ہندوستان چلنے کی درخواست کی جو آپ نے قبول فرماتی اور مدرسہ و خانقاہ کا اہتمام اپنے فرزندوں کے سپرد کر کے جہانگیر کے ساتھ ہندوستان آگئے۔ دہلی، آگرہ اور لاہور میں کافی عرصہ قیام رہا۔ عموم و خواص نے آپ کے علمی روحانی فیوض و برکات سے حفظہ و افراحت حاصل کیا۔ اس دوران میں آپ کو دو تین مرتبہ کشمیر جانے کا اتفاق ہوا۔ ایک دفعہ آپ کشمیر شریف نے گئے ہوئے تھے جہانگیر بھی وہیں تھا کہ وہ بمقام بہرام گلہم (۱۴۶۲ھ) میں انتقال کر گیا۔ چنانچہ آپ اس کی لاش کے ہمراہ لاہور آگئے پہندر وزلاہور قیام فراہیا۔ پھر دہلی چلے گئے۔ عہد شاہ جہان میں آپ ایک مرتبہ کشمیر آئے ہوئے تھے کہ اتفاقاً یہاں شیعہ سنی فاد ہو گیا۔

منظفر خاں حاکم کشمیر نے قاضی ابوالقاسم اور قاضی محمد عارف کی عدالت میں مقدمہ پیش کیا تحقیق حال پیشوں کی زیادتی ثابت ہوئی۔ مگر دونوں اصحابے اہل تشیع کی سزا میں

لے آپ حضرت مولانا جمال الدین سیاںکوٹی کے فرزند تھے اور حضرت قاضی محمد صالح بن حضرت قاضی موسیٰ کاشہریہ کے داماد تھے۔ شاہ جہان کے عہد حکومت میں کشمیر کے قاضی مقرر ہوئے۔ تاریخ بکیر شیر صفحہ ۲۹۳ میں رقم ہے: "قاضی ابوالقاسم حخلف ارشد و شاگرد مولانا جمال الدین سیاںکوٹی و داماد نیکنہاد قاضی محمد صالح ابن قاضی موسیٰ کاشہریہ بود از پیش عمل خود مولانا کمال الدین سیاںکوٹی ہم اخذ تعلیم حصہ رہی و معنوی نموده بود از علماء دیگر ہم استفادہ کر دہ کہ پہ باغ قاضی" مشہور است چون حلست کر د مر قبرہ پسہ نہ گوار خود کہ در لہ کواہ" واقع است بخواب آخرت آسودہ۔

ملہ آپ حضرت قاضی ابوالقاسم کے صاحزوں اور حضرت مولانا جمال الدین سیاںکوٹی کے پوتے تھے رہا تی حاشیہ صفحہ ۲۹۴

توقف کیا۔ اس پر اہل سنت نے حاجج کیا۔ حضرت خواجہ نے ناظم شمسیر کو سنت الفاظ میں خط لکھ کر سرزنش کی اور انہما زبارضی فرمایا اور انہیں اس تعامل شعاری کے تائیح و عقاب سے آگاہ کیا۔ ناظم شمسیر نے حضرت خواجہ کی اس شبیہہ پر مجرموں کو سزا دی اور تمام حالات و واقعات سے شاہجهان کو مطلع کیا۔ اس پر بادشاہ نے آپ کو لکھا کہ آپ ہندوستان تشریف

(باقیہ حاشیہ ۲۲) بادشاہ شاہ جہان کے صفیر مقرر ہوئے اور ایران تشریف لے گئے۔ بادشاہ کے مقرب ہوتے علوم و فنون اور شعر و سخن کے فن میں فردیکیتا تھے جو حضرت شیخ محمد معصوم مرزا دریٰ نے آپ کے نام ایک خط لکھا جو مکتوبات تشریف جلدیوم میں موجود ہے۔ دونوں باپ بیٹیا پریہ الزماں عائشہ ہوتا ہے کہ آپ نے اپنے اہل شیع کو سزا دینے میں کوتاہی کی۔ یہ الزما آپ پر عائد نہیں ہوتا۔ بلکہ صوبہ دار کشمیر اس تسالی کا مرکب ہے کیونکہ حکومت کی باگ ڈوران کے ہاتھوں میں تھی رفاقتی اور نجح کا کام نہیں تھا۔ عدالت کے فیصلہ کو نافذ کرنے اس صوبہ دار بان کے ماتحت افسروں کا کام تھا لہذا اس امر میں باپ بیٹیا دونوں بری الزما میں انتظار ایسا کوتاہی کی ذمہ دار ہے۔

لہ شاہجهان نے ۱۶۳۷ء عرب طابق ۵۰۰ھ میں خواجہ ابوالحسن کو ناظم صوبہ کشمیر مقرر کیا۔ خواجہ ابوالحسن ضعیف العمر آدمی تھے۔ اس نے اپنے بیٹے ظفرخان حسن کو قائم مقام صوبہ دار بنا کر کشمیر روانہ کیا۔ ایک سال بعد خواجہ ابوالحسن کا انتقال ہو گیا۔ تو بادشاہ نے ظفرخان کو مستقل طور پر صوبہ دار بنا دیا۔ اس کا حملہ ۳۰ جنوری ۱۶۴۰ء میں ہوا۔ خوش خلق اور نیک اطوار عادل اور خوش بائش تھا۔ شعر گوئی میں بھی اُسے خاص مہارت تھی۔ تخلص حسن تھا۔ خط کشمیر کی تعریف میں اس نے بہت سی شنویاں لکھی ہیں۔ نظامت کشمیر سے پہلے ظفرخان حکومت کابل پر ممتاز تھا۔ جہاں اس کی زیگینی طبع کا شہرہ سن کر مشہور ایرانی شاعر مرا زا محمد علی صائب بخاری کا لشکر رکھتا تھا۔ نے شرف ملاقات حاصل کی۔ ہزار مندی اور قابلیت کے صلے میں ظفرخان نے اسے ایک ہزار اشرفی عطا کی۔ ۱۶۴۵ء عرب طابق ۵۰۰ھ میں ایک سخت حادثہ درپیش آیا۔ موسیم بہار میں توت رشتہوت (کھانے پر جھگڑا پیدا ہو گیا۔ شیعوں نے صحابہ کیا رکھا کو بڑا بھلا کہنا شروع کیا جس سے سینیوں کے سینیوں میں آتش غیرت بھڑک اُٹھی اور انہوں نے شیعوں پر لوٹ مار کا مہنگا مہر پا کر دیا اور ان کی سخت بے حرمتی کی۔ لیکن ظفرخان دریان آگیا اور اس نے اس آتش کیسہ کو فروکھہ دیا۔ سنی زیر قیادت حضرت خواجہ تھے ظفرخان نے مصلحت ثقت و حالات کے پر نظر آپ کو بادشاہ شاہ جہان کے پاس بھجوادیا۔ ظفرخان کی چکر ۱۶۴۷ء عرب طابق ۵۰۰ھ میں شاہ جہان کا چھوٹا بیٹا مراوجش صوبہ دار ہوا کشمیر پا۔

لے آئیں اور لاہور میں قیام پذیر ہو جائیں چنانچہ آپ صلحت وقت کے پیش نظر ۱۷۳۴ء میں۔
 (۱۰ ص) میں مدرسہ و خانقاہ فیض پناہ (سری نگر) اور پنگر کی خدمت کو اپنے فرزند رجمند خواجہ
 معین الدین کی نگرانی میں ہے کہ سہیشہ کے لئے لاہور تشریف لے آئے۔ شاہ جہان نے ایک لاکھ
 اشرفی بطور نذر انہ حضرت خواجہ کی خدمت میں ارسال کی جسے آپ نے واپس کر دیا۔ شاہ جہان
 نے دوبارہ آصف جاہ کو نذر انہ کے ساتھ حضرت کی خدمت میں بھیجا اور اظہار اخلاص و عقیدت
 ظاہر کیا۔ آپ نے قبول فرمائکر کچھ روپیہ میں کے مدرسون اور خانقاہوں کے لئے رکھ لیا۔ کچھ
 کشمیر کی خانقاہ و مدرسہ کے لئے بھیج دیا اور باقی ماندہ رقم حاجت مندوں میں تقسیم کر دی۔ مدرسہ
 و خانقاہ کے ساتھ آپ نے اپنا موجودہ روضہ اور اس کے ساتھ باغیچہ بھی بنوایا تھا۔ تعمیر کی
 بگرانی نواب سعد العرش خاں اور نواب وزیر خاں نے کی تھی جو آپ کے ساتھ والہامہ مخفیت و ارادت

۱۔ نواب آصف جاہ ابوالحسن طالب بن غیاث بیگ خاں، نور جہاں بیگم زوجہ شہنشاہ جہانگیر کا خلیقی
 بھائی تھا۔ شہنشاہ جہانگیر کے عہد میں اپنے تدبیر و حسن یادگت کے باعث رتبہ وزارت تک پہنچا تھا۔ شاہ
 جہاں نے اسی کی کوششوں سے سلطنت حاصل کی تھی۔ ۱۷۳۶ء میں وفات پائی۔ آپ کا مقبرہ
 لاہور میں شہنشاہ جہانگیر کے مقبرے کے پاس شاہدرہ میں واقع ہے۔ آصف جاہ بہت دولتمند انسان
 تھا۔ اس کی دولت کا اندازہ اس کے متعدد کات نے ہوتا ہے۔ محمد صالح مکبوہ شاہ جہاں نامہ جلد دوم صفحہ
 ۲۸۹ میں لکھتا ہے۔ ”آصف جاہ نے جاب ادغیر منقولہ کے علاوہ ڈھانی کروڑ روپیہ مالیت کی نقدی اور
 دوسرے لگھ کاساماں چھوڑا جس کی تفصیل حدیث میں ہے۔ جواہرات مالیتی ۳۰ لاکھ روپیہ، اشرفیاں
 مالیتی ۲۰ لاکھ روپیہ، نقد ایک کروڑ چھیس روپیہ سونے چاندی کے برتن مالیتی ۳۰ لاکھ روپیہ،
 دیگر امثال البیت مالیتی ۲۰ لاکھ روپیہ اور اس کا نام فہرست امرائے عظام میں پہنچے فہری پور درج تھا۔

۲۔ اصل چنیوٹ تھا۔ علامہ کمال کاشمیری المتنوی (۱۷۰۱ء) کے نامور شاگرد اور حضرت شیخ احمد
 مجدد الف ثانی سرہندی کے ہم سبق تھے۔ اپنے عہد کے عالم و فارض لائق و فائق اور مدبر و ہوشیار
 سیاستدان تھے۔ پہلے مولوی خان صدر الصدود کی ملازمت میں تھے پھر اپنے ذاتی فضل و کمال
 کے باعث مرتبہ وزارت کو پہنچے تعمیرت کا مشوق تھا۔ چنانچہ لاہور میں ایک عالی شان جویلی تعمیر کی
 جو بعد میں ان کے بیٹے نواب میاں خاں کے نام سے جویلی میاں خاں شہرور ہوتی۔ اس عربیں و سیح حویلی
 میں شہر لاہور کا اب ایک محلہ آباد ہے۔ ان کی دوسری یادگار چنیوٹ کی جامع مسجد ہے جو منگسیاہ
 سے تعمیر کرائی گئی تھی۔ ۱۷۳۶ء میں وفات پائی۔

۳۔ نام عکیم علیم الدین یا عالم الدین انصاری تھا۔ آپ چنیوٹ کے رہنے والے تھے ربانی حاشیہ ملکہ

رکھتے تھے جب شاہ جہان کی لاہور سے دہلی والپسی ہوئی۔ تو حضرت ایشائیں کو بھی بہراہ لے گئے وہاں بادشاہ بیکمیں یعنی ملکہ زمانی آپ کے حلقة ارادت میں داخل ہوئی۔ اکثر علمائے دہلی بوسیلے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور علوم ظاہری و باطنی سے فیضیا ب ہوئے۔ درپس ایام نواب وزیر خاں کو بہت شہرت حاصل کیم، ربیس ب حضرت ایشائیں کی خاص توجہ اور فیضان کا اثر تھا جنکی دعا و برکت سے آپ کو جلیل القدر مترتبہ صدیب ہوا۔

(باقیہ حاشیہ حصہ ۲۶) پیشہ طبابت تھا تنگی معاش کے باعث وطن سے نکلے دہلی پہنچے قسمت نے یا وزی کی اور دربار شاہ جہان تک رہائی پائی۔ پہلے طبیب مقرر ہوئے، پھر اپنے ذاتی فضل و کمال کے باعث عہدہ وزارت پر فائز ہوئے۔ لاہور کے صوبہ دار بھی رہے، شاہ جہان کو سلطنت دلوانے میں ان کا بڑا اثر و سورج تھا، تمیرات کا بھی شوق تھا، چنانچہ لاہور میں جامع مسجد وزیر خاں آپ کی نیز قانی یادگار ہے جو اندر دین شہر دہلی دروازہ میں واقع ہے۔ مسجد کی پیشانی پر سب سے اور فارسی رسم الخط میں افضل الذکر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدُ الرَّسُولُ أَللَّهُ۔ جملی قلم لکھا ہے۔ ایک کتاب پر یہ عبارت منقوش ہے: "در عهد الامانظفر صاحب قرآن ثانی شاہ جہان بادشاہ غازی اتما کیافت یا اور دوسرے کتاب پر لکھا ہے: "بانی بیت اللہ ثانی فدوی ہا خلاص مرید خاص الخص قدم الخدبت وزیر خاں" اس مسجد کی بنیاد ۱۶۳۴ء میں رکھی گئی۔ آپ کو رفاه عامہ کے کاموں میں دھپسی لکھی۔ لاہور میں جد فریر خاں کے علاوہ حمام، بازار محلات، مساجد، باغات، بارہ دری اور دکانیں بینی یادگاریں بھجوڑیں جن میں بعض اب بھی موجود ہیں۔ آپ کا ایک مدرسہ بھی تھا جو مدرسہ وزیر خاں کے نام سے شہر لاہور تھا اس مدرسہ کے مشہور و معروف دو استادوں کا ذکر تاریخوں میں ملتا ہے۔ انہیں ایک نوملا محمد صدیق تھے اور دوسرے مولانا غلام محمد عرف استاد گامو تھے۔ مسجد و مدرسہ وزیر خاں کے علاوہ بارہ دری باغ نواب وزیر خاں بھی تھا۔ اس میں کھجور کے درخت بکثرت تھے جو خلیلہ وزیر خاں یا خلستان وزیر خاں کے نام سے مشہور تھا۔ یہ بادہ دری باغ بہت حسین و جمیل تھا۔ سکھوں کے زیارت میں یہاں سکھ پیاہ کی رہش گاہ تھی جب انگریز کی عملداری ہمومی تو یہاں گوئے سپاہی آباد ہو گئے پھر میاں میر حچاؤ نی میں منتقل ہو جانے کے بعد محکمہ بند و بست والوں نے اس پر قبضہ کیا۔ ان کے بعد تارکھر کا محکمہ داخل ہوا اور اپنا دفتر بنالیا۔ کچھ عرصہ سے عجائب گھر کا سامان بھی یہاں پڑا رہا۔ اب یہاں پنجاب پہلک لاہوری ہے۔ یہ کتبخانہ ۱۸۸۰ء میں سرچاپس ایجاد ہے ایسے یونیورسٹی کی خواہش کے مطابق قائم ہوا۔ اور ۱۸۸۵ء کو یونیورسٹی گورنر موصوف نے دوبارہ منعقد کیا اور کتبخانہ کی رسماں اقتراح ادا کی اور نایاب کتب کا ذخیرہ ایامیان لاہور نے حاصل کیا۔ یہ لاہوری کی لائکنٹھوں مطبوعہ وغیر مطبوعہ کتب پر مشتمل ہے اور نایاب علمی خزانہ ہے۔

درس و تدریس

جب تک آپ کی اقامت خطہ کشیر میں رہی درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہا عقیدہ مندوں کی ایک بڑی تعداد کا پ کے گرد ہتی اور ارشادات گرامی سے فیضیاں ہوتی۔ ان میں ابو الفقار بابا نصیب الدین غازی رحمۃ اللہ علیہ ورخواجہ نور محمد کلوکلا شپوری قابل ذکر بزرگ ہیں جنہوں نے آپ کی اور اخوند ملا محمد شاہ بخشانی کی باشر صحبت کا فائدہ اٹھایا اور خدمت بابر کرتے ہیں حاضرہ کر تصور سلوک روحانی معارف و مقامات کی کامل تناولت کا خالق عظیم پیدا کیا۔

لہ آپ خطہ کشیر کے مشائخ کبار سے اور بابا داد خاکی کشیری جو کے خلافتے شے میں ہم امیر نصیر الدین مگر بابا نصیر الدین غازی بیجباری کے القاب سے خاص و عام میں شہور ہوئے۔ ۱۹ جب سلطان علی شاہ چاک کشیر پر حملہ کیا تو اپنے والے تھے عہد خورد سالی ہی میں صحبت مشائخ میں رہا کرتے تھے اخوند ملا ایصف اعمیؒ سے فرماں تحریف کی تعلیم حاصل کی۔ فقر تفسیر حدیث اور دینیا ب اور مذہبی علوم کے فضائل اخوند ملا جمال الدین کشیری جو کہ اخوند ملا جمال الدین کشیری بیان کوئی کے برادر تھے سے حاصل کئے اور انہی سے سند حدیث پائی۔ بعد ازاں حضرت بابا داد خاکی خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تنفیذ و مستفیض ہو کر خرقہ خلافت سے سفر لے رہے تھے تاہم عمر تارک الدنیا سے بکھر موسیم رسیعی و خریفی کے چھوٹوں سے بھی اجتناب کرتے جتنی کہ نہ لھنڈا اپانی پیٹی نہ گوشہ کھاتے سوائے ناں جوں کے اور کچھ نہ کھاتے علماء و صلحاء مشائخ کی خدمت میں حاضر رہتے اور ان کی خدمت و تعظیم و تکریم کو اپنے لئے باعث فخر جانتے ہویشہ خدمت فقرا و مساکین و مسافرین میں کمربته رہتے اور طعام و نقد و جنس مطلوبہ سے فاطرو مدارت کرتے شہر و دیہات میں دورہ کر کے مساجد خانقاہ اور بڑے بڑے احاطے کے ساتھ اسلامی مرکز قائم کئے۔ قلعہ رسوبات و بدرعات کے ازالیہ میں بلا خوف کوشاں ہے تقریباً ایک دو لاکھ نفووس کو اپنی ارادت مندوں کے سلسلہ میں منسلک کیا۔ ۲۴ محرم الحرام ۱۴۰۳ھ میں وفات پائی۔ مزار قصبه بیجبارہ میں ہے۔

لہ خواجہ نور محمد کلوکلا شپوری راجڑیں کاشمیر تھے پیشہ تجارت تھا اس کے کشیر میں ملک التجار کھلاتے تھے۔ عہد خورد سالی ہی سے صحبت مشائخ میں رہا کرتے تھے اور ان کے ارشادات گرامی سے فیض یاب ہوئے ۱۹۰۱ھ بعد شہاب الدین ابو المنظر شاہ ہماں جب ریاست پردیشی

بیان کرتے ہیں کہ محلہ دری بیل سری نگر کشمیر میں ایک معزز و متمول کشمیری پنڈت خاندان رہتا تھا جو جود و سخاوت میں بے نظیر و بے عدیل تھا، اس خاندان کے جداً اعلیٰ خواجہ اور پنڈت اور خواجہ خورم پنڈت تھے جنہوں نے حضرت ایشائی سے روحانی تعلیمات کا سرایہ حاصل کیا۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے جانشیں خواجہ خاوند معین الدین نقشبندی کی صوفیانہ مجالس میں شریک ہو کر علمی و روحانی فیوض و برکات سے فیض یاب ہوئے، اس خاندان کے افراد آج بھی اپنے نام کے آغاز یا آخر میں لفظ "پنڈت" لکھتے ہیں خواجہ عطا پنڈت قابل ذکر نہ رک ہیں، آپ بابا داؤد خاکی کشمیری کے خلفاء سے تھے۔

(باقیہ حاشیہ ص ۳) حضرت ایشائی کشمیر شریف لاٹے تو ان کی خدمت میں ہنچ کر حلقة ارادت میں افضل اکوئے اور خدمت مرشد میں حاضر و کر مقامات بلند اور مدارج الْجَنْد سے سرفراز ہوئے۔ ۴۵، ۴۶ بعد نور الدین جہانگیر بادشاہ جب احمد بیگ خان حکم کشمیر تھا، آپ کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام خواجہ ابو الفتح رکھا، آپ نے اخوند ملا جید رحیم کے مدرسہ عالیہ میں تعلیم حاصل کی، پرتفاقہ بعد نور الدین جہانگیر بادشاہ درس و تدریس ترویج علم اور رشد و ہدایت کا ایک اہم مکان تھا۔ جب علم حدیث و تفسیر و فقہ سے فارغ التحصیل ہوئے تو حضرت ایشائی اور ان کے فرزند مدارج بنند خواجہ معین الدین رحمادی نقشبندی کی صحبت اختیار کی، اور فتاویٰ نقشبندیہ کی تربیت میں اہم خدمات سر انجام دیں، اہل تیکشیع کے عقائد کے رد میں آپ کی تھہبیف سیف السایین ہے جو مقبول آفاق ہوئی۔

۱۱۰ میں وفات پائی، مقبرہ سلطان زین العابدین میں دفن کئے گئے۔
لئے آپ کشمیر کے مشاریع خطام داولیائے ذرا لکھا ہے ہیں۔ ۹۲۸ھ میں پیدا ہوئے، عمر خورد سالی ہی میں آپ کو حصول علم کا شدق دامن گیر تھا۔ محلہ علاوہ الدین پورہ خانقاہ معلی کے پاس ایک مدرسہ جاری تھا اور اس کے صدر مس کا نام سید شاہ سعیل ہمدانی تھا، ان سے ابتدائی تعلیم پائی، قرآن مجید اخوند ملا بھیشیر جو اپنی سجد محلہ ختنہ بجن لوگوں میں سکونت رکھتے تھے، سے حفظ کیا۔ ملا بھیشیر کے ہم عصر مولانا میر حنفی الدین رح جو کہ محلہ قطب الہین پورہ تھا نگر ہمہ متصل صراف کدل پر کراہ دریا دار العلوم کے صدر درس اور متولی رکھتے عزم و ادب اور عمل کی تعلیم حاصل کی، "خوارق السالکین" کے مصنف رکھتے ہیں کہ عدم الاحادیث کی مکمل حضرت شیخ صرفی گے حاصل کی، فارغ التحصیل ہونے کے بعد راہ سلوک میں قدم رکھا اور حضرت شیخ نعمان گڑھ کی خدمت میں حاضر ہو کر حلقة ارادت میں داخل ہوئے اور تھوڑے ہی عرصہ میں منازل سلوک طے کر کے خرقدہ خلافت سے فیض یاب ہوئے۔ تارک الدنیا ہو کر خدمت مرشد میں شب و روز حاضر رہنے لگے حضرت مرشد میں استغرق اس کمال کو پہنچا کہ مرتبہ فنا فی الشیخ پر فائز ہوئے رہا، ص ۲۷ پر دیکھئے)

خواجہ اور پنڈت خانقاہ فیض پناہ نقشبندیہ کے قرب میں رہتے تھے۔ ان کو حضرت ایشائی خانقاہ فیض پناہ نقشبندیہ کے قرب میں رہتے تھے۔ ان کو حضرت ایشائی خانقاہ فیض پناہ نقشبندیہ کے قرب میں رہتے تھے۔ خواجہ عین الدین نقشبندی اپنی تصنیف مرات طبیہ میں جو آپ نے اپنے والدگرامی کے مناقب و مقامات، تصرفات اور حالات زندگی پر لکھی تھی۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات خواجہ اور پنڈت نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور اس مقام پر خانقاہ فیض پناہ کی بنیاد رکھی گئی۔ فرمایا کہ اس زمین کو خوب پاک اور صاف کرو چند دنوں کے بعد حضرت ایشائی سری نگر کشمیر میں تشریف لائے اور اس جگہ کا انتخاب کیا جس کا نشان حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں خواجہ اور پنڈت کو فرمایا تھا اس واقعہ سے خواجہ اور پنڈت بہت متاثر ہوئے اور بڑے اعتقاد اور خلوص نیت سے آپکے مریدوں کے علمیت اور تصرف میں آپ کا مقام بہت بلند تھا اور یہ جذبہ آپ کو موثری حاصل تھا۔ جب آپ لاہور تشریف لائے تو لاہور میں بھی آپ کا سلسلہ دروس تدریس بدستور قائم رہا۔ ہر جمہر کے روز آپ وعظ فرمایا کرتے تھے۔ اس روز لاہور کے علماء و فضلاء و صلحائشیک و عظیموں کو آپ کے ارشادات گرامی سے مستفیض ہوتے تھے۔ لاہور میں ۶ سال تک آپ کا فیضان چاری رہا۔ ایک خلائق شیرنے آپ سے علمی درود حاصل فیض حاصل کیا۔ آپ نے ۱۲ ماہ شعبان

(تفصیل حاثیہ ص ۳۳) اس کمال استغراق و فنا میں تصنیف تالیف کا سلسلہ بھی جاری رہا چنانچہ کتاب "ورد المریدین" اور اس کی شرح و سوراں لکھنے تحریر کی مزید برآں تصنیف حوالہ ایک سالہ عالیہ آپ کی تصانیف سے ہیں مرشد کو بھی آپ کی حالت پر بڑی نظر لطف کرم سنتی تھی چنانچہ حضرت مخدومؒ سے خرقہ خلافت کے علاوہ حضرت محبوب العالم کشمیری حضرت یلدیح درگاہ مولانا شیخ محمد مخدوم قادری اور میریہ سماحل قادری شامیؒ جیسے بزرگوں سے بھی اخذ فیض کیا پھر کشمیر سے علтан تشریف لائے اور حضرت سہروردیہ کی زیارت سے مستفیض و مستفید ہوئے اور بے اندازہ فیوض و برکات حاصل کیں۔ درای اثناء قاضی موئی کشمیریؒ نے سلاطین چک کے ہاتھوں جو مذہب ایشیہ تھے شہزادت پائی۔ اس واقعہ سے سخت برسم ہوئے حضرت بابا فتح اللہ عقانیؒ فرزند بابا عمرؒ جو باپ کے قائم مقام ہوئے ان سے اکبر بادشاہ کو بہت عقیدت تھی کشمیر کے علماء و صلحاء و روشنائی ایک جماعت جن میں شیخ یعقوب صرفیؒ مولانا کمال الدین سیا کوئی خواجہ محمد سنجھیؒ اور بایا نصیب الدین شامل تھے۔ باہمیں کے راستہ حضرت بابا عمرؒ کے پاس پہنچا۔ اور ان کی وساطت سے یہ کشمیر کا فرد و ملی پہنچی اور تمام حالات و واقعات اکبر بادشاہ کو سنائے۔ اکبر نے ہوقت چھوٹی سیل مرزاقا بسم خان کی قیادت میں فوج دیکر کشمیر کو فتح کرنے کیلئے روانہ کیا چنانچہ اسی سال کشمیر فتح ہو کر سلطنت ہندوستان کے ساتھ ملحتی ہو گیا۔ آپ نے ۱۹۰۶ میں وفات پائی۔ مزار کشمیر میں ہے اپنے امام اعظم مانی کے لئے بے شر تدبیانی۔

۱۰۵۲ء میں ۱۶۷۷ء (نومبر) پہ عہد شاہ جہاں دفات پائی۔ اپنی تعمیر کردہ خانقاہ میں دفن ہوئے۔ آپ نے اکبر جہاںگیر اور شاہ جہاں تین ہنگل تاجداروں کا عہد دیکھا۔ اور بڑی طویل عمر پائی۔ اس وقت شاہ جہاں لاہور میں تھا۔ میراں سید جلال الدین صدر الصدوار کو اپنی حکومت سے تجهیز و تکفیل میں شامل ہونے کے لئے بھیجا۔

لئے نور نامہ پنجابی نظم یہ قلمی سخن کتب خانہ پنجاب لاہور میں موجود ہے۔ اس کے پہلے صفحوں پر پادشاہ عرس ہائے بزرگان لاہور مرقوم ہے۔ اس سے آگے درگاہ صانعے بزرگان شاہ جہاں آباد کی فہرست اور عربی دعائیں مندرج ہیں۔ کاتب کا نام قادرت اللہ بن عبد اللہ عہر کن لکھا ہوا ہے۔ اس کتاب کی تاریخ تحریر ۱۲ جمادی الاول ۱۸۷۴ھ مطابق ۱۸۵۷ء ہے۔ اس کتاب میں تحریر ہے کہ حضرت ایشائی کا عرس اور تینہ ۱۱ ماہ شعبان کو ہوتا تھا۔ کاتب نور نامہ نے خود شرکت کی۔ ہر جمل حضرت ایشائی کا سالانہ عرس ۱۶ ماہ شعبان کو ہوتا ہے۔ عرس کے موقعہ پر مجاہس ذکر ہوتی ہیں جن میں آپ کے عقیدت مندرجہ وجہہ اور سرستی کے عالم میں شرکیہ ہوتے ہیں۔ سکھی عہد میں یہ درگاہ عرصہ دراز تک گنایی میں رہی۔ اس عہد کے بعد سب سے پہلے آپ کے سالانہ عرس کی رسم حضرت سید میر جان کابلی جو اس درگاہ کے متولی تھے۔ ۱۶ شعبان کو ادا کی۔ آج تک یہ ہی دستور چلا کر رہا ہے۔

لئے صدر الصدوار کا عہدہ سلطنت مغلیہ کا ایک اعلیٰ عہدہ بیان کیا جاتا ہے جس میں سجدوں کے اماموں اور سجادہ نشینوں کو جاگیر میں اور عطیات ان کے سفارشات سے حاصل ہوتی تھیں۔ آپ صاحبِ علم و فضل نراہر و عابد اور سلسلہ نقشبندیہ سے منسلک تھے متعدد ہر ارض میں بنتلا رہ کر ۱۶۷۷ء۔ ربیع الثانی ۱۰۵۰ء میں رہ جوں ۱۶۷۷ء میں دفات پائی۔ مرحوم کے نین بیٹے تھے سید حبظہ سید علی اور سید مولیٰ۔ باپ کی دفات کے بعد حکومت نے ان کا وظیفہ مقرر کر دیا۔

وصال مبارک حضرت مسیح شاہ علیہ السلام

صاحب کتاب شنوانی لکھتے ہیں کہ جب آپ کی وفات کے دن قریب اٹے تو آپ نے پندرہ دن پہلے صدر کی نماز کئے بعد اپنے مریدوں اقبال الدین خاں عالی جاہ کو فرمایا کہ پندرہ دن کے بعد اس دارالفنون سے دارالبقاء کی طرف احلت کر جاؤں گا جب تا جواز دن پہنچا۔ تو برادر شنبہ راشعیان شنبہ بعد نماز مغرب ادا کرنے کے بعد حسین بخاری نے

جامی رحمت اللہ علیہ کا یہ شعر پڑھنا

اہم سخنچہ میسد بکشا۔ گلے ازو خصہ جاوید بمنا

پھر عشاں سے پہلے شنبہ دین پر صدر کجا اور جان غریز جاں آفریں کے پیر کردی جبکہ مل کئے لئے جسم مبارک کو خشہ تھا لیکن پائیا یا تو الفاق سے تہہ بند کی گانہ ڈھنڈھنی پیشی اور قریب بحقی کہ محسن بہات عشاں کو صدیم نہ لف کہ سخواجہ نے دونوں ہاتھ ملا کر تہہ بند کے ہاتھ کو مصلبیوں سے پکڑ لیا اور حالت دیکھ کر ہم حاضرین بمال اٹھتے کہ داقی اللہ کے ولی ہیں مرتے وہ ہمیشہ زخم دیں۔

ان اولیاءِ الله لا یہ موتون بل احیاء و لا کن لا انشمر ون
تیجہ لہ تحقیق اللہ کے ولی نہیں مرتے بل کہ وہ ہمیشہ زندہ ہیں مگر قم نہیں سمجھتے۔
اے نوریں پر شاہ بہان لاہور میں موجود تھا۔ میراں شیخ جلال الدین سعد الصدوق
نے اسے تواجہ کر کہ ہمیشہ کسی بن کے لئے حاضر ہوئے۔ انہوں نے الحمد میں نعش کو لٹانے کے
امرا جسے مبارک سے کھن زیارت کے لئے ہٹایا تو دیکھا کہ ہونٹ مبارک ہل سے ہے
یہ۔ کویا آپ کچھ پڑھ رہے ہیں۔

تاریخ وفات حضرت ایشان حجۃ اللہ علیہ

قطعات تاریخ وفات از مولانا مفتی غلام سرور لاہوری

۱۔ محمد اشکر کہ در جنگ مکان کرد ولی بے ریا خاوند محمود
بسرور گفت ضوان ارتخاش کر قطب الاصفیاً خاوند محمود
۱۰۵۰ھ

۲۔ چهل شد زیرین میں فسوس فسوس زدنیا آفتاب عشق محمود
و صافی مفسح فیض آست سردر دوبارہ آفتاب عشق محمود
۱۰۵۲ھ

قطعہ تاریخ وفات حضرت ایشان از کتاب ضوانی

۳۔ سرخواجگان خواجه خاوند محمود زدنیا سفر کرد و جنت گزید
پے سال او ما تف غیر بگفت بآب بزرگان بجنت رسید
۱۰۵۲ھ

۴۔ آپ کے والد کا نام مولانا حکیم مفتی غلام محمد عارف بالشقدس سرہ المتوفی ۱۲۷۶ھ بحضور حضرت شیخ الاسلام بہار الدین ذکریافتانی کی اولاد احادیث سے تھے اور پسندے زبانے کے بلند پایہ عالم طبیب جاذق اور صوفی باصفا تھے۔ آپ نے تمام عمر درس فی تدوین طبیعت اور ارشاد وہدیت میں گزاری بدل کر فہریہ کے شیخ الوقت تھے مفتی غلام سردار پسندے آبائی محدث کوئی مفتیاں میں ۱۲۳۳ھ میں پیدا ہئے ابتدائی تعلیم پسندے والد بہرگوار سے حاصل کی۔ پھر حضرت مولانا غلام الشرفا فضل لاہوری کے حلقة درس میں شامل ہو کر علوم تفسیر حدیث، فقہ، ادب، صرف و نحو، معانی و منطق، حصول فروع اور تاریخ و لغت کی تکمیل کی۔ تمام عمر مصنیف و تالیف میں گزاری بخوبی مختصر الاصفیا، گنج تاریخ، مدینۃ الاولیاء، بہارتستان، تاریخ بخزن پنجاب، بخزن مکمل، لغات سفری، جامع اللغات، گھشن سرداری دیوان سروری، تحضر سروری اخلاق سروری آپ کی مشہور معرفت مصنیف میں جو بزرگوں کی مقدار میں چھپ کر خواص دعا سے خراج تجویں حاصل کر چکیں ہیں۔ ۱۲۸۹ھ میں وفات پائی۔

۵۔ تاریخ حسن اذرازخ کشیر (اعظمی) میں آپ کا سن وفات ۱۰۵۰ھ مرقوم ہے جو قطعہ تاریخ وفات حضرت ایشان کتاب ضوانی کی رو سے درست نہیں۔

مزار حضرت ایشان رحمۃ اللہ علیہ

یہ مزار بگیم پورہ نواب خواجہ عبد الحکیم عبد الصمد کی زوجہ بگیم جان نے آباد کیا تھا اس لئے بگیم پورہ دشکوت فائزہ نایرخ بسیر کشمیر کا مصنف لکھتا ہے کہ امراء شاہ جہانی میں سے ایک

لئے موضع بگیم پورہ نواب خواجہ عبد الحکیم عبد الصمد کی زوجہ بگیم جان نے آباد کیا تھا اس لئے بگیم پورہ کے نام سے مشہور ہوا۔ نواب موصوف محمد معظوم بادشاہ عالم اول اور نگزیب عالمگیر کے عہد میں ۱۱۲۱ھ (۱۷۰۹ء) میں بخارا سے حضرت ایشان کے مزار کی زیارت کے لئے تشریف لائے تھے۔ عدم و فضل کے ساتھ صاحب سیف بھی تھے۔ کچھ عرصہ لاہور کھڑکر دہلی گئے۔ بادشاہ نے ازراہ فردانی افواج پنجاب کا پسہ سالار بندا یا۔ ۱۷۰۸ء میں فرخ شیر کے عہد میں بندہ بیراگی کو جس نے سکھوں کو اپنے ساتھ لے کر پنجاب میں قتل دغارت کا بازار گرم کیا ہوا تھا۔ گرفتار کر کے دہلی پہنچا دیا۔ بادشاہ نے خوش ہو کر دیر جنگ سیف الدولہ کا خطاب دئے کہ لاہور کا ناظم مقرر کر دیا۔ آپ بہترین جریل اور اعلیٰ درجے کے مدبر و سیاستدان تھے۔ سکھوں کی شورشوں کو اپنے حسین تدریس سے دبائے رکھا کچھ عرصہ ناظم کشمیر و ملتان بھی رہے۔ ۱۷۰۹ء میں ملتان میں وفات پاتی۔ سخن دن بگیم پورہ لاہور میں ہوئے۔ آپ حضرت خواجہ عبد اللہ احرار نقشبندی المتنوی ۱۷۰۹ھ (۱۷۹۱ء) اولاد احیاد سے تھے حضرت ایشان کی نافی صاحبہ نواب مذکور کے مورث اعلیٰ حضرت عبدیہ احرار کی پوتی تھیں۔ اس لحاظ سے نہیں حضرت ایشان سے تعلق تھا اور مزار پر تشریف لائے اور اپنی امامت روضۃ حضرت ایشان کے قرب و جوار میں پسند کی۔ مأخذ (میر منور کے دادا) اعتماد الدولہ محمد ایمن خاں کی بیانیں مجموعہ شیرازی ۱۷۲۹ء۔ میں محل پورہ اور اس کے لمبھتہ تہلیل پورہ کی زمین پر محلات خوبصورت باغات اور عالی شان مقبرے تعمیر کر دائے۔ ایک خوشنا اور خوبصورت کاسی کا رسجدہ سے ان کو رونق دی۔ یہ مسجد بستی بگیم پورہ میں اب تک موجود ہے۔ درمیانی محرابی پیٹیاں پروسطیں افضل الذکر لَا اللہ الالہ محمد رسول اللہ شمال کی جانب عجلو با الصلوٰۃ قبل الموت اور جنوب کی سمت عجلو با التوبۃ قبل الموت لکھا ہے مسجد بیڑا اور کاسنی زنگ کے نقش و نگار سے مرصع تھی۔

مسجد کا ممبر زنگ ہے مرکا تھا۔ اب سنگ مرکی جگہ سفید چونہ نے لایا ہے۔ سکھوں کے وقت میں آبادی ہر طے بڑے ہڑے صدی میں آئے جو شخص قابض ہوا وہ ان عمارتوں کو گرا کرایتے اور پھر لے جائیدار ہا بسردار گو جو زنگ نے یہاں کی عمارت کو گرا کر قلعہ لو جو زنگ کا باد کیا اب مسجد کے سامنے باغ کے کچھ آثار نظر آتے ہیں ان کے علاوہ بگیم جان بہو بگیم مشرف النصار بگیم اور بلکہ زمانی و دریگ خلفاً رہا تھا ص ۲۴ پ)

نامور امیر کبیر نواب سعد العذخان نے مزار پر گنبد تعمیر کر دایا۔ محمد شاہی خاندان نے اس کی مرمت کرائی۔

ابعثیت حاشیہ ص ۳۶) حضرت ایشان اور عقیدہ مندل کی چند قبور بعض مقامات پر جو لیوں، حماموں، جھر سے اور آسمانی لسوں کے کھنڈرات اب تک موجود ہیں۔ بیگم جان اور شرف النساء، بیگم حضرت ایشان کے ساتھ والہا نہ عقیدت دار ادلت رکھتی تھیں۔ اکثر زیارت کے لئے خانقاہ جاتی اور قرآن شریف کی تلاوت کرتی۔ پھر واپس محلات میں آجائی۔ شرف النساء بیگم قرآن شریف کی بہت عاشق تھی۔ یہاں تک کہ مطالعہ کرنے کے لئے اس نے محل کے بااغ میں اونچے چبوترہ پر ایک الگ کمرہ بنوایا جس سے سیر ٹھنڈی کے ذریعہ داخل ہو کر وہ پھر تلاوت کرتیں جب تک زندہ رہیں قرآن کے ساتھ ہمیشہ شمشیر بکر رہتی۔ جیسے اقتدار اور حق کے قیام کے لئے جہاد تصویر کرتیں۔ مرتبے وقت و صیت کی کہ میری قبر میرے تیار کردہ مقبرے میں ہو اور بالائے قبر قرآن شریف اور میری تکوار جنہوں نے زندگی بھر میرا ساتھ دیا ہے۔ مرثی کے بعد میرے محافظہ رہے۔ علامہ ڈاکٹر اقبال مرحوم فرماتے ہیں۔

وقتِ خصت با تو دارم ایں سخن تینخ و قرآن راجدا از من مکن
مومناں راتینخ با قرآن میں ہست تربت مارا ہمیں ساماں میں است

شرف النساء بیگم کا مقبرہ ایک چھوٹے سے مینار کی صورت میں ہے جس پر سرد کے نقش ہیں۔ اسکی وجہ سے یہ سروالی مقبرہ کے نام سے شہور ہے جو گلابی بااغ اور خانقاہ حضرت ایشان کے درمیان واقع ہے۔ شرف النساء بیگم نواب عبد الصمد خان کی دوسری بیوی اور اس کے دوسرے فرزند نواب جبد العذخان کی والدہ تھی۔ مولوی نوراحمد پی اپنی معروف کتاب "تحقیقات چشتی" میں شرف النساء بیگم کو ہن عنایت لئا اور دفتر نواب جبد العذخان بیان کرتے ہیں (صفحہ ۱۹) جز تاریخ کے لحاظ سے غیر صحیح ہے۔ مسجد نواب ذکر یا خان کی مشرقی جانب چبوترہ میں پر چند قبور کے علاوہ دو قبریں ہیں جو بیوی بیگم اور بیگم جان کی ہیں۔ بیوی بیگم جن کا نام فخر النساء بیگم بھی ہے نواب خان بہادر ذکر یا خان کی بیوی تھیں اور بیگم جان آپ کی والدہ تھیں۔

لہ بعض تذکرہ اور تاریخوں میں درج ہے کہ آپ کا موجودہ نلک بوس گنبد نواب ذکر یا خان نے بنوایا تھا اور بیک وقت حضرت مادھوی لال حسینؒ کے مزار کے متصل ایک کاشی کارکتبہ والی مسجد بناوائی۔ یہ مسجد از سر نو تعمیر ہو چکی تھی۔ مگر اسکا کاشی کارکتبہ اب تک نہایاں ہے۔ رائے بہادر کنہیا اللہ اپنی کتاب "تاریخ لاہور" میں بیان کرتے ہیں کہ نواب ذکر یا خان خان بہادر نے یہ مقبرہ بنوایا۔ اور سبب اس کے وہ اس کی اولاد میں تھا اس سے اس مکان کو زیادہ زینت دی اور مسجد موجودہ کی بنا قائم کی اور باغیچہ کو بڑھا دیا۔ اور محل مغل پورہ اس مزار کے چاروں طرف آباد کیا۔ یہ بات درست معلوم ہوتی ہے کہ نواب یحیی خان اور نواب ذکر یا خان نے محلات بااغات مسجد اور مقبرے کا اس خانقاہ کے ساتھ اضافہ کیا مگر گنبد کو تعمیر نہیں کر دیا۔

اور عمارت و باغات کا اضافہ کیا۔ نواب یحییٰ خان نامیات آپ کے روضے کی پوری طرح مگر انی
کرتے رہے اور روشنہ کے پاس آپ نے ایک عالی شان مسجد بنوائی۔ نیز ایک عمارت تسبیح خانہ کے
ماں سے بھی تعمیر کروائی جس میں فاتحہ خوانی اور ختم خواجگان ہوا کرتا تھا اور ہر آٹھویں دن فقراء
اور خدام خانقاہ کو کھانا اور لقید می تقسیم کرتے مقررہ روزا بیل لاہور کے علماء و صلحاء جمع ہوتے
محلس و غلط و برایت منعقد ہوتی اور حضرت ایشائی کی تعلیمات سے لوگوں کو روشناس کرایا جاتا
مقبرہ حضرت ایشائی اسلامی ثقافت تہذیبِ تدبیان اور راضی کی تاریخ کا آئینہ دار ہے۔ فن
تعمیر کے اعتبار سے بہت ایک اور اسلامی تعمیری خصوصیات کا حامل ہے۔ فن تعمیر میں شہر بغداد
کی عمارتوں کے مشاہدہ اور اس کے علاوہ یہ مقبرہ، مقبرہ، ہماں یونیورسٹی پہلو صورت کا پناہ ہوا ہے۔ آنکھوں
بھی شاہد ہے اس کا فدک بوس گنبد پختہ، چونہ کجھ ہشت پہلو صورت کا پناہ ہوا ہے۔ آنکھوں
پہلوں میں آٹھ عالی شان بلند محرابیں ہیں۔ سقف قالبوتی اور سقف پر عالی شان گنبد ہے۔
جس کا شمار پاکستان کے بڑے گنبدوں میں ہوتا ہے اندر باہر حونہ کجھ استر کا رہے اندرونی
حصہ نقش فریش کار سے مرضع ہے۔ داخل ہونے کا دروازہ مغرب کی جانب ہے۔ یہ دروازہ حربی
بنائیا ہے۔ بعد ناظمان لاہور احمد بیگ نبیرہ نواب خاں بہادر جو حضرت ایشائی سے بہت
عقیدت رکھتا تھا۔ نے چوکٹ، چوکٹ طاق تختہ نگوایا۔ بعد ازاں حضرت سید میر جان کا بلیخ نے اس کی
مرث کرانی گنبد کے دپر راستہ جانے کیتے ایک یہ نہ موجود تھا۔ خانقاہ کے نیچے ایک تہہ خانہ ہے۔ اس تہہ
خانہ میں جانے کے لئے جنوب کی جانب ایک چھوٹا ساز زینہ تھا جس کا دروازہ سنگ مرکڑا بنایا ہے۔
ہوا تھا۔ سکھی چہدیں سنگ مرکڑا دروازہ اتار لیا گیا زینہ کوٹی کے لمبے سے پہ کردیا گیا تھا۔
خانہ کی کیفیت کا کچھ علم نہیں ہو سکا۔ اس کے آثار گرد و نواحی زمین کی کھدائی کے وقت
اب بھی نظر آتے ہیں۔ روشنہ اور تسبیح خانہ ذکر و فکر کرنے والوں سے اور مسجد نمازیوں میں موروث
لے جسی نان نواب ذکر یا خال خلف نواب عبد الصمد ناظم لاہور کے فرزند تھے۔ بایپ کی وفات کے بعد
آپہی ناظم لاہور مقرر ہوتے۔ ان ناظمان لاہور کا سارا خاندان بیگم پورہ حضرت ایشائی کے روضے کے
قریب نواب عبد الصمد خال کے تعمیر کردہ احاطہ قبور خاندان ناظمان ہیں دفن ہے آپنے اس روشنہ کو خود
کھا دیا۔ اردوگرد شاندار عمارتوں کو تعمیر کروایا تھا جس کے کھنڈرات اب بھی نظر آتے ہیں (ماخذ بہری)
وقائع نولف اندر ایم مخلص پنجاب یونیورسٹی لاہوری ورق ۱۶۲۰

گر سکھوں کے خدمت میں سردار گلاب سنگھ بھومنڈیر نے چھاؤنی بنالی خانقاہ کی چار دیواری گردی باعث اوج گیا۔ مسجد کے صحن کی لائیٹیں اور قبر فلم کی اینٹیں خشت فرش نکال کر لے گئے رنجیت سنگھ کے عہد میں متعدد خشت فروشوں نے بھی کئی ایک مساجد مثلاً مسجد روضہ حضرت ایشان حج کی ایٹیں وغیرہ اکھاڑ کر فروخت کر ڈالیں تما نخ لا ہو رکھنیا لال صفحہ ۲۴۳۔

راجہ گلاب سنگھ ڈگرنے مسجد قصاب خانہ والی کی ایٹیوں سے اپنا مکان تعمیر کر لیا۔ انہی چھاؤنی کی تعمیر کے دوران وہ خود مسجد سیکیم پور میں مقیم رہا۔ تما نخ لا ہو رکھنیا لال صفحہ ۲۶۲) محدثین فوق الامور عہد مغلیبہ صفحہ ۱۰۹) پختہ روضہ میں جزیل گلاب سنگھ نے بار دت بھروسی مزار کا تھویز اور سنگہ مزار تاریخیں سکھی عہد تک مزار میں بار دت بھروسی۔ ایک قفل لگا رہا اسکے زیری عہد میں بار دت روضہ سے سکلوں کم دریائے راوی میں چینی کوادی اور روضہ خالی کر دیا۔ بعد ازاں خواجہ عبدالاحد کشمیری جو حضرت ایشان کی اولاد امباو سے تھے کشمیر سے لا ہو تشریف لائے اور سہری لانس کی ریڈی ٹینسی میں اس مقبرہ کو قبضہ میں لے لیا اور کافی روپیہ خرچ کر کے مبت کی مرمت کر دی۔ مسجد و مزار کی تولیت محمد بخش صحاف لاہور کے سپرد کر کے اپ دیکشمیر چلے گئے۔ مگر اس کوشش سے کوئی مفید نتائج برآمد نہ ہوئے۔ پھر محکمہ تعمیرات عاملہ نے مسجد اور

لئے لائے باردار لاہور کہنیا لال اپنی کتاب "تاینکہ لاہور" میں خواجہ احمد کشمیری لکھتے ہیں۔ درست نام خواجہ عبدالاحد کشمیری ہے مفتی غلام سردار پسے تذکرہ رخزینۃ الاصنفیا، میں خواجہ احمد لکھتے ہیں جو لاہور میں آئی حرلت کے دوسرا ٹھاہہ محل بعد ۱۲۰۰ھ میں زیارت کیئے آئے اور فضل الدین صحاف کو متول مقرر کر کے کشمیر دا پس چلے گئے۔ خواجہ عبدالاحد نقشبندی کشمیری (خواجہ محمد شاہ نقشبندی کے لڑکے اور خلیفہ تھے اپ نے ۱۲۶۷ھ میں وفات پائی۔ خانقاہ شاہ نقشبند سر شاگرد کشمیری میں وفن ہوتے یقین مفتی غلام سردار لاہوری آپ نے ۱۲۶۷ھ میں زیارت کی غرض سے لاہور تشریف لائے۔ یہ بیان غیر صحیح ہے۔ آپ نے ۱۲۶۷ھ میں وفات پائی۔ میں یا اس سے پہلے لاہور میں تشریف لائے ہوں گے اُن کے والد ماجد خواجہ محمد شاہ نقشبندی کا مدفن مقبرہ حضرت شاہ محمد خوٹ قادری لاہوری ہی ہے جو مرجع خاص دعام ہے۔

اسے بعض تذکروں میں فضل الدین صحاف لکھا ہے ہر حال فضل الدین اور محمد بخش باپ ہیا ایک بھی خاندان سے نعلق رکھتے تھے چونہہ مفتی ہاقراندرول بیلی دروازہ میں ان کی رہائش تھی۔ آپ نے مہاراجہ رنجیت سنگھ اور اس کے جانشینوں سے عملہ میں تجارت کتب اور صحافی کا ایک عنیتم کا نہ کھولا جس پر ہاروں روپے ماہوار شیخ آتا تھا اور تحد و مصروف نقاشی خوشنویں اور جلد سازی کا کام کرتے تھے اس زمانہ میں پنجاب میں پھیلے کا نہ تھا اور اس کا رخانہ کی کتنا ہیں محفوظ قیمتیوں پر ایران خراسان تک جاتی تھیں رہائی صفت پر

روضہ کی مرمت ۱۸۸۰ء سے ۱۸۸۴ء کے درمیان رائے بہادر کنہیا لال ایک یونیورسٹی نجذبیت کی نگرانی میں کرتی۔ یقینی محدث دین فوق لکھتے ہیں کہ سید سید محمد آغا بہادر حضرت سید میر جاں متولی کی تحریک سے زمگری پر عہد میں مسلمان لاہور نے اس کی دارگزاری کے لئے کوشش کی۔

چنانچہ ایک مدت کے بعد ۱۸۹۰ء کو ٹاؤن ہال لاہور میں ایک جلسہ عقد ہوا جس میں مسٹر ڈوٹی سابق کمشنر نے اعلان کیا کہ خانقاہ حضرت ایشان جو محکمہ نزول میں مدت سے چلی آرہی تھی گورنمنٹ نے بعد میں احتماً اراضی بنطور عطیہ مسلمانان پنجاب کے حوالے کر دی اس پر خان بہادر محمد برکت علی خاں و دیگر اکابر شہر لاہور دروساً با غباپورہ نے گورنمنٹ کا مشکر پرداز کیا۔ پھر ۱۸۹۱ء میں حضرت سید محمد آغا المتوفی ۱۲۹۹ھ طابن کا شکر پرداز کیا۔ اس کے بعد ۱۸۹۲ء میں حضرت سید میر جاں نے مسجد اور روضہ کی دیواروں کو مرمت کر دیا یہ دونوں

ریقیقہ حاشیہ (۳۹) یہ کارخانہ بازار مسجد وزیر خاں لاہور میں واقع تھا اور بازار صحافیوں کے نام سے شہر میں مانے جاتے تھے۔ مسجد و مکان اسلامی کا خطاب ملا تھا۔ قرآن مجید و روایتی اسلامی کتب کی مکھائی اور پھیپھائی کا خاص تنظیم تھا۔ وفات ۱۲۶۳ھ میں پائی مزار اندر دل چار دیواری حضرت صاحب فارسی موجود ہے۔

آپ کا نام لاکھ کنہیا لال وطن بیسی ضلع ایشہ اور کاستھ خاندان سے تعلق رکھتے تھے ہندی تخلص، شعر دستخط میں مولوی احمد بخش بیدل سے اصلاحی۔ فارسی اہدار دو میں بہت سی کتابوں کے حصہ میں راجحت نامہ منظوم فارسی (۱۸۷۲)، نکاریں نامہ (قصہ سیر لنجھا)، فارسی نظم (۱۸۷۳)، تاریخ لاہور اور نشر (۱۸۷۴) تاریخ پنجاب اور دو نوش (۱۸۷۵)، اخلاقی نہادی (۱۸۷۶)، بندگی نامہ (۱۸۷۷)، نعمت نامہ (۱۸۷۸)، ٹلزار ہندی فارسی اردو نظم میں بڑا سارہ تصور اور اخلاق کا زنگ بھایاں ہے مفتی غلام سرور کے نہو شاگردوں میں سے تھے۔ آپ اخخار کشمیری لاہور کے مدیر تھے۔ اخبار نویسی کے ساتھ بے شمار تاریخ پر کتابیں بھی لکھیں ان کے علاوہ آپ کے کئی مصنفوں میں لاہور کے ماہوار سماں شباب اردو اور قوس و قریح میں شائع ہوتے۔

سبے میں بڑے فاضل اور صاحب علم و آداب تھے۔ ۲۵ ستمبر ۱۸۹۱ء میں وفات پاتی۔ آپ انگریز اسلامیہ کے بانی لاہور میونسپل کمیٹی کے داس پریز ڈنٹ پنجاب یونیورسٹی کے فیلو سر سید علی محمد ڈنٹ اور علی گڑھ کا بچ کے مرٹی تھے۔ بہر دعڑی اور سماجی کارکن تھے۔ سرکار روڈ و مسچی کے معادن و مددگار اور علی گڑھ کا بچ کے مرٹی تھے۔ بہر دعڑی اور سماجی کارکن تھے۔ دروازہ برکت علی محمد ڈنٹ ہال آپ کی یادگار بنتے۔ ۱۹۰۵ء میں وفات پاتی اور درگاہ حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ بیرون دبلي دروازہ لاہور میں دفن ہوئے۔

کہ رائے بہادر کنہیا لال اپنی کتاب "تاریخ لاہور" میں بیان کرتے ہیں کہ موجودہ مسجد کی بناء رہتی صورت

بزرگ حضرت ایشان[ؒ] کے مزار کے مشرقی پہلویں مدفن ہیں جنوب کی طرف روضہ کے اندر
حضرت ایشان[ؒ] کے متعلقین کی قبریں ہیں۔ دروازہ کلاں کے دونوں جانب امراء کا بخشیدت
مندوں کی قبریں ہیں جن میں بابا مسیان محمد بادر چی مولوی حاکم علی سابق پریسیل اسلامیہ کالج
لاہور مسیح دین کا چھوٹا جلال الدین کا چھواوران کی ولاد مسیان کیم بخش، نشی الشذخیش بابا
غلام محمد متولی خانقاہ اور مسیان عبدالرشید متولی خانقاہ مدفن ہیں۔

مزار کے جنوب کی طرف مولوی حاجی فیرود الدین کا قبرستان ہے۔ صحن مسجد کے پاس جنوب
کی جانب اپک چوبی سقف تخت پوش تھا۔ جونقاہی کے کام کے علاوہ زندگانی شیعوں سے مرصع تھا
یہاں حضرت سید میر جان[ؒ] اتنا کاف کیا کرتے تھے جواب موجود نہیں۔ حضرت ایشان[ؒ] کے روضہ
کے پاس ایک بلند ٹیلیہ کھڑا ہے یہ پڑا دہ رآوا تھا۔ اس آدا سے آپ کے روضہ اور اس کی
متعلقہ عمارت کے لئے ایشییں خصتہ ہوتی تھیں۔

دقیقیہ حاشیہ صنایع وابدگریا پہاڑ نے قائم کی اور باغیچہ کو بڑھا دیا اور دگر دشاندار عمارتیں تعمیر کرائیں۔ بیان
کرتے ہیں کہ ناظمان لاہور کے عہد حکومت میں مسجد بڑی وسیع و عریض تھی مگر انتقلابات زمانہ کے
باعث تنی نہیں بڑی مسجد ایک محراب اور میں عالی شان گنبد پر مشتمل ہے۔ ایک گنبد بڑا اور دو
چھوٹے یہ تینوں مدد مقطوع بنے ہیں۔ چاروں گوشوں پر چار چھوٹے چھوٹے مینار ہیں جو خصتہ اور
چونپیچ استراحتاں ہیں مغل اور انگریز فن تعمیر کا نمونہ پیش کرتے ہیں۔ شمالی جانب چاہ غسل خاؤستگاہ بھی
ہے جنوبی جانب طالبان علم مریدین اور مسافروں کے رہنے کے لئے چند جھرسے اور ایک مسافرخانہ بھی ہے
مسجد کے جھرے ایک منزلہ ہیں ایک جھرہ شمال کی طرف ہے ایک جنوب کی طرف درمیان میں مسجد کے پانچ
دروازے ہیں جن میں وسط کا دروازہ سب سے بڑا ہے۔ یہ مقام پہنچنے والکل دیران تھا۔ گھنڈ رجا بجانظر آتے
نہیں جن سے معلوم ہوتا تھا کہ کسی زمانے میں یہاں عمارتیں عالی شان ہوں گی مگر اب بہرہ ایک حوض باقی تھا جو زیر
کے ساتھ ہوا تھا۔ ایک ٹوٹی چھوٹی مسجد تھی جس کی کسی قدر بخوبی دیوار کا کچھ حصہ قائم تھا کنوں کا کہیں
نشان دکھاتی نہ دیتا تھا۔ حضرت سید میر جان[ؒ] نے مسجد کو آبلوکیا حوض ہوا یا کنوں جاری کیا جس کا پانی ٹھنڈا
ادسریں ہے خانقاہ کا گنبد الہی مرمت طلب تھا۔ گنبد پر سقرا کا گھر تھا جس کے لشانات اب بھی دکھاتی رہتی ہیں
حضرت سید میر جان[ؒ] نے گنبد و مسجد کی زیارت عمدہ اور خاطرخواہ مرمت کر دی۔ مولوی حاکم علی سابق پریسیل اسلامیہ کالج
لاہور اور قندکرہ مریدین نے اس کا رخیری خصہ لیا مولوی حاکم علی نے اپنی تختخاہ اور مریدوں نے اپنی آمدی اس کا رخیر کے
لئے وقفہ کر دی اور یہ دران تمام رزیریو آباد ہو گیا۔ مسیان شیر محمد شریف پوری المحتوفی، ۱۹۴۰ء حضرت ایشان[ؒ] کے ساتھ
والہمہ سقیدت و ارادت رکھتے تھے اور آستانہ مبارک پر حاضری دیتے تھے اسکے بعد مسجد کے شمالی جھرہ ہیں سببے جو اپکے نام پر ہوئے

اولاد امجاد حضرت ایشان رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے چھ فرزند احمد بن اور پانچ لڑکیاں تھیں۔

۱۔ خواجہ ناج الدین خاوندؒ۔ آپ جامع علوم و فنون، صاحب علم و عمل اور صاحب جالؒ^۱ قال تھے۔ زید و تقویٰ میں اپنی نظیر آپ تھے۔ لاہور میں وفات پائی۔ آپ کی قبر ابھی تک لاپتہ ہے۔

۲۔ خواجہ خاوند احمدؒ۔ آپ والدگرامی کی وفات کے بعد سجادہ نشین ہوئے صاحب ولایت تھے علوم ظاہر و باطنی میں متعالات بلند رکھتے تھے۔ اپنے والد ماجد سے اخذ فیض کیا اور انکے خلیفہ و مرید تھے۔ اہل خلق کثیر نے آپ کی ذات و برکات سے اخذ فیض کیا۔ مولوی امام بخش اپنی کتاب "حدیقتہ الاسرار فی اخبار الابرار" میں بیان کرتے ہیں۔

"بائے خواجہ احمد اولاد خواجہ خاوند محمود دلاہور آمدہ نولیت خانقاہ شرفیہ کروضہ مطہرہ است بذمہ مسی فضل الدین صحاف کردہ واپس شد بائے باز آمد کر پادشاہان دہلی بوسے کمال اعتقاد بود و بیگمات ازویے پرده نہی کر دند"

۳۔ شعبان لمعظم بوقت صبح ۲۰۰۰ وفات پائی اور روضہ حضرت ایشان میں فن ہوئے۔

۴۔ خواجہ خاوند محمودؒ۔ آپ صاحب علم و فضل، مرجح خلاق اور علوم ظاہری و باطنی میں مکمل تھے۔ اپنے جدِ اعلیٰ کے سہم نام تھے۔

۵۔ خواجہ خاوند معین الدینؒ۔ آپ پدر بزرگوار کی وفات کے بعد مستقل طور پر پشمیر میں اقامت پذیر ہو گئے تھے۔ وہاں اپنے والد ماجد کی تعمیر کردہ خانقاہ میں تھا ا عمر درس

حدیث اور فقہ میں حضرت شیخ عبدالحق مرشد دہوی کے شاگرد تھے، اپنے والد ماجد سے اخذ فیض کیا، اور ان کے خلیفہ و صریح تھے۔ تابع شریعت و ترویج سنت و رفع بدعت اور زہد و درع و تقویٰ میں اپنا نظیر نہ کھلتے تھے تمام علماء و صلحاء وقت آپ کی تحریر و تقریر کو قبول کرتے۔ حکام روایت و عدالت میں آپ سے فتویٰ حاصل کئے جاتے تھے۔ سلسلہ شد و مہابت اور درس فندریں میں آپ خطہ کشمیر میں قبول خارج تھے کشمیرے علماء و صلحاء میں ملا محمد طاہر خلف ملا جیدر ملا ابوالفتح کلو ملائیون مدرس مفتی محمد طاہر مولانا عبد الغنی اور مفتی شیخ احمد آپ کے پاس خانقاہ میں تشریف لاتے اور ارشادات گرامی میں تفیض ہوتے تھے۔ آپ نے علمائے وقت کی درخواست سے کتاب فتاویٰ نقشبندیہ اور کنز السعادت تصنیف فرمائی۔ ان کے علاوہ کتاب ضحاۃ مرات الطیبۃ مقامات محبوبہ مراد اقتضو سیرہ البشائر و تفسیر بہام تشریح القرآن آپ کی مشہور تصنیف ہیں۔ اپنے زمانے کے عمدہ صلحاء میں بے حد قبول تھے۔ آپ کا شمار مشايخ نقشبندی اور فقهاء حنفی ہیں ہوتا ہے کنز السعادت۔ یہ کتاب عقائد و ایمانیات را میں سنت و جماعت پر مشتمل ہے انساں سادہ اور جا بچا اشعار سے آرائستہ ہے بطالب کتاب کو چار اکان را جاب، یک خاتمه اور ختم خاتمه پڑتی تیب دیا۔

رکن اول: در احتمادات و محبوث خلافت۔

رکن دوم۔ در فقہ مال ابادو۔
رکن سوم۔ در فضیلت و خصائص معراج و معجزات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و سنته و فضائل خلفاء راشدین۔

رکن چہارم۔ در تصوف و اخلاق صوفیہ مثل علم و عمل۔

خاتمه۔ در عدل و احسان سلاطین۔

ختم خاتمه۔ در اخبارات رحمت و مغفرت۔

ہر کتن کے تحت متعدد فضول ہیں۔ عہد عالمگیری میں تالیف ہوتی۔ سال تکمیل ۳۰۹۰ھ جو اس شعر سے برآمد ہوتا ہے۔ ۷

بانتے گفت بے ریانی شمارہ ہست اہل تحفہ معین الدین
اس کتاب کے صرف دو قلمی نسخے ایک نسخہ رائل ایشیا مک سوسائٹی کلکتہ، دوسرا
پنجاب پبلیک لائبریری لاہور میں موجود ہے۔ ان کے علاوہ حضرت ایشاںؒ کے ملفوظات
رائل ایشیا مک سوسائٹی کلکتہ (بھارت) میں موجود ہے۔

قادی نقشبندیہ۔ اس کتاب میں علم شریعت فقہ اور اسرار و روز طریقت بیان
کئے ہیں۔ اس کتاب کے تین قلمی نسخے ہیں۔ ایک نسخہ پشاور یونیورسٹی پشاور دوسرا بانگلہ پور
لاہوری (بھارت) اور سیر ملائیعقوب تاجر کتب کوئٹہ میں موجود ہے۔

کتاب درضوانی مرات طبیبہ مقامات محمودیہ پنے والدگرامی کے مناقب، مقامات
تصرفات اور حالات زندگی میں لکھی ہے۔ کتاب درضوانی، کلچرل اکڈیمی جموں و کشمیر سری نگر،
مرات طبیبہ مقامات محمودیہ، رضا لاہوری ریاست رام پور (بھارت) اور انڈیا آفس
لندن میں بصورت مخطوطہ موجود ہیں۔ زبان فارسی انشاد سادہ اور عام فہم ہے جو راہ القلوب
اور سیر خیر البشر یا سیر محمدی۔ ان کتابوں کی موجودگی تا حال لامپتہ ہے تحقیق جاری ہے۔

عہد عالمگیری کی نایاب فارسی تفسیرہ نام نشر تصحیح القرآن قابل ذکر ہے یہ تفسیر حضرت خواجہ
حناء بن عین الدینؒ نے، رجب ۱۱۰۰ھ کو لکھنی شروع کی، اور ۱۱۰۴ھ میں اس کی تکمیل ہوئی گیا
نو یا چھ ماہ میں مکمل ہوئی۔ اس کتاب کے دو قلمی نسخے ہیں۔ ایک نسخہ ادارہ نوادرات علمیہ ایک
سلہ ایتکے پنی فہرست انڈیا آفس لاہوری لندن میں اس کتاب کا نمبر ۵۹۵۸۱ لکھتے ہیں۔ مقامات محمودیہ
یا مرات طبیبہ ایک کتاب کے دونام بیان کرنے ہیں۔

۲۔ مأخذ رالہ خدام الدین لاہور قرآن نمبر ۱۹۷۶ء

۳۔ اس ادارہ کے سرپرست جاپ قاضی محمد زاہدین الحسینی کمیل پوری ہیں، آپ بہت نیک، فیض
اور علم دوست ہیں آپ کئی کتابوں کے مصنف ہیں آپ کی تالیفات میں سے تذکرہ المفسرین اور تفسیر قرآن کو
ناصی شہرت ہے، یہ قلمی نسخہ آپ نے ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد کو اب عطا فرمایا ہے۔

کیمیل اور دوسرا حکیم محمد عرفان صاحبہ ناظم شریعت ٹونک (بھارت) کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ اس سخن کا تعارف کرتے ہوئے ”معارف“ اعظم گڑھیں لکھا گیا ہے۔ ”شرح القرآن فارسی“ کے کوئی سخن کا علم ٹونک کے کتب خانہ کے علاوہ اب تو نہیں ہو سکا ہے۔ معارف ج ۹۹ بیش ۳ ص ۲۵۵۔

ادارہ فوادرات علمیہ امکنہمیل پور کا سخنہ اس اعتبار سے اہم ہے کہ پاکستان میں کوئی دوسرا سخنہ معلوم نہیں۔ یہ سخنہ کرم خور وہ اور کسی قدر آب رسید ہے جس کے باوجود محفوظ ہے۔ یہ تفسیر بہ نام ”شرح القرآن فارسی“ تیس انج طویل اور بالیں اپنے عرضیں سفید و سیز چکنے کا غذ کے ۱۲۵۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے آخر میں کرم خوردہ مطورو سے درج ذیل عبارت پڑھی جا سکتی ہے۔

وَقَدْ وَقَرَأَ عَنْ مِنْ تَصْنِيفِ شِرْحِ الْقُرْآنِ بَعْدِ سَتَةِ شَهْرٍ
وَسَطِيُومُ الْثَّلَاثَاءِ مِنْ أَوْلَى سَنَةِ خَمْسِ السَّبْعِينِ بَعْدِ الْفَ
حَوْلِ حَوْلٍ عَنْ هَجْرَةِ سَيِّدِ الْأَنْبِيَاِ اَفْضَلِ الْهَرَسِلِينَ صَلَوَاتُ اللَّهِ
وَالسَّلَامُ عَلَيْهِ عَلَى الْلَّهِ وَاصْحَابِهِ اَجْمَعِينَ

دوسرے سخنے کے صفحات ۱۲۰ میں، اور وہ بھی ۲۰۰۰ء۔ احمد کا لکھا ہوا ہے اس کی کتابت ۱۰۰۰ء احمد زد انج کے آخر ایام برور سچنیشنبہ کو حتم موتی۔

اس تفسیر کے مفسر خواجہ معین الدین اپنی تفسیر کے دیباچہ میں رقم طراز میں۔

آخاز

شده ایں شرح قرآن تابش ماہ تمام از فیضن عامر رب خغار
بلطف فارس ایں تفسیر کردم کہ خاص و عام را باشد خودار

لہ ماخذ رسالہ فکر و نظر اگست ۱۹۶۷ء ص ۱۲۔

لہ نیسخہ سعید بہ لاہری ٹونک میں ہے۔ ظاہر ہوتا ہے کہ سعید بہ لاہری ٹونک میں ادھریم محمد عرفان ناظم شریعت ٹونک کا سخنہ ایک ہی ہو۔ ۱۰۰۰ء سے قبل ایک فسر جانی جیں نے قرآن مجید میں فارسی تغییر نقش مطلقاً ۹۰۰ء میں لکھا۔ ہموقت لوڈھی خاندان ہندوستان پر حکمران تھا۔ یہ منظوظہ انسخنیلہ خانم پر سپل انٹر میڈیٹ گرلز کالج خایروال ضلع ملتان کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

نختیں ابتدائش در حب شد
شد آخر در محروم نسخه طیار!
مرا در واقعہ ایں امر کرده
بخوا بچہ نام ایں تفسیر دادند
باب فضیل حق در هسر چه جوئی
دنش پر سودا زند و شیری
پر آرست تارخیش نامش
خداؤند تصانیف معینی!

اس تفسیر کا نام "شرح القرآن معین" بھی اہمی نام ہے کہ مرتب رحمۃ الشرعیہ کو
خواب میں القاب کیا گیا۔ اسی تفسیر کے دیباچہ میں سلطان او زنگ زیب عالمگیر کا ذکر ہیں
بیان کرتے ہیں۔

شاہ عالمگیر بہادر او زنگ زیب

نہے خاتماً لزم امشتاج شاہیت دجودش منبع فیض الہیت
نظم سلطنت فخر سلاطین، فروع آفتاب دولت رویی
ولیک او بکمال شغل شاہی بود پیوستہ در کارِ الہی
نحو نہ تفسیر" سورۃ النازح لقول ابن عباس کی ایسے و لقول مجاہد نسیت
و بقول اکثر مفسرین و باہر نازل شد کیے مر مکرمین فرضیت الصلوٰۃ و دوم درینہ
بادرات القبایل و تحقیق شدہ کہ فاتحہ کی ایت بقولہ تعالیٰ ولقد اتبینک سبعاً من
الہٹانی و هو مکی الحمد لله هوراس الشکر لقوله علیہ السلام الحمد
واس الشکر مثکراً اللہ من لم یکمالہ والذم نقیص الحمد الکفوان نقیص
الشکر حمد لغوری سپاس زبانیت بر تصدیق مظیہ برابرست کہ تعلق بکر و بنعت بیانہ، و حمد
صلوٰۃ تعریف محمود است با وصف کاملہ و صفات شاملۃ الخ" ۱

اس تفسیر میں بھی احکام کے مسئلے میں آپؒ جا بجا فتاویٰ نقشبندیہ کے حوالے بھی دیشے

۱۔ شرح القرآن معین (۱۰۰ ص)

یہی خس سے یہ امر عیال ہے کہ آپ نے تفسیر قرآنی نقشبندیہ مرتب کرنے کے بعد تحریر فرمائی۔ ان کتب کے علاوہ آپ نے عربی زبان میں ”زبدۃ الرفایہ“ تحریریک ہے، یہ تغیریقی مختصر و مبسوط سید یہ لا تبریری ٹونک میں موجود ہے (بحوالہ قاضی محمد عمران ملأمعین کشمیری) مقالہ مشمولہ معارف مارچ ۱۹۶۲ء ص ۲۲۱ آپ عظیم خطاط تھے، آپ نے اپنے دست ببارک سے صحیح بخاری اور رسالت تحقیق الاشارة تصنیف شیخ عبدالحق محدث ذہلویؒ ۱۰۵۹ھ میں لکھا تھا۔ یہ دونوں خطی نسخہ سید یہ لا تبریری ٹونک میں محفوظ ہیں (بحوالہ حکیم قاضی محمد عمران ص ۲۲۵) آپ نے ۲۹۔ محمد الحرام ۱۰۵۹ھ میں وفات پائی۔ روضہ سری نگر کشمیر میں ہے جو خانقاہ نقشبندیہ کے صحن میں درگاہ حضرت نقش بند کے نام شہنشہ ہو رہے ہے۔ بیرون روضہ اور جگہ شری میں آپ کی حرم محترمہ اور ولاد و اخداد کی قبریں ہیں۔ آپ کا روضہ ببارک اخروٹ کی لکڑی کا ہناہ ہوا ہے جس پر نقاشی کے نام نہ رہنے پائے جاتے ہیں۔ روضہ کی جالیاں نقش و نگار سے مرصع ہیں روضہ کی جالیوں میں درج ذیل اشعار کندہ ہیں۔

۱۔ رُخْ تُوقِلَهُ لِلْتَّمَنْ ! در تو کعبہ مقصود دلہا

۲۔ بِحَالَتِ عَكْسِ نُورِ لَا يَرِي إِلَى ! کمالت از زوال و نقص خالی

۳۔ ظہور نور مہر مصلطفانی مہر تاہاں اور جسمہ نہیں

۴۔ سید منزل ہر آنکھ را ہش دو علم زیر پادار ذنگا ہش

۵۔ خواجہ خاوند قاسم آپ عالم و فاضل اور صوفی با عمل تھے۔

۶۔ خواجہ بہار الدین آپ زادرو عابد تھے والد بزرگوار کی وفات کے بعد شاہی ترک کر کے گوشہ نشیدنی اختیار کر لی تھی تمام عمر اپنے والد کے روضہ کی نگرانی کرتے رہے، اپنے والد باغہ سے انہوں فہرست کیا اور اسی مقبرہ میں دفن ہیں۔ آپ کی قبر ابھی تک لاپتہ ہے، بیان کرتے ہیں کہ اس روضہ کے نہہ خانہ میں ہرگز جس کی انجمنی تک تصدیق نہیں ہو سکی۔

لئے تحقیقات جیشی ص ۶۷) میں درج ہے کہ گوشہ نشیدنی و جنوبی میں ایک مقبرہ بچتہ چونہ کجھ ان کے صاحب زادہ عالی شان سی بہار الدین کا ہے۔ یہ قبر بندگ مرمر کی بنی ہوئی ہے بعض بیان کرتے ہیں کہ خواجہ بہار الدین خانقاہ نقشبندیہ سری نگر کشمیر میں دفن ہیں۔

ان حضرات کی اولاد کا ذکر تفصیلی اور اجتماعی طور پر کیسیں نہیں ملتا مفہومی غلام سرور نے خزینۃ الاصفیاء جلد اول میں تحریر کیا ہے کہ خواجہ معین الدین نقشبندی کے چار فرزند تھے تبیں تو آپ کی زندگی ہی میں وفات پائی تھے چوتھا فرزند خواجہ نظام الدینؒ بھی خورد سال ہی تھا کہ آپ خود الشد کو پیارے ہو گئے آپ کی زوجہ مختصرہ بیگم صاحبہ نے اپنے خورد سالہ بچے کی تعلیم و تربیت کی جس سے رشد کو پہنچے توجہ امجد کی خانقاہ کے سجادہ نشین ہوتے اب تک خواجہ معین الدینؒ کے خلیفہ عظام مولانا عبد الحکیم سپرخواجہ عبدالکریم بانڈی خلافت و خانقاہ کے فرانض سر انجام دیتے ہے۔ خواجہ نظام الدینؒ کی وفات کے بعد ان کے فرزند خواجہ الرذین محمد آفتاب المعروف بہ اقبال کے شیر سجادہ نشین ہوتے۔ آپ مادرزاد ولی تھے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والدگرامی کے زیر سایہ پائی قرآن مجید حفظ کیا۔ پھر شیر کے جتید علماء و فضلا ر سے تحصیل علوم کی۔ پدر بزرگوار کی وفات کے بعد احمد سیوطی کے حلقة ارادت میں داخل ہو کر تکمیل سلوک کی اور خرقہ خلافت پایا۔ تمام عمر اپنے جبار امجد کی خانقاہ میں درس و تدریس اور ارشاد و مدد ایات میں مصروف رہے۔

اپنے جبار امجد کی خانقاہ میں درس و تدریس اور ارشاد و مدد ایات میں مصروف رہے۔
لہ نشی محمد دین فرقہ اپنی کتاب اقوام کشمیر بحوالہ رسالت محدودیہ تذکرہ حالات بزرگان کشمیر فتح خانقاہ نقشبندیہ مصنفہ خواجہ عبد الرحمن المتوفی ۱۲۸۹ھ نقشبندی الحطمری سجادہ نشین خانقاہ نقشبندیہ کشمیر مطبوعہ تصنیف ۱۲۸۵ھ میں خواجہ شرف الدین محمد کو پس خواجہ معین الدین ہادی مکھتے ہیں اور خواجہ نظام الدین کو فرزند خواجہ شرف الدین محمد اور پوتا خواجہ معین الدین ہادی جو بیان کرتے ہیں جو درست ہے۔ اس بیان کی تائید مولانا امام بخش جام پوری (ڈیرہ غازی خان) کی کتاب "حدائقۃ الاسرار فی اخبار الابرار" سے بھی ظاہر ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہر ڈائلیکٹ حضرت عالی جانب خواجہ نور الدین محمد آفتاب فرزند رحمہ خواجہ نظام الدین ابن خواجہ شرف الدین ابن خواجہ معین الدین ابن خواجہ خاوند محمد نقشبندی کو ولی کامل و مکمل بود قہ سرہ دو مرقدہ شانہ شاہ بن باظو پرست ۱۰۸۵ھ درج ہے۔

بنظہور پوریت گتاری سعی کبیر کشمیر میں آپ کاسن پیدائش ۱۰۸۵ھ درج ہے۔
لہ حضرت خواجہ احمد سیوطی المتوفی ۱۲۷۴ھ میں ترکستان کا ایک شہر شہر جو خواجہ یوسف ہندی المتوفی ۱۲۵۰ھ کے مرید و خلیفہ اور اپنے عہد کے بالکمال ولی تھے۔ ان کی اولاد امداد سے تھے اپنے جبار اعلیٰ کے سعی نام تھے صاحب علم و فضل اور مظہر کمالات فلہر و ہاطن تھے۔ تحریر و تغیریہ اور توکل میں متاز تھے اپنے وطن مالوف سے بغرض سیاحت نکلے جو ہن شریفین بیت المقدس، شام، عراق اور روم درود سے ہوتے ہوئے پہلے وارد ہند و سستان ہوئے۔ پھر کشمیر جا کر اقامت پذیر ہو گئے کبھی بھی طاشاہ قادری کی خانقاہ پر جا پا کرنے تھے کچھ عرصہ کے بعد حضرت خواجہ معین الدین کو معلوم ہوا تو آپ کو بہزار التجاہی بہساں سیکی میں لے آئے آپ کے علی مرحوم وحابی فضل و کمال سے اہل کشمیر نے بہرہ و افرحال کیا اور اسی دفاتر پائی

ایک خلق کشمیر نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔
آنچہ از حق خواستے دریافتے
یعنی کس را در عالم نگداشتے

۱۱۵۶ھ میں وفات پائی۔ مزار کشمیر میں ہے۔

قطعہ تاریخ وفات حضرت خواجہ نور الدین محمد آفتاب المعروف بہ آفتاب شیر
چول در زیر زمین گردید روپوش
جناب آفتاب حسن مولے
بسال استغاثان آل شهر دیں
قسم شد آفتاب خلد والا ۱۱۵۶ھ

خواجہ نور الدین محمد المعروف بہ آفتاب کشمیر کی وفات کے بعد ان کے فرزند خواجہ
کمال الدین سجادہ نشین خانقاہ ہوئے۔ آپ فیاض غریب نواز اور عالم باعمل تھے۔
۹۔ ماہ ربیعہ ۱۱۸۷ھ میں سمی حاجی کوتول کے ہاتھ پنی خانقاہ نقش بندیہ میں شہادت
پائی۔ وہاں ہی دفن کئے گئے۔ مزار کشمیر میں ہے۔ مصرعہ

شد شہیدیہ آل سید و صنی کمال الدین ۱۱۸۸ھ

خواجہ خیر الدین ابوالنجیز بن خواجہ کمال الدین بن خواجہ علاء الدین مزار برادر کو چک
خواجہ نور الدین محمد آفتاب کشمیر نے اپنے علم و فضل اور زہد و تقویٰ کی بدولت بہت
شهرت پائی اور اپنے بزرگوں کے سلسلہ طریقت کو جاری رکھا۔

حصہ اول

شجرہ نسب حضرت خواجہ بزرگ بہادر الدین محمد نقشبندی

و خواجہ علاء الدین عطاء نخاری

حضرت محمد مصطفیٰ صدیق اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت فاطمہ زہرا بنت رسول اللہ علی مرتضیٰ داماد رسول اللہ زوج البتول

حضرت امام حسین شہید رضا صاحب

حضرت امام زین العابدین رضا

حضرت امام محمد باقر رضا

حضرت امام جعفر صادق رضا

حضرت امام موسیٰ کاظم رضا

امام موسیٰ علی رضا

امام محمد تقی

امام علی نقی

امام حسن عسکری

سید علی اکبر

سید فخر الدین

سید خلوقی

سید نقی نقیب

امام علی

سید اپلاق

سید محمد

سید ابو بکر کبیر

سید عبد الحق

سید برهان قیچی

سید جعفر

سید سفیان

سید محمد ولی

سید قاسم

سید عبد اللہ

سید زین العابدین

سید عسکری

سید عبد اللہ

سید حسین

سید حسین

راوی مصنفہ ۱۵ پر

سید قاسم

سید ابو بکر رضا

سید عبد الشفیع بن عثیمین

سید محمد خوارزمی

خواجہ سید علاء الدین عطاء

خواجہ حسین عطاء

ان کی اولاد کا سلسلہ

آخر کے صفحہ ۱۵ پر وصیہ

خواجہ حسین عطاء و خواجہ سید عطاء و خرززادہ حضرت خواجہ بہادر الدین نقشبندی نخاری فزیلان

خواجہ علاء الدین عطاء اندر ذریت آنہا در کشمیر موجود واند

لئے منقول بحر الازباب۔ ملیح فیوض مقامات خواجہ خاوند محمود و شیری محمدی وغیرہ

لئے بعض تذکرہ میں حضرت سید خلوتی بن سید شید محمدی الدین بن سید محمود بن سید علی اکبر بن امام حسن عسکری ۷
درج ہے۔ بحوالہ حیات جلوہ یہ حصہ اول مؤلفہ ایرس عادت حورخ کشیر

(بقیه ص ۵)

خواجہ سید علار الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ	سید بیان الدین
خواجہ حسن عطار	سید جلال الدین محمد
خواجہ یوسف عطار	سید محمد نخاری
خواجہ علی	خواجہ بیمار الدین محمد
خواجہ سرحدیں	نقشبندی نخاری
خواجہ محمد	
خواجہ بہار الدین	
سید ناصر ابوالعلاء	
خواجہ ابراہیم	
خواجہ خلیل	
خواجہ محمد فاضل آقا	
خواجہ محمد اشرف	
خواجہ محمد شرف	
خواجہ عبدالحسیم شیخ کمان	

حصہ دوئم

شجرہ نسب حضرت ایشائے عطار میں نقشبندی

العلوی نقشبندی اول اد امداد خواجہ سید علاء الدین عطار قدس سرہ۔ خلیفہ اول و
ماشیب مطلق و داماد حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند بخاری رحمۃ الرّحمن علیہ

خواجہ سید حسین عطار قدس سرہ

خواجہ سید علاء الدین حافظ قدس سرہ

خواجہ سید میر محمد قدس سرہ

خواجہ سید ضیا الدین قدس سرہ

خواجہ میر سید شریف الدین قدس سرہ

پیدائش ۹۶۵ھ → خواجہ سید خاوند محمود قدس سرہ ← دفات ۱۰۵۲ھ

خواجہ فادنڈ قاسم	خواجہ خاوند معین الدین	خواجہ خلوفند محمود	پانچ لوگیاں } خواجہ بہاء الدین
بادی نقشبندی دفات	"	"	چھ لڑکے } سجادہ نشین خانقاہ
۱۰۸۵ھ			حضرت ایشائے علیہ

خواجہ خاوند محمد سجادہ نشین خانقاہ حضرت ایشائے علیہ دفات ۱۰۷۲ھ لاہور

خواجہ شرف الدین محمد

لئے بعض تذکروں میں آپ کا نام خواجہ سن عطار لکھا ہے مگر کنز السعادت (قلمی سخن) تصنیف خواجہ معین الدین میں خواجہ سید خاوند محمود میں خواجہ حسین عطار ستر قسم ہے حقیقت یہ ہے کہ حضرت خواجہ علاء الدین کے دو فرزند تھے۔ حضرت خواجہ سن عطار اور خواجہ حسین عطار حضرت ایشائے خواجہ عطار کی اولاد امداد سے تھے خواجہ سید عبد الرحیم نقشبندی المعروف خواجہ شیخ نکان جو خواجہ حسین عطار کی اولاد امداد سے تھے جن کا شیخوں سب حضرت اعلیٰ میں درج ہے خواجہ سید عبد الرحیم نقشبندی المعروف خواجہ شیخ نکان ۹۹۰ھ / ۱۴۷۸ء میں پیدا عالمگیر تاشقند میں پیدا ہوتے۔ آپ نکنے خاندان میں تاشقند کی بادشاہی تھی مگر آپ نے تاشقند کی بادشاہی پر محمد کی گواٹی کو ترمیح دی۔ ۱۱۲۲ھ میں بصرہ ۲ سال حج کو تشریف لے گئے علم و فضل اور رہد و تقویٰ کی بدولت ہمشہر ہوتے اور اپنے بزرگوں کے سلسلہ طریقت کو جاری رکھا۔ آپ نے حضرت شیخ محمد عابدؒ بوجو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی اولاد سے تھے و ملاقات کی خواہش کی سرہند تشریف لے گئے رہا تھا (۱۴۵۲ھ پر)

خواجہ شرف الدین محمد

خواجہ محمد سنگین

خواجہ نظام الدین محمد

خواجہ بہار الدین

خواجہ علاء الدین فراز - وفات ۹۵۱ھ

روفات کشمیر

شاه جہان آباد مقبرہ حضرت باقی بالشہر

خواجہ جمال الدین

خواجہ نور الدین محمد فاٹکی شیر

پیدائش ۶۴۰ھ

وفات ۹۵۶ھ (کشمیر)

خواجہ خیر الدین ابو الحیر

خواجہ کمال الدین شہبید

شہادت ۱۱۸۸ھ

رباقی صدھ پر

خواجہ محمد شاہ

کشمیر

(باقیہ حصہ) مگر ڈیوڑھی پرہی تھے کہ آپ کی نجراً منتقال پر ملائی سنکر حواس باختہ ہوئے۔ آپ کے جانشین خواجہ مولیٰ خان فہمیدی سے بیعت ہوئے ایک سو سال کی عمر میں ۱۲۰۰ھ کو الشہ کوپیارے ہو گئے مولانا صدر الدین مصنف ذکر الصادقین اور شیخ الاسلام مولانا قوم الدین مصنف رسالت قوامیہ آپ کے نام سے خلفاً سے تھے۔ نماز جانہ کی امامت مولوی قوم الدین صاحب مفتی شہر جو آپ کے خلیفہ تھے جس بحسب الوصیت ادا کی اور محلہ سید داری سرمنی مگر کشمیر میں دفن ہوئے جب آپ کی شادی ہوتی تو محمد شاہ بادشاہ نے آپ سکھ لیمکن آباد کا علاقہ جو ضلع کوچراں نووالہ میں ہے جا گیریں پیش کیا۔ آپ کے دو فرزند تھے۔ پہلا خواجہ شاہ نواز جو جوانی ہی میں لاولدہ منتقال کر گئے۔ دوسرا خواجہ شاہ نیاز جنہوں نے اپنے خاندان اور خطہ کشمیر کا نام دنیا میں روشن کیا۔ اور خانقاہ نقشبندیہ کی بنیاد ۱۲۱۷ھ میں ڈالی۔ شیخ شرف الدین زینگیر جو آپ کے خلیفہ تھے نے رسالہ روضۃ الشرف درود فضیۃ الاسلام میں آپ کے حالات و مقامات عالیہ کا ذکر کیا ہے۔ خواجہ محمد شاہ نقشبندی خواجہ شاعر نیاز نقشبندی کے فرزند بعندہ اور سعادت مند خلیفہ تھے۔ آپ نے سید صغر شاہ قادر گی کی لڑکی سے شادی کی علم معنوی کا درس اپنے والدہ ماجد سے حاصل کیا۔ آخری عمر میں کشمیر کو الداع کیا اور لاہور میں اقامت پیدا ہو گئے۔ اور لاہور میں ۱۲۵۶ھ جمادی الثانی اور میر شیرین دفات پائی۔ اور مقبرہ حضرت شاہ محمد غوث لاہوری میں دفن ہوئے۔ ملکہ کنز السعادت (قلمی سخا) تصنیف خواجہ عین الدین جو نقشبندی ہی کی تھی "تاج الدین" کا ذکر نہیں کیا۔ لہذا نام زائد ہے۔ مگر تاریخ غلطی کشمیر میں آپ کے سلسلہ نسب میں "تاج الدین" کا ذکر آتا ہے اور سلسلہ نسب میں طرح مرقم ہے میعنی لیکن ابن خواجہ خادم حمو در ج ابن خواجہ بہرستہ تشریف ابن خواجہ صنیا الدین ابن میر محمد نقشبندی ابن خواجہ تاج الدین ایک زادہ ہے۔ ملکہ کنز السعادت (قلمی سخا) تصنیف خواجہ عین الدین جو نقشبندی ہی کی تھی "تاج الدین" کا ذکر نہیں کیا۔ لہذا نام زائد ہے۔ مگر تاریخ غلطی کشمیر میں آپ کے سلسلہ نسب میں "تاج الدین" کا ذکر آتا ہے اور سلسلہ نسب میں طرح مرقم ہے میعنی لیکن ابن خواجہ خادم حمو در ج ابن خواجہ بہرستہ تشریف ابن خواجہ صنیا الدین ابن میر محمد نقشبندی ابن خواجہ تاج الدین ایک زادہ ہے۔ ملکہ کنز السعادت (قلمی سخا) تصنیف خواجہ عین الدین عطاء خواجہ عین الدین کے مقابلہ میں خواجہ اعظم مولف تاریخ غلطی کشمیر کی کوئی اہمیت نہیں۔

دیقیصہ خواجہ کمال الدین شہبید

خواجہ محمد شاہ

خواجہ علیخان	خواجہ مسعود الدین	خواجہ احمد شاہ	خواجہ سین شاہ
شہروت ۱۲۳۹ھ	وفات ۱۲۴۲ھ	وفات ۱۲۴۴ھ	وفات ۱۲۴۷ھ
اوپنیپال میں ہے۔	دکشیر	دکشیر	
وفات ۱۳۰۱ھ			

خواجہ محمد یوسف پیش امام نیپال	خواجہ محمد ابراهیم شاہ	خواجہ سید حسن شاہ
پیدائش ۱۲۹۵ھ	پیدائش ۱۲۹۹ھ	پیدائش ۱۳۰۲ھ
وفات ۱۳۵۲ھ		

خواجہ عبد النبی	خواجہ پیر شاہ	خواجہ محمد شاہ	خواجہ محمد شاہ
ان کی اولاد			
ختن اور کابل اور حقن میں موجود ہے			
وفات ۱۲۶۳ھ			

حستہ سوٹہ
خواجہ عبد النبی

دولڑکیاں	خواجہ عبد العزیز	خواجہ عبد الرحمن
وفات ۱۲۸۹ھ	وفات ۱۲۸۹ھ دکشیر	
		خواجہ عبد الخان

خواجہ غلام نبی	خواجہ قبول شاہ	سیدہ تاج النساء
وفات ۱۲۹۵ھ	(وفات ختن)	دکشیر

خواجہ غلام نبی	خواجہ علی محمد عطاء	خواجہ عبد العزیز	خواجہ عبد الخفوہ	خواجہ عبد المحمود عطا	دولڑکیاں
وفات ۱۲۹۵ھ	(وفات ختن)				
سید نور محمد					دکشیر
سید محمد عبد اللہ	سید عباس عطا	سیدہ تاج النساء	سیدہ تاج النساء		
					سید عبید الرحمن

تصانیف حضرت ایشان رحمۃ اللہ علیہ

رسالہ محمودیہ آپ کی مشہور رواہم تصانیف ہے۔ اس میں طریقہ اور اداؤ افکار کے علاوہ آپ نے اپنا شجرہ منحصر طور پر حضرت سرکار دفعا عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک مرقوم فرمایا ہے اور یہ رسالہ ۱۰۲۵ھ میں مرتب ہوا۔ اس رسالہ کا ضمیمہ بھی ہے جس کے مؤلف خواجہ محمد بن خواجه دفاتی نقش بندی ہیں۔ اس کا سن تصانیف ۶۷۶ھ صد ہے۔ اس ضمیمہ میں حضرت خواجہ محمد بن خواجه محمودیہ کے حالات درج ہیں۔

آپ اعلیٰ درجہ کے مبلغ و مناظر بھی تھے۔ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے شبیحہ علماء سے اکثر کامبیا بہاشٹے اور مناظر سے کئے اور غالب رہے۔ آپ نے رذیشیعت پر ایک رسالہ بھی تحریر فرمایا۔

حضرت ایشان عظیم خطاط تھے آپ نے حضرت یہودی بن عثمان الحجوری المعروف بہ دانگنجیش المتوفی ۵۹۶ھ کی کشف المجبوب کو اپنے زمانے میں اپنے دست مبارک سے نقل کیا اور حاشیہ پر مولانا عبد الغفور لاری کی چیدیہ چیدیہ شرح جو کہ مولانا نے فرمائی تھی اس کو بھی محفوظ رکھا۔ اس نسخہ کے آخر میں آپ کے دستخط مبارک اور تاریخ تکمیل بھی درج ہے۔ یہ نسخہ یک شنبہ عزہ ربیع الثانی بوقت دوپہر ۱۰۱۰ھ کو مکمل ہوا۔

بیان کرتے ہیں۔ اس نسخہ کے علاوہ ایک اور نسخہ کشف المجبوب کا آپ نے اپنے دست مبارک سے لکھا تھا جو اس وقت دارالعلوم دیوبند (بھارت) میں موجود ہے۔ اس نسخہ کی تاحال تصدیق نہیں ہوئی۔ اور تاریخ تکمیل کا بھی کوئی علم نہیں موجود۔ اس نسخہ کے آخری صفحہ پر عین وسط میں یہ عبارت درج ہے۔

”تمت تمام شد بتاریخ عزہ ربیع الثانی روز بکشنبہ بوقت دوپہر ۱۰۱۰ھ“

لے اس رسالہ کی موجودگی لاپتہ ہے۔ لے اس ضمیمہ کی موجودگی لاپتہ ہے۔ لے اس رسالہ کی موجودگی لاپتہ ہے جس تجویزی ہے۔ لے عام روایت کے مطابق آپ نے ۵۹۶ھ میں فوات پائی تک لبعض قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا حقیقی سین دفات اس سے متاخر ہے حضرت ایشان کے قلمی نسخہ ۶۴۵ھ تحریر ہے اللہ علیم باصواب۔ یہ قلمی نسخہ چونہری بعد العزیز صاحب ایم اے ایل بی رہا ق ص۵۶ پر۔

اسی صفحہ کے باہمیں کوئی نہیں "کتاب کشف المحبوب بندرہ ضعیف خواجہ خاوند
محمد ابن خواجہ شریف است مرید قطب العالمین خواجہ محمد احمد قدم قدس سرہ" ۱۲
مرقوم ہے۔ دوسری کوئی جانب "یلوح الخطافی فرطانی و حرا و صاحبہ مسمیہ فی الترابی" ۱۳
وفات پسیر علی ہجویری قدس سرہ درسن ۳۵۶ھ بود۔ لکھا ہوں ہے۔

اس نسخہ کی لکھائی نہایت خوبصورت عمدہ اور دیدہ زیب ہے۔ ۵۹۵ صفحات پر
مشتمل ہے تقطیع ۹۴، ہر صفحہ میں ۹۰ سطریں ہیں۔ مخطوطہ کا ابتدائی حصہ نقش و نگار
سے مرضع ہے۔ سُرخ روشنائی سے ہر فصل اور فہرست کتاب لکھی ہوئی ہے۔ عنوانات بھی
سُرخ روشنائی میں تحریر ہیں۔ تمام صفحات پر زریں جدول ہے۔ یہ نسخہ خطاطی کا بہترین
نمونہ ہے۔

(الباقیہ ص ۵۵) کلکٹر شمس زکر احمدی کے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہے۔

لے۔ ترجمہ۔ کاغذ پر لکھائی 'خط' زمانہ بھرپکتی ہے گی جیکہ اس کے لکھنے والا مٹی میں ریزہ ریزہ
ہو گیا ہو گا

خُلْفَاءِ حَضْرَتِ اِبْيَاشَ

- آپ کے انیں نامور خلیفے ہیں جو بعد تربیت و تکمیل مختلف ممالک میں ہدایت خلق اور تبلیغ اسلام کے لئے مامور ہوئے۔
- (۱) خواجہ احمد فرزند حضرت ایشان رحمۃ اللہ علیہ.
 - (۲) خواجہ خاوند معین الدین فرزند حضرت ایشان ح
 - (۳) خواجہ عبدالرحیم جو حضرت خواجہ سن عطاء بن علاء الدین عطاء کی اولاد امجاد سے تھے۔
 - (۴) خواجہ سید بحیی جو حضرت شاہ شہجاع کرمانی کی اولاد سے تھے۔
 - (۵) خواجہ محمد ایمن و حیدری۔
 - (۶) خواجہ عبد العزیز و حیدری۔
 - (۷) خواجہ ترسون المشہور بخواجہ باقی۔
 - (۸) خواجہ شادمان کابلی۔
 - (۹) مرتضیٰ ششم برادر خواجہ دیوانہ بخشی جو سجان قلی خان بادشاہ بخش کے مرشد تھے۔
 - (۱۰) خواجہ طیف درخشی۔
 - (۱۱) خواجہ باندری کشیری۔
 - (۱۲) مرتضیٰ ابراہیم برادر میر نعمان جو حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی کے خلیفہ عظیم تھے۔
 - (۱۳) حاجی ضیار الدین سمرقندی۔
 - (۱۴) خواجہ ابوالحسن سمرقندی
 - (۱۵) مولانا پائندہ حارثی۔
-
- (۱۶) شیخ پیر محمد (۱۷) شیخ محمد یوسف (۱۸) خواجہ بہادر الدین فرزند حضرت ایشان ح

ایسے مأخذ بزرگان لاہور مولفہ پیر غلام دستگیر نامی و خزینہ نسرا الصنیع احمد حصلہ اول از منقی غلام سروج راقم کی تحقیق کے مطابق سید عبدالرحیم نقشبندی المعرف شیخ کمان حضرت ایشان کے مرید و خلیفہ ہیں تھے خواجہ سید عبدالرحیم نقشبندی المعروف شیخ کمان کے والد کا نام خواجہ محمد شرف تھا۔ ۱۰۹۹ھ مطابق ۱۶۶۸ء تا شقند میں پیدا ہوئے پچھیس سال کی عمر ستر سو سال میں بقصد زیارت حرمین شریفین داولیاٹ کے لئے بخارا سے کابل تشریف لائے پھر شاور کے راستے سے ذہلی پہنچے اس وقت بندوستان میں شاہ عالم نبیرہ عالمگیر واقع بخش تاج و سریر تھے اور نواب سیف الدولہ سید عبد الصمد خان کے ہاں بوجہ قرابت قریزیہ ہمہ ان ہوئے جب نواب حبوب صوفیہ ملی سے حکومت پنجاب پر مامور ہوئے تو آپ اعتماد الدولہ قمر الدین خان نصرت جنگ کے ہاں مٹھرے پھر زیارت حرمین شریفین کو چلے گئے کئے عمر ایک سو سال پائی اور سن ۱۲ جمادی الاول ۱۳۰۰ھ روزہ شنبہ وفات پائی۔ محلہ سیدواری سری نگر میں دفن ہوئے حضرت خواجہ خاوند محمود آپ کی پیدائش سے پہلے ۵۲، ۵۳ میں وفات پاچ کے تھے

Marfat.com

بخاری اور حنفی مدرسہ نے رجو حضرت شیخ محمد شریف نقشبندی مجددی کے نام و مرید پر خلیفہ تھے، کے حلقة ارادت میں داخل ہوئے۔ اور خدمت مرشد میں رہ کر مقامات سلوک کی تکمیل کی اور خرقہ مخلافت و ارشاد بہادیت سے سرفراز ہوئے۔ آپ جامع کمالات صوری و محسوسی اور کاشف اسرار شریعت و طریقت تھے فقر اور استغفار میں بے نظیر و بے عدیل تھے اکثر افراد آپ کے ہاتھ پر شرف بہ اسلام ہوئے جس ب عادت آپ مسجد کے محابیت میں تشریف رکھتے اور طلبان علم و پڑا بیت کا اجتماع کثیر آپ کے ارد گرد رہتا۔ آپ علوم قرآن و حدیث کی ترویج اشاعت دین اسلام، حکماً شریعت کا انتباع ریاضت و عبادت، مراقبہ، ذکر و فکر سماع سے اجتناب، غیر شرعی امور سے احتیاط، جوش تبلیغ اور اعلاء، کلمۃ الحق کی پڑائی۔

ب) قطعہ تاریخ وفات حضرت مولانا سید احمد بیار بخاری مدرسی

زہی آں مصدر انوار سرمد کرناک نامی اش بدیار احمد رسیداز ہلف دو گوشہ ہوشم بجو تاریخ شان مختار الحمد ۱۲۹۳ھ

لئے حضرت شیخ محمد شریف نقشبندی المتبوعی ۱۲۶۴ھ پنے عہد کے اکابر صوفیاً و علماء سے تھے۔ آپ نے سلسلہ نقشبندیہ و مجددیہ کو فروع دیا۔ خطہ قندھار میں پیدا ہوئے اور شیخ محمد شریف نقشبندی مجددی کے ہمراہ سے شہرت پائی۔ بے شمار افراد آپ کے حلقة ارادت و عقیدت میں شامل ہوئے۔ سرہنہ شریف میں سکونت اختیار کی۔ ۱۲۶۰ھ میں وفات پائی اور سرہنہ شریفیہ میں مدفن ہیں۔

قطعہ تاریخ وفات حضرت شیخ محمد شریف نقشبندی از حضرت مولانا سید احمد بیار بخاری

مرشد ما شاہ محمد شریف ولطیف مرجع اقطاب شریف

مطلع انوار فیوضات حق مظہر اسرار روزات حق

نافع عطرار نر آہو خستن صورت او سیرت خلق حسن

عارف حق بود بحق ایقین علم یقین حاشت زحل المتبین

دادہ ز توحید قدم چوں نہاد در رہ توحید قدم چوں نہاد

علم و عمل شاہ مجدد دشند کامل اکمل چوشاہ نقشبندی

رونق ارشاد از دشند جدید مرشد او مرشد شاہ ابوسعید

مدفن سرہنہ حدیقہ حسن خطہ قندھار اصولوش وطن

احمد گنام بنصدق و صفائو فیض نتھا ریخ دراشد عطا

الف د و صد و شصت و صد اس چودیہ رحیم حنی باد بر و حشیز مزید

کرتے تقریباً ۷۰ سال لاہور میں آپ کا فیضان جاری رہا۔ خلق کثیر نے آپ سے علمی اور روحاںی فیض حاصل کیا۔ یہ سب حضرت ایشائی کی توجہ اور فیضان کا اثر تھا جن سے حضرت سید سعید شیر جان فیض یا بہوتے اور جن کے آپ ”اویسی“ تھے۔ اہل لاہور کے علماء و صلحاء میں مولوی شیر محمد شر قپوری رحمۃ اللہ علیہ و مولوی غلام قادر خطیب بیگم شاہی ہی

لے حضرت میاں شیر محمد المشہد و میاں شیر محمد شر قپوری المتوفی ۱۳۱۲ھ لاہور کے جید علماء فضلار سے تھے۔ علوم ظاہری و باطنی میں اکمل تھے۔ مستعین المزاج اور سادہ بہاس روپیں تھے۔ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے نامور بزرگ خواجہ امیر الدین کو مٹلوی کے مرید تھے۔ حضرت ایشائی سے بہت عقیدت رکھتے تھے اور مزار شریف پر اکثر حاضری دیتے۔ ایک دفعہ حضرت ایشائی کے مزار شریف پر حاضر تھے کہ مزار مبارک سے کشف ہوا۔ کہ حضرت ایشائی باہر نبھیتے ہیں۔ آپ پاہر مسجد میں تشریف لے آئے۔ مسجد کے درمیان حوض تھا اور حوض کے کنڈے حضرت سید سعید شیر جان کا بیلی سجادہ نشین خانقاہ حضرت ایشائی تشریف رکھتے تھے۔ آپ سے ملاقات انہی آپ نے پوچھا۔ ”آپ کہاں سے آئے ہیں؟“ کہاں صاحب نے جواب دیا۔ ”مکان شریف سے“۔ آپ بوسے اے۔ شیخ وقت اشتفت و محبت سے آپ کی سرخ آنکھیں خدا ہو گئیں۔ خبلہ نہ ہو سکا۔ مستی کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔ مراقبہ میں چلے گئے۔ کچھ عورت کے بعد میاں صاحب نے حضرت سید سعید شیر جان کو نذرانہ بصورت شیرینی پیش کیا۔ آپ نے قبول فریایا اور حاضرین مجلس میں تقسیم کر دیا۔ میاں صاحب کی زندگی اتباع سنت کی مکمل نمونہ تھی۔ آپ عارف شب زندگی دار تھے۔

سلسلہ آپ قصبه بھیرہ ضلع سرگودھا کے رہنے والے تھے۔ ۱۹۔ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ بمقابلہ سن شیرین میں دفات پائی۔ بیگم شاہی مسجد لاہور کے خطیب تھے۔ میسجد شاہی عمارت میں ایک عالی شان مسجد جو قبلہ لاہور کے نزدیک جانب شرق واقع ہے۔ شہنشاہ نور الدین جہانگیر کی ماں ہریم زمانی نے ۱۰۴۳ھ بمقابلہ سن شیرین میں تعمیر کروائی تھی۔ محلہ نزول میں مدت سے چلی آرہی تھی۔ میسجد بیکری ڈپٹی مکشنر لاہور نے ۱۹۵۶ء میں بنوایا اور دو کافوں سیست میلان ان لاہور کے پرداز کردی۔ مولوی غلام قادر حدیث و فقہ و آداب کے عالم تھے۔ اس مسجد میں درس دیا کرتے تھے۔ آپ مولانا غلام محی الدین بگوی المتوفی ۱۳۲۷ھ کے حلقة درس میں شامل ہوئے، پھر دلیل گئے اور حضرت مولانا مفتی صدیق الدین صدر الصدرا کے مدرسہ میں داخل ہو کر منقولات و محققولات اور دیگر علوم دینیہ کی تکمیل کی۔ ۱۹۵۸ء کے ہنگامہ کے بعد لاہور آئے اور انہی مسجد اندر کی بھائی دروازہ لاہور میں درس ندیں کا سلسلہ شروع کیا۔ پھر بیگم شاہی مسجد کے خطیب مقرر ہو گئے۔ پھر عرصہ اور نشیل کا بیج۔ لاہور میں عربی کے پروفیسر بھی رہے۔ مشہور مدرسہ نہمانیہ میں بھی درس دیا۔ عالی درجہ کے مبلغ و مناظر تھے۔ عیسائی پارلیوں، قادیانیوں، دہمہ بیویں، پیغمبریوں، چکٹالویوں سے اکثر کامبیاں بہاۓ اور مناظر سے کئے اور غالب رہے۔ اس ارشاد و ہدایت کے ساتھ تصنیف و تالیف کا رہا۔ باقی آگے حصہ اپر

مسجد لاہور عموماً جمعرات یا جمعہ کے روز تشریف لاتے مسجد کے محاب کے پاس بیٹھ جاتے اور آپ کے ارشاداتِ گرامی سے مستفیض ہوتے تھے مسجد کے پاس ہی ایک عمارت جس کو نواب یوسفی خان نے تسبیح خانہ کے نام سے تعمیر کر دی تھی، اس ہیں فاتح خوانی اور ختم خواجہ گلائ ہوا کر دیا۔

(تفصیلی صفت) سلسلہ بھی تھا کہ ایک کتابوں کے مصنف مولف ہیں مثلاً شمس الخیفہ، شوارق صحراء، نوریانی، شمس الصفحی، نماز حنوری، حجرہ ایمانی اور اسلام کی گیارہ کتابیں آپ کی علمی یادگاریں۔ حضرت خواجہ شمس الدین سیوطی کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ نے حضرت سید میر جانؒ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کا مزار احاطہ مسجد سیکھیم شاہ کی میں ہے۔

مولانا غلام محی الدین بجوہی، حافظ نور حیات بگوہی کے فرزند رشید تھے ۱۲۰۳ھ میں پیدا ہوئے۔ قرآن شریف حافظ حسنؒ سے ٹپھا۔ علم حدیث کی تحصیل مولوی محمد اسحاق کی خدمت میں کی۔ مولانا شاہ عبدالعزیزؒ سے علم حدیث کی سندی۔ فارغ التحصیل ہو کر لاال مسجد لاہور میں امام و خطیب مقرر ہوئے۔ پھر بیمار ہو کر اپنے گاؤں بگا میں چلے گئے۔ ماہ شوال ۱۲۰۷ھ میں وفات پائی۔

مولانا ہفتی صدیق الدین صدر الصدوار ملوی کے والد کا نام شیخ لطفا شرک شیری تھا ۱۲۰۳ھ بیج الداول ۱۲۰۴ھ میں پیدا ہوئے۔ علوم تقلیلی کی تحصیل حضرت شاہ عبدالعزیز شاہ عبد القادر در شاہ محمد اسحاق سے کی تھی اور علوم عقلیہ فضل امام خیر آبادی سے حاصل کئے تھے۔ اپنے علم و فضل اور ظاہری و باطنی کمالات کے باعث ہمھوڑیں میں ممتاز تھے۔ انگریزی حکومت کی طرف سے دہلی کے صدر العددا و اوفیتی مقرر ہوئے صاحب مرقد و رجبان تھے۔ مدرسہ دارالبقاءہ ہلی کے اکثر طلباء کو کھانا اور لباس دیتے تھے۔ طلباء کو گھر پر درس دیتے تھے۔ جنگ آزادی ۱۲۵۷ھ میں فتویٰ جہاد پر سخنخانہ اس کی وجہ سے گرفتاری میزبانی مخصوص اور ضبط چائیدا ذکر نوبت پہنچی چند ماہ کے بعد رہائی پائی نصف جا شیدا دوالہ کا ذاشت ہوئی۔ مگر آخری زندگی عسرت سے گزری۔ قریباً تین لاکھ روپے کی مالیت کا کتب خانہ ضبط ہو گیا تھا، کوشش کے باوجود نہ ملا۔ مرتضیٰ غائب اور منصب خان شیخ غفرانہ اور مولانا فضل حق خیر آبادی سے نہادت گھر سے حراسم تھے بخود بھی اعلیٰ درجہ کے شاعر تھے عربی، فارسی اور دویں زبانوں میں بیفع از رہائی کرتے تھے۔ سر سید احمد غزال نواب یوسف خان والی رام پور نواب صدیق حسن خاں قزوینی مولوی محمد فاسسم نانو توی مولوی محمد منیر نانو توی مولوی رشید حمد سنگوہی اور مولوی فقیر محمد ہمیں آپ کے نامور شاگرد تھے۔ کثرت درس کی وجہ سے تصنیف و تالیف کی طرف کم توجہ دی۔ رسالہ منتہی المقال فی شرح حدیث لاثد الرجال دارالمنصوری حکم مراجعت و اور بہت سے فتووال کے جوابات ان کی یادگاریں اور شعر اور کا ایک تذکرہ فارسی میں لکھا تھا جو اب نایاب ہے۔ مولانا بیج الداول ۱۲۰۴ھ/۱۷۸۸ء میں لاولد وفات پائی۔ اُپ کی قبر شاہ نصیر الدین چڑاغ دہلوی کی دیگاہ میں ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

تیار ہو اتفاق کی سیر و تفریح کرتے۔ جب شاہی حمام والے بُرج سے گزرتے تو میں مستغنى المزاج اور سادہ لباس درویش کو اپنے عقیدتمندوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے جیرانی سے دیکھتے تو باغ کا انگریز نگران آپ کی موجودگی کو ہم باغ کی خوشنمائی میں ایک دھبہ خیال کرتا۔ ہمیشہ اس کوشش میں رہتا کہ اس دھبہ کو دور کر سے۔ آخر آپ کو جگہ خالی کرنے پر مجبور کیا گیا آپ نے تنگ آکر شالامار باغ کو چھوڑ دیا اور اپنے بڑے بھائی کے پاس خانقاہ حضرت ایشان میں چلے گئے۔

اچھے عرصہ کے بعد امر تشریف لے گئے اور مردیوں کے ہاں قیام کیا۔ اسی دوران میاں امین الدین باعیناً پوری بیل خریدنے کی غرض سے میدہ مولیشیاں مقام ہر تسریاً جب وہ بازار سے گزر رہا تھا۔ اتفاقاً آپ کی نظر اس پر پڑی۔ اپنے مردیوں میں ایک کو کہا کہ: "جاؤ اس سافر کو میرے پاس لے آؤ۔"

میاں امین الدین آپ کی خدمت میں صافتر نہ ہے۔ آداب بچالیا۔ آپ نے دعا فرمائی اور پوچھا۔ "شاہی حمام والے بُرج کا کیا حال ہے؟" اس نے جواب دیا۔ "یا حضرت! آپ کے چھے جانے کے بعد وہ گر گیا۔ نگران اور ناظم شالامار باغ دونوں سخت مصیبت میں مبتلا ہیں۔ حکومت ان پر سختی کر رہی ہے۔ آپ ان کی بحلاٰتی کے لئے دعا فرمائیں۔"

دو بھائیوں کی وفات

آپ نے ۱۱ ذوالحجہ ۱۲۹۹ھ ممبر طابق ۲۶۴ میں لاولد وفات پانی چھوٹے بھائی کی وفات کے تقریباً بینیں لمبیں بعد بڑے بھائی یکیم شعبان ۱۳۱۹ھ ممبر طابق ۱۳۔ نومبر ۱۹۰۰ء کو اندر کو پیاسے ہوئے۔ آپ بھی لاولد تھے۔ یہ دونوں بزرگ حضرت ایشان کے مزار کے مشترق پہلو میں دفن ہیں اور ان کا فیضان آج تک جاری ہے۔ کتبہ پر یہ شعر لکھا ہے۔

لئے آپ کے عقیدتمندوں میں سے تھے۔ باعیناً پورہ کے میں تھے قوم کے رائیں تھے اور زیندار خاندان سے تعلق رکھتے تھے ذریعہ معاش زینداری تھا۔ میاں جمال الدین میں باعیناً پورہ کے ہم زلف تھے۔ قبرستان باعیناً پورہ میں دفن ہوئے۔

کامال رانور دیدہ جاں جامائی عارفان
فور حبیب نو حاجگان نام پاکش مہر ۱۴۱۹ھ یسیر جاں

ابو محی الدین سعیدیں، مؤلف تھائف الابرار المعروف تاریخ کبیر شمیر آپ کی تاریخ
وفات غرۃ شعبان ۱۴۱۹ھ لکھتے ہیں، مگر عقیدہ تمندوں کے قول کے مطابق یحیم ماہ شعبان
۱۴۱۹ھ پنج شنبہ کی رات بوقت گیارہ بجے آپ نے وفات پائی اور جمعہ کے روز دفن کئے
گئے شعبان کی تیسرا شب اور دوسرے دن کو آپ کا سالانہ عرس ہوتا ہے جس میں ختم
خراجگان اور قرآن خوانی ہوتی ہے۔ حاضرین مجلس کو پر تکلف کھانا دیا جاتا ہے۔
”مصنف تاریخ کبیر کتبہ صفحہ ۸۶ پر رقمطراز ہے۔“

” طرقی نقشبندیہ مجددیہ آداب سلوک ازمولوی احمد بار صاحب امر تیری
کے از مریدان شیخ محمد شریف نقشبندی بود آموختہ پڑا غم عرفت و طریقت
افروخت جمع کثیر از خدمت ایشان مستفید شدند و در اصل از کابل بود اندر
و عمر خود در تجرید و تغیر بیگناہ بیندند و در شمیر چند مرتبہ تبرہ شریف آوردہ
جادہ ارشاد گستردہ طالبان را ترتیب فرمودند بعاقبت در شہر لاہور
مرا جمعت نمودند و در آنجا بقیہ عمر گز راندند و بتاریخ عزیز شعبان سن
هزار سہ صد و نو زادہ استقال فرمودند و در مزار شریف حضرت ایشان
خاوند محمود آسلامند ”

لئے یہ کتاب ابو محی الدین صاحب سعیدیں مرحوم رحمد سرائے بل سری نگر کشمیر کی تصنیف ہے۔
جس کا دوسرا نام تھائف الابرار بھی ہے۔ اس کتاب کی تصنیف کام ۱۴۱۰ھ سے شروع ہو کر
۱۴۲۱ھ میں پائیہ تکمیل کو پہنچا تھا۔ تکمیل و اختتم کی تاریخ تھافتہ الابرار سے نکلتی ہے مصنف
مرحوم نے ۱۴۲۲ھ میں اس کتاب کو خود شائع کیا تھا۔ آپ کی وفات ۱۹۶۱ء میں واقع ہوتی۔

(رام خذلک العلما صفحہ ۳)

اخلاق و عادات حضرت سید میر جان

حضرت سید میر جان پر طریقت واقف اسرار حقیقت جامع علوم ظاہر و باطن کامل ان وقت و صاحب کرامات تھے۔ آپ کی مادری زبان فارسی تھی۔ علاقائی زبان میں بھی آپ کو خاص چہارتھی عموماً اُردو پاچبائی زبان میں خطاب کیا کرتے تھے فضیلت علمی اور زمہر و تقویٰ کے باعث آپ کو بڑی عزت حاصل تھی۔ اہل سیکھ پورہ اہلبیان با غبا نپورہ اور لاہور آپ کا پڑا احترام کرتے تھے۔ اکثر حلقة درس میں شریک ہوتے تھے۔ آپ نے طالبین علم و عقیدہ تمندوں کی رہنمائش کے لئے بہت نے جگہے بنوائے اور ان کے ساتھ ایک چوپلی اور مسافرخانہ بھی تعمیر کرایا قبرستان کے نئے زمین وقفہ کی جو قبرستان حضرت ایشائیں کے نام سے مشہور ہے۔ ان میں آپ کے مریدوں اور عقیدہ تمندوں کی قبریں ہیں۔ دور دراز محاکم اسلامیہ مشہور ہے۔ ذریعے سیرت کی نختگانی کردار و عادات کی بلندی اور جذبہ اخلاص و محبت پیدا کرتے۔

آپ ایک ایسے عالم ہتھے جن کو کسی کی اعانت کی ضرورت نہیں تھی یا تو آپ فارغ الیال تھے یا امداد کی پرواہ نہیں کرتے تھے اور اشاعت علم کو کار خیر سماج کر پانی زندگی کا معقول حصہ عام لوگوں کی تعلیم و فیض رسانی پر صرف کرتے تھے یعنی کسی معاوضہ یا اجرت کے مشغول درس تدریس رہتے تھے۔

لہٰ ہو یہی کے اندر مغرب کی جانب برا کم کے پاس ایک مزار ہے جس میں حضرت سید میر جان کی نہشہ بیرون پس آپ بڑی بزرگ عابدہ زاہدہ اور متقيہ تھیں، اگر باؤ اجادہ سے کرامت و شرافت میراث میں پائی تھی پس بی جان کے خطاب سے مخاطب تھیں۔ بھائی کی وفات کے بعد حنفی مدرس زندہ رہیں اور سلسلہ ۱۹۱۴ء میں لا ولد وفات پائی۔ خانقاہ حضرت سید میر جان کی تولیت دنگرانی عقیدت مندوں کی اتفاق رکٹ سے بابا کامل دین مرید حضرت سید میر جان کے سپرد شنبہ رہیں ہوئی اور خود بی جان ان کے حق میں نذر گئیں دست برداشت ہو گئیں تھیں۔

موسم گرم میں اکثر آپ کشمیر شریف لے جاتے۔ خانقاہ شاہ ہمدان یا خواجہ حناؤند
معین الدین نقشبندی میں قیام کرتے۔ بھی بھی اپنے مرید خان صاحب میاں محمدیں باغناپوری
جو ان دنوں کشمیر میں حکومت برطانیہ کی طرف سے ملکہ ملکہ ملکہ شریف لے جاتے
اور قیام کرتے۔ خطہ کشمیر میں بھی آپ کا سلسلہ درس قدریں بدستور حاری رہا۔ وہاں
بھی عقیدتمندوں کی ایک بڑی تعداد آپ کے ارد گرد رہتی اور ارشادات گرامی فریض

لئے آپ کا نام امیر سید علی ہمدانی گوالد کا نام شہاب الدین بن محمد تھا۔ آپ سیخ شرف الدین محمود مفرزہ کاٹی کے
مرید تھے۔ پروردش کے حکم کے مطابق آپ نے تین دفعہ ایک پوچھائی دنیا کی سیر و سیاحت کی اور ایک ہزار
چال سوا اولیاء کا ملین سے ملاقات کی۔ آپ نے کشمیر میں قیام کیا۔ آپ کی خانقاہ محلی یا سجدہ شاہ ہمدان کشمیر
میں تھے۔ آپ کشمیری بڑا یہ خلق اور تسلیخ دینِ اسلام ہمیں صروف ہے اور کشمیر کے اکثر قبائل و خاندان
آپ کے ہاتھوں پر مشرف ہے۔ اسلام ہوئے بلکہ یہ علاقہ تو آپ کے روحاں تصرف میں بھا جاتا ہے۔ آپ
کشمیر کے رئیس الاولیاء علوم ظاہری کے عالم اور مکاشفات و مشاہدات کے مقامات و احوال میں
کامل تھے۔ آپ صرف صوفی ہی نہیں تھے بلکہ ایک اچھے معلم ہمہ تین رہبر اور صاحب قلم لشائی پرواز تھے
آپ کی فارسی اور عربی کتابوں کی تعداد بے شمار ہے۔ تھانف الابرار میں آپ کے رسالت قلم کا شمار ایک سو
تیسرا۔ (مرقم ہے مگر جو کتب یا رسائل و متیاب ہو سکے ہیں ان کی تعداد صرف تراسی (۲۳۸) کے قریب
ہیں کی جاتی ہے جو عربی اور فارسی زبان پر مشتمل ہیں۔ آپ کی اہم تصوفی ذخیرۃ الملوك ہے۔
صاحب کتاب حدیقۃ الاسرار فی الابرار نے آپ کی تاریخ وفات ۵ ماہ جمادی الاول ۶۸۷ھ مذکور
ہے۔ والاشکوہ کی مشہور کتاب سفینۃ الاولیاء میں تاریخ وفات ۶ ذی الحجه ۶۹۰ھ درج ہے۔ آپ کا مزار
سلطنت ختلان رحال شہر کو لاپ تاجکستان سویٹریوں (سریش) کے شرق میں واقع ہے۔

یہ مقبرہ بالکل شکستہ ہو چکا ہے۔ اس مقبرہ میں آپ کی ہمیشہ رہا۔ مارفہ مسومہ
”آفایہ پہنائی“ اور ایک بزرگ مدفن ہے جن کا اس خاندان سے تعلق تھا۔ آپ کے قبر کا قویڈ منگیر مدد
کا ہے جو بالکل شکستہ ہو چکا ہے اس پر عربی زبان میں کچھ عبارت تحریر ہے جو پڑھی نہیں جاسکتی۔
لہ آپ کے والد کا نام میاں الہی بخش تھا جو باغناپورہ کے ٹیکیں تھے قوم کے ارادیں تھے اور
نہیں دار خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد مجدد سے حاصل کی پھر سرکاری سکول
بدغناپورہ میں داخلہ پایا۔ جب تعلیم سے فارغ ہوئے تو حکومت برطانیہ کی ملازمت اختیار کی۔
سرکاری خدمات کے صدر میں ”خانصاحب“ کا خطاب پایا۔ آپ نیک سیرت متول شفیق ہیں۔
نواز اور اخلاقی حسنہ کے جامیں تھے ۴۵ سال کی عمر میں وفات پائی تبرستان باغناپورہ میں مدفن ہوئے۔

حاصل کرتی۔ ان میں تین شہر کا شمیر خواجہ شاہ نقشبندی بن خواجہ عبد الرسول شاہ قبل قابل ذکر بزرگ ہیں یغرضیکہ آپ نے اپنے علمی کمالات اور روحانی فیضات سے سرزین کشمیر لاہور، سیکھم پورہ اور باغنا پورہ کو مالا مال کر کے کفر و ضلالت کو دور کیا جن کا فیضان آج تک جاری ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سید میر جان کبھی کبھی فارسی زبان میں اشعار بھی فرمایا کرتے تھے۔ کلام کا اندازہ بیان نہایت سادہ و دلنشیں تھا۔ مضمایں متصوفانہ اور عارفانہ ہوتے تھے۔ مگر افسوس کہ عقیدت مند فلیں ہیں کسی نے بھی آپ کے اشعار کے تحفظ کی طرف توجہ نہ دی۔ اور یہ علمی شاہ ہمکار جو آئندہ نسلوں کے لئے دلیل راہ نہتے محفوظ نہ رہ سکے راقم کو بڑی تحقیق کے بعد درج ذیل اشعار ملے ہیں۔ یہ اشعار آپ نے اپنے چھوٹے نبھائی سید سید محمد محمود آغا کی وفات پر اپنی ہمشیرہ کو ایک مراسلمہ میں کابل نکھل تھے جن سے آپ کے دلی جذبات کا انطباق ہوتا ہے۔

در مسجد گشودم باز دیدم جوان نو خطی افتادہ بیمار
 سر شش را برب مرزا نو نہادم جبیش را ببو سیدم پدردار
 بگفتہم ای جوان حمل از کجھائی بگفتہ اصل من شہر خراسان
 بگفتہم ای جوان نامت چہ باند بگفتہ نام من سید تراب جان
 بگفتہم ای جوان در دلمہ حربیاں بسیار
 ہمشیر بشنو د مرگ برادر بگریست برداز همسکین گردیہ زار

لئے خواجہ عبد الرسول شاہ قبل ۱۷۱۶ھ ب عمر کمیں سال انتقال کر گئے۔ ان کی وفات کے مخصوصاً ی عرصہ کے بعد ان کے ہاں فرزند پیدا ہوا جس کا نام مرحوم کے ارشاد کے مطابق "حسن شاہ" رکھا گیا۔ آپ قرآن مجید کے حافظ تھے۔ عالم معموق و منقول مولانا میر واعظ رحیل شاہ سے حاصل کیا۔ آپ نے مدرسہ نجمن نصرت الاسلام کی بنیاد ڈالی کئی سال صداق جمن بھی بیہے مسلمانوں کی فلاح کرتے اور ان کی تعلیمیں کو دوڑ کرنے کے لئے ہمیشہ کوشش کی جاتی ہے اور وطن عزیزی کے بھی خواہ تھے صاحب و علم و فضل کے علاوہ خدمت خلق میں جذبہ ان میں کوٹ کوٹ کر مجبراً تھا ڈگرہ حکومت کا دیکھ بھکھہ ہوا کرتا تھا جس کا نام محکمہ صفائیہ تباہ تھا۔ آپ کو ڈگرہ راجہ رہیں سنگھنے خونم کے پُر زور اصرار پر اس علکے کا سربراہ علی مقرر کیا تاکہ انصاف کیا جائے یہ عہدہ اعزازی تھا۔ سید احمد خاں اور مولانا اشبل نجفی سے کافی مرسم تھے آپ کے ہاں قیام کرتے تھے ۱۳۲۶ھ میں ولات پاپی ٹیکیں شہر کا شمیر ۱۳۴۶ھ

آپ کی بارہ مرین اشرافیین کی زیارت سے سرفراز ہوئے تھے۔
 مولوی محمد باقر نقشبندی مجددی شہر حلب کے ناعی گاؤں دھڑیاں کے رہنے والے تھے صوفی
 مشاہد اور نیک سیرت انسان تھے جو حضرت سید میر جان لاٹالیؒ کے مرید تھے۔ آپ کی مجالس خاص و عام
 میں آپ کو نشست و برخاست کا شرف حاصل تھا۔ مصباح الحقيقة کے نام سے آپ کی
 سوانح نگاری کو اپنا مطبع نظر قرار دے کر اپنی کتاب مرتب کی۔ یہ تالیف آپ کے حالات علوم
 کرنے کے سلسلہ میں ایک مستند مأخذ تصویر کی جاتی ہے کتاب مذکورہ اپنے موضوع پر جامع اور
 مستند ہے اور بعد کے سیرت نگاروں کے لئے مفید مأخذ کا درجہ رکھتی ہے۔ مطبع نول کشور سے
 ۱۹۰۵ء میں طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے مگر اب بالکل ناپید ہے۔

مولوی محمد باقر نقشبندی مجددی اپنی کتاب مصباح الحقيقة کے صفحہ پر تحریر کرتے
 ہیں۔ ”حضرت قبلہ شاہ صاحب (حضرت سید میر جانؒ) نے مراقبات کے بعد حضرت سید محمد مرحوم
 کے عرس کے روز ختم شریف کے بعد سب لوگوں کے سامنے مجھے اجازت سلسلہ میں داخل کرنے
 کی فرمائی اور اس کے چند روز بعد آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جو جو حالات تم کو اس سلسلہ میں داخل
 ہونے کے بعد معلوم ہوئے ہیں اس کو عام فہم اور دوزبان میں قلمبند کیا کرو تاکہ لوگوں کو شوق اور
 فوق خداوند تعالیٰ کی معرفت کا زیادہ ہو۔ (حضرت سید میر جانؒ کی مادری زبان فارسی تھی)
 چنانچہ انہیں دنوں میں نے جو کچھ لکھا حضرتؒ کی خدمت میں پیش کیا اور سنایا آپ نے سن کر دعا
 دی اور فرمایا کہ خداوند تعالیٰ اس کا خیر کو پورا کرے۔ اسی واسطے آپ کے فرمودہ کے موجب اس
 رسالہ کو میں نے لکھا اور ”مصباح الحقيقة“ اس کا نام کر کھا۔“
 یہ رسالہ ایک مقدمہ چار ابواب اور ایک خاتمه پر مشتمل ہے۔

مقدمہ، کتاب کی تالیف کا بہبہ۔

باب اول۔ شیخ کامل کی ضرورت کے بیان میں۔

باب دوم۔ طریقہ نقشبندیہ کے اصول اور شرائط اور فضیلت کے بیان میں۔

باب سوم۔ لطف اتفاق کے بیان میں۔

باب چہارم۔ ولادت صغیری کے بیان میں۔

خاتمہ حضرت قبلہ شاہ صاحبؒ قلبی روحی فداہ کے بعض حالات کے بیان میں
یہ کتاب دو حصوں میں منقسم ہے۔ پہلا حصہ دستیاب ہے اور دوسرا حصہ ناپید ہے
تلائش جاری ہے۔

مولوی محمد باقر نقشبندی مجددی اپنی کتاب "مصباح الحقيقة" (ص ۵۲) حضرت سید
میر جان کاملیؒ کے باسے میں بیان کرتے ہیں۔

حضرت سید میر جانؒ نے تیس سال کی عمر میں سفر احتیار کیا سواد بغیر میں حضرت خوند صاحبؒ
 قادری کی خدمت میں حاضر ہوتے اور بعیت ہونے کے لئے التھاں کی تو انہوں نے فرمایا کہ
آپ پنجاب میں ہر تشریف لے جائیں، وہاں سے آپ کو بیص ہو گا کاچنا کچہ آپ پشاور کی
راہ لا ہو رہیں آکر امرتسریں تشریف لائے۔ اور بڑی بستجو کے بعد خباب قبلہ مولانا مولوی سید
احمد بخاری نقبی نقشبندی مجددی کی خدمت میں حاضر ہو کر طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں
شرف بعیت سے مشرف ہوئے اور بڑی ریاضت اور مجاہدہ شاہزاد کے بعد تمام مقامات میں
مفہوم سیرسلوک قطع کیا اور فیوضات والوار تمام کمال حاصل کر کے تمام مشہور طریقوں میں یعنی
نقشبندیہ مجددیہ قادریہ حشتبیہ سہروردیہ کبرویہ مداریہ قلندریہ وغیرہ میں اجازت مطلقة
پا کر شرف خلافت سے مشرف ہوئے اور اجازت نامہ پھر خاص مزین شدہ حاصل کیا جس کو
اس خاکسار نے بھی دیکھا۔ اس میں مولانا مولوی صاحبؒ موصوف تحریر فرماتے ہیں کہ جب میں نے
اُنکو یعنی حضرت قبلہ شاہ صاحبؒ کو سیرسلوک میں خوب آزمایا اور کئی بامشlux کلام کی طرف
سے اجازت دینے کا مجھے حکم ہوا تو تب میں نے یہ اجازت نامہ لکھ کر آن کو دیا، اس کے بعد
آپ نے حج کا ارادہ کیا۔ آپ کراچی کی راہ سے مکہ معظمہ میں پہنچے اور حج سے فارغ ہو کر مدینہ
منورہ کی طرف متوجہ ہوئے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر زیارت
حاصل کی اور چند دو میں قیام کیا۔ پھر مولانا مولوی محمد بن طہر خلف الصدق حضرت شاہ احمد سعیدؒ^۱
دہوكہ غدر کے آیا میں عربی سے سمجھت فرمائے میر منورہ میں تشریف لے گئے تھے اکی خدمت

لہ آپ پریاست سوتوں کے ولیعہد تھے صوفی فرش نیک بہرث اعلیٰ اور حمدل انسان تھے سلسلہ
 قادری سے منسک تھے۔ ۳۔ دیکھیں حالات صفحہ ۵۸

میں حاضر ہوئے اور کچھ سال تک ان کی صحبت میں فیض یا بہوتے سے اور فرماتے تھے کہ ان دنوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضعہ مبارک پر یا کعبہ شرف میں مجھے استغراق مار قبہ اس قدر ہوتا تھا کہ قریباً کچھ چھ نمازیں قضا ہو جاتی تھیں اور مجھے خبر بھی نہ ہوتی تھی اور ہر ہر بینہ متلوہ کہ مظہر کو حج کرنے کے لئے آتے اور حج کر کے واپس تشریف لے جاتے اور انہیں دنوں میں آپ نے ایک نکاح بھی کیا جس سے دو صاحبزادے بھی ہوئے مگر ہندوستان کو واپس آتے ہوئے جہاز کی تباہی کے سبب بی بی اور دنوں بچے سمندر میں غرق ہو گئے اور آپ ایک تختہ پر دو تین روم تک تیرتے رہے اور خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم سے صحیح وسلامت کنائے لے گئے اور ملبٹی میں آتے پھر امر تشریف لائے پھر لاہور میں چند روم روکش تشریف لے گئے۔ اور قریباً آٹھ سال دہاں سکھ ریشی بابا کی زیارت پر اقامت پذیر ہوئے جو شال مار باغ سے تین کوں کے فاصلہ پر پہاڑ کے دامن میں ایک حشتمہ کے پاس ہے اور دہاں ایک مسجد اور دو چھربے تیار کئے جواب تک موجود ہیں اور عبادت کے لئے خوب جگہ پر فضا اور شہر اور گاؤں سے امک ہے۔ خداوند تعالیٰ کی یاد میں مصروف رہے اور بہت سے لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بھیت کی۔ اس کے بعد بغداد تشریف لے گئے اول دہاں سے اشتبول کی طرف گئے اور تین سال تک اسی ملک روم و شام میں رہے اور کچھ مدت وہاں کے شاہی باغ میں مہمان ہے پھر سخاب میں آئے اور شیر پہنچے۔ پھر دہاں آپ کے چھوٹے بھائی حضرت سید محمود کابل سے لاہور کی راہ خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے ہاتھ پر طلاقہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت کر کے حد سے زیادہ مجاہدہ اختیار کیا۔ پھر حضرت سید محمود کے سہراہ بغداد تشریف میں تشریف لے گئے اور ایک سال دہاں رہ کر لاہور میں واپس آئے اور ایک کھال کے محلان پر فروکش ہوئے۔ پھر مرتضیٰ غلام محمد صاحب کی مسجد کے چھربے میں مقیم ہوئے اور کبھی بھی حضرت سید خاوند محمود المشہورؒ حضرت ایشان نقشبندی دجن سے آپ کا رشتہ مال کی طرف گیا تو یہ لپٹ

لپٹ۔ مرتضیٰ غلام محمد صاحب محل خاندان سے تعلق رکھتے تھے جسون مش نیک سہرتوں اور دریافت دار انسان تھے۔ آپ کی اندر دین دریں دووازہ سریاں والہ بازار میں سکونت تھی اور رئیس لاہور پہکاۓ جاتے تھے۔ حضرت سید میر جان کے مرید رکھتے اور آپ سے والہانہ عقیدت فوارادت رکھتے تھے۔ حضرت سید میر جانؒ کے پائیں گنبد حضرت ایشانؒ میں آپ مدفن ہوئے۔

میں ملتا ہے کی زیارت پر جاتے اور رات کو شہر میں واپس آجاتے یہاں تک کہ حضرت سید محمودؒ کا انتقال پر ملال ہوا جس سے آپ کو سخت صدمہ ہوا لکیونکہ ایک تو بھائی دوسرا مرد تیسرا فرمانبردار اور حد سے زیادہ خدمتگزار ان بے سامنے کسی کی کیا محاب جو آپ کی خدمت کرنے کو کھڑا ہو، چوتھا بامکمال صاحب حال جو ایک نگاہ سے دلوں میں محبت الہی پیدا کرے ہے اپنے آپ نے ان کے دفن کرنے کا انتظام زیارت حضرت ایشانؒ صاحب میں کیا چنانچہ فرشی محمد علیؒ صاحب با غباپوری جو کہ آپ کے معتقدین میں سے تھے رکھنے انتظام سے یہ کام سر زخم پایا اور وہاں دفن کئے گئے اور چونکہ آپ نے اپنے بھائی مرحوم سے بغداد شریف میں ایک زیارت پر کہ جس چار دیواری میں شیخ دمرید کھٹے مدفن تھے وعده ہو چکا تھا کہ اگر میں پہنچے مرجاول تو آپ میری قبر پر تاحیات مقیم رہیں۔ اگر آپ کا انتقال پر ملال مجھ سے پہلے ہو تو میں آپ کے مزار مبارک پر تادم زندگی مجاوری اختیار کروں تاکہ اُس شیخ دمرید کی طرح ایک چار دیواری کے اندر مقیم ہوں۔ اس لئے جانب قبلہ شاہ صاحبؒ روحی قلبی فداہ نے وہ وعده ایفا کیا اور زیارت موصوف کے آباد کرنے میں سعی بیخ فرمائی اور اس غیر آباد جگہ کو حسن انتظام سے ایسا آباد کیا جو آرام گاہ خاص عالم ہو گیا کیونکہ نماز کے لئے عالی شان مسجد اور اعتکاف کے لئے چھرے اور آنے جلنے والوں کیلئے عالیشان محلان وضو کے لئے حوض پختہ اور غسل کے واسطے پختہ چاہ اور پانی پینے کیلئے ایک علیحدہ سرد اور ہاضم کنوں اور دنپر کو آرام کرنے کے لئے سرپسز اور سایہ دار درخت اور بیوہ چاک کے لئے نہایت پرفنا باغ خاص و عام کے لئے ہر قسم کی خواک و چائے و میگر لوازمات خود لئی ہر وقت موجود اور فیوضات و برکات حاصل کرنے کیلئے زیارت حضرت ایشانؒ اور آپ کی ذات بابر کات جن میں انجوار بار قبر سے کیسا ہی کوئی غمگین و مخزوں کیوں نہ ہو۔ ایک بار ضرور دلشا د و خصم ہو جائے اور بغم جاتے رہیں چنانچہ آپ کی برکات کے سبب سرکار دالدار نے اس جگہ کو معینہ قطعات زمین کے اگذار کر دیا جو کہ سالیں کامل دین صاحب متوںی وزیر اعلام محمد صاحب ملتظم سے حسن انتظام سے یوں یافیوں اور وہ ترقی پر غرض کہ حضرت سید محمودؒ کے انتقال کے پوسے میں مسلمان یعنی ماه شعبان پنجشنبہ کی رات کو اوقت گیارہ بجے آپ کا وصال ہوا اور جمعہ کے روز نماز جمعہ سے پہلے اسی زیارت کے اندر چار دیواری میں اپنے بھائی مرحوم اور سید خاوند محمودؒ کے درمیان مدفن ہوئے جو سن اتفاق سے وہی رات اور دن سید محمودؒ کی وصال کا تھا۔ (ماخذ مصباح الحقيقة)

سلسلہ سمعیت نقشبندیہ مجددیہ عالیہ حضرت بید میر جان گنج

(الشہادتے گرماجی)

- اہی بحقی حضرت بید المرسلین خاتم النبیین شفیع المذنبین رحمة العالمین شفاعت
دستگاہ امرت پناہ احمد مجتبی سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔
- ۱۔ اہی بحقی حضرت صدیق اکبر حضرت ابا بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 - ۲۔ اہی بحقی حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 - ۳۔ اہی بحقی حضرت امام قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 - ۴۔ اہی بحقی حضرت امام جعفر صادق رحمة اللہ علیہ
 - ۵۔ اہی بحقی حضرت بازیڈ بسطامی رحمة اللہ علیہ
 - ۶۔ اہی بحقی حضرت خواجہ ابو الحسن خرقانی رحمة اللہ علیہ
 - ۷۔ اہی بحقی حضرت قاسم گورگانی رحمة اللہ علیہ
 - ۸۔ اہی بحقی حضرت خواجہ ابو فارندی رحمة اللہ علیہ
 - ۹۔ اہی بحقی حضرت ابو یوسف ہمدانی رحمة اللہ علیہ
 - ۱۰۔ اہی بحقی حضرت خواجہ خواجگان عبد الخالق عجدوانی رحمة اللہ علیہ
 - ۱۱۔ اہی بحقی حضرت خواجہ محمد عارف روگری رحمة اللہ علیہ
 - ۱۲۔ اہی بحقی حضرت خواجہ محمود الجیزی فضنوی رحمة اللہ علیہ
 - ۱۳۔ اہی بحقی حضرت خواجہ بوعلی رامیتني رحمة اللہ علیہ
 - ۱۴۔ اہی بحقی حضرت خواجہ محمود باباسماسی رحمة اللہ علیہ
 - ۱۵۔ اہی بحقی حضرت سید میر کلال رحمة اللہ علیہ
 - ۱۶۔ اہی بحقی امام الطریقت حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمة اللہ علیہ
 - ۱۷۔ اہی بحقی حضرت خواجہ علاء الدین عطیار رحمة اللہ علیہ

- ۱۸۔ الہی بحق حضرت مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ۔
- ۱۹۔ الہی بحق حضرت خواجہ عبدالحید احمد اسرار رحمۃ اللہ علیہ۔
- ۲۰۔ الہی بحق حضرت مولانا محمد نزاہد ولی رحمۃ اللہ علیہ۔
- ۲۱۔ الہی بحق حضرت مولانا درویش محمد رحمۃ اللہ علیہ۔
- ۲۲۔ الہی بحق حضرت خواجہ امکنگی رخواجہ کلال رحمۃ اللہ علیہ۔
- ۲۳۔ الہی بحق حضرت خواجہ عبدالباقي باقی بالشہر رحمۃ اللہ علیہ۔
- ۲۴۔ الہی بحق امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ۔
- ۲۵۔ الہی بحق عروۃ الوثقی خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ۔
- ۲۶۔ الہی بحق حضرت خواجہ شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ۔
- ۲۷۔ الہی بحق حضرت سید نور محمد بدائلی رحمۃ اللہ علیہ۔
- ۲۸۔ الہی بحق شمس الدین جبیب اللہ حضرت ہرز امظہر خاں جانان شہید رحمۃ اللہ علیہ۔
- ۲۹۔ الہی بحق حضرت شاہ غلام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔
- ۳۰۔ الہی بحق حضرت شاہ ابوسعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔
- ۳۱۔ الہی بحق حضرت مولانا مولوی محمد تشریف قندھاری رحمۃ اللہ علیہ۔
- ۳۲۔ الہی بحق حضرت مولانا مولوی احمد بیار صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ۔
- ۳۳۔ الہی بحق حضرت بیضنا و مرشدنا و ہادینا حضرت سید میر جان کابلی رحمۃ اللہ علیہ۔
- ۳۴۔ الہی بحق حضرت بیضنا سید محمود آغا برادر حضرت سید میر جان کابلی رحمۃ اللہ علیہ۔
- ر حسم کمن برسال زار ما ، الہی بخز در تو دیگر یہ نہیست ؟
الہی از در خود محسودم نہ گردانی ، الہی از رحمت خود محروم نگردانی ،
الہی شرمندہ ذیما و آخرت نہ گردانی ، سیاہ روٹے ذیما و آخرت نگردانی ،
میان خلق رسوا کنی گرچہ بدکارم ، عقوبت راس زادارم ،
امید از رحمت دارم ، توئی غفاریا یمتو توئی شمار یا اللہ
- (را حقر العجاد ، میان اخلاق احمدی)

تولیت و نگرانی مزار حضرت ایشان علیہ کعبہ

اس مزار کی تولیت و نگرانی مختلف اوقات میں مختلف حضرات کے سپردہ ہی بچانے پر
حضرت سید میر جاں کی دفات کے بعد عقیدت مندوں کی اتفاق رائے سے بابا کامل دین متولی مزار
ہوتے۔ ان کی دفات کے بعد کچھ عرصہ تک بابا غلام محمد متولی ہے۔ آپ بڑے خلص اور درویش
سیرت انسان تھے اور اپنی زندگی میں خانقاہ کی تولیت کے فرائض اپنے بھانجے میاں عبدالرشید
کے سپرد کر دیئے جو بزرگان دین اور ادیانے کرام سے بے حد رغبت و عقیدت رکھتے تھے اور آپ کو
حضرت شیخ عبدالقدار جیلانی قدس سرہ سے والہانہ ارادت تھی۔ آپ شفیق ہمہان نواز عابد اور
زادہ بزرگ تھے۔ پیر بھائیوں سے محبت اور اسے اپنا فرض سمجھتے میاں عبدالرشید کی زندگی
بھی میں تولیت اور سجادہ نشیمنی ان کے لٹکے میاں مقبول احمد کے سپرد ہوئی۔ دستار بندھی ہب
رسم خانقاہ عمل ہیں آئی۔ ان سے پھر محکمہ اوقاف نے روضہ کو اپنی تحویل میں لے یا۔ اس وقت کے
عقیدت مندوں میں سے خانصاحب میاں محمد بن باغبان پوری، مرزاغلام احمد مخدوم شیرشاہ
مخدوم راجن شاہ مخدوم رضا شاہ، خانصاحب میاں عبدالحیمد باغبان پوری مولوی حاکم علی سابق
پہپل اسلامیہ کالج لاہور، بابا میاں محمد باورچی سید ولی شاہ ریاض اڑ سب نجج میاں حلال الدین
کاچھو، مولوی محمد باقر مہر محمد دین کاچھو و چٹیا پیر، مولوی فیروز الدین، مشی اللہ بخش
گورنمنٹ پیشستر میاں رکن الدین بیالوی، میاں کریم بخش، میاں سولا بخش ٹن سازہ سائیں محمد
بخش، حاجی امام دین کہاں پیر آنحضرت جان، میاں عبد الصمد، ڈیہی شیراحمد جان اور حاجی میاں
شمس الدین باغبان پوری قابل ذکر بزرگ ہیں۔ جو سالانہ عرس ختم خواجہ گان اور دیگر تقریبات
کو نہایت گرم جوشی، محبت اور خلوص نیت کے ساتھ مسجد میں ادا کرتے۔

آج بھی آپ کا مزار مرجع خاص دعام ہے، عقیدت مندوں کی ایک بڑی تعداد آپ کے
مزار پر حاضری دینی رہتی ہے۔ آپ کے مزار کو دیکھ کر دل پر ایک خاص کیفیت طاری ہوتی
ہے۔ پسکون ما حل اور چاروں طرف مکمل خاموشی حضرت ایشان کے رعب دبریہ کو اور زیادہ
اثر پذیر بنادیتی ہے۔

حضرت ایشائی کا مزارِ حکمہ و قاف کی تحویل میں

صدر ایوب کے دورِ حکومت میں محکمہ اوقاف کا قیام عمل میں آیا جس کی بدولت بزرگان دین کے مزاروں کی دیکھی بھال کا کام برداشت حکومت کی تحویل میں آگیا۔ یہ نشانیاں محفوظ و مامون ہو گئیں مزارِ حضرت ایشائی بھی اس وقت حکومت پاکستان کی تحویل میں ہے۔ محکمہ اوقاف اس کا بنگران ہے جو اپنے فرائضِ نہایت گرجوشی سے سرانجام دے رہا ہے۔ جناب ملک کرم داد صاحب سابق چیف آئیڈ منسٹر ہر حکمہ و قاف لاہور نے اس تاریخی مقبرہ کی مرمت میں گہری دلچسپی لی اور بمعابر کی مرمتِ چاری کی جواب ملتی ہے۔

حال ہی میں ملختہ مسجد کی مرمت اور نمازوں کی سہولت کے لئے مسجد کے صحن میں ایک لمبا چوڑا پختہ برگردہ محکمہ اوقاف نے تعمیر کرایا ہے۔ اب اس مسجد کے ساتھ برگردہ کا اضافہ ہو گیا جو کہ پہلے نہ تھا۔ مزار کے انتظامی ادارے کے لئے اکواڑہ مذہبیہ کمیٹی اور مرمت کیلئے کنسٹرکشن کمیٹی CONSTRUCTION COMMITTEE میں اسلام نے عرسِ ختم خواجگان اور ڈیگر تقریبات میں عقیدتِ مندوں کے دوش بدوش گہری دلچسپی لیتے رہے اور خانقاہ کی غظمت و شوکت کو بحد امکان اجاگر کرنے میں کوشش رہے۔

لئے آپ محکمہ اوقاف خری پاکستان را ہر صورت میں ناظم اعلیٰ تھے۔ بڑے بزرگ نیک اخلاق، مستقی پر تحریز کار ہیں حضرت سید میر جان کا بُلی کے ساتھ والہا ذ عقیدت دار اوت رکھتے ہیں اور آستانہ نہ بمار ک پر ہمُونا حاضری دیتے ہیں۔ آباؤ احمد اوسے شرافت اور سیکھی میراث میں پائی ہے۔ ضلع سرگودھا کے تریس اور زیندار خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے والد کا نام سید محمد عبداللہ عطا جو با غباپورہ کے تریس تھے۔ قوم کے اربیں تھے زیندار خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ذریعہ معاش زینداری ہے۔ آپ ہر دلعزیز نیک سیرت اور سماجی کارکن ہیں۔

جھٹکے دو شیم

دُورِ حضرت ایشان رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ایشانؒ اکبر کے عہدِ آخریں وارد ہندوستان ہوئے دیسے کہنے تو اس وقت بے شمار علماء اور صوفیا تھے۔ مگر ان میں اکثریت ایسے اصحاب کی تھی جو نہ تواقت پڑائے زمانہ جانتے تھے اور نہ اسلام کی صحیح روح سے واقف تھے۔ اکبر اپنے سیاسی اغراض و مقاصد اور استحکام سلطنت کے لئے ایسا ماحول پیدا کر دینا چاہتا تھا کہ کفر و اسلام کا مقابلہ مٹا کر اپنی حکومت کی بنیادیں مضبوط کرے ہمیشہ ہندوستان و اسلام کو ایک دوسرے میں مغمم کرنے کی فکر میں رہتا۔ اس مقصد کے لئے شیخ مبارک ناگوری اور ان کے دونوں بیٹے ابوالفضلؒ اور فیضؒ اور انکے مہنوا حکیم الملکؒ گیلانی

لہ راجپوتانہ کے علاقہ ناگور میں ۱۹۱۷ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر میں پائی۔ پھر احمد آباد گجرات میں آئے وہاں کے علماء اور فضلاء سے اکتساب فیض کیا۔ تکمیل تعلیم کے بعد ۱۹۵۴ء میں اگرہ آئے اور درس فندریس کا سلسہ شروع کیا۔ منطق، ریاضی، فلسفہ، نجوم، تفسیر حدیث، فقہ اور ادب میں پوری ہمارت حاصل تھی۔ اکبری دین اپنی وضع کیا۔ اکبر کو امام عادل اور مجتہد العصر بنا یا۔ علماء و فضلاء اور صلحاء کی تحقیر کی۔ شاہزادہ میں وفات پائی۔ لکھ یہ شیخ مبارک ناگوری کا بڑا بیٹا تھا ۱۹۵۶ء میں اکبر آباد میں پیدا ہونے اور اپنے پاپ کے زیر سایہ تعلیم و تربیت پائی۔ دربار اکبر سے علامی کا خطاب حاصل تھا۔ اکبر نامہ ان کی مشہور قصیفہ ہے جو تین جلد دل پر مشتمل ہے۔ پہلی جلد میں اکبر کے سن جلوس ۱۸ سے سن جلوس ۲۳ کے حالات تحریر کئے ہیں۔ غیری جلد اکبری عہد کا مرتع ہے۔ شاہزادہ میں چنانگیر کے ایمار سے زرستگاہ دیوبکے ہاتھوں قتل ہوا۔

لکھ فیضی شیخ مبارک ناگوری کا دو۔ ایسا تھا مختلف علوم و فنون، شعر و معاشر و فرض و قافیہ، تاریخ و لغت اور طلب و انشاء میں بے مثال انس۔ قرآن، تراثی، ترقیکی تقریبے نقطہ "سو اطمیح الامام" کے نام سے لکھی۔ تفسیر بے نقطہ قرآن مجید کی تسمیف، کوشش بدالین بن شیخ ابراہیم سرہندی مؤلف حضرات القدس نے ابوالفضل کی طرف منسوب کیا ہے جو حیثیت تاریخی درست نہیں ہو سکتے کہ ابوالفضلؒ وکھا ہو جو فیضی کی کہنیت تھی۔ کتابت کی غلبائی سے ابوالفضلؒ موسیٰ ہو گیا ہو۔

لکھ حکیم الملک گیلانی۔ اصل نام شمس الدین تھا۔ گیلان کے بہنے والے تھے۔ دربار اکبری سے حکیم الملک کا خطہ پایا۔ اکبر کے دربار میں طیب عالم اور منصب دار شاہی تھے۔ اکبر کے معاون خصوصی بھی تھے۔ طبکے علاوہ آپ کا محبوب سختله درس فندریس تھا۔ علمائے ہندوستان کی تھیں۔ پرستہ طبکہ رادرس گفتہ و بے ایشان طعام نہ خوردے۔ آپ طلبہ کو بغیر عادض کے تعلیم دیتے اور اپنے ساتھ کھانا کھلتے اور انکے بغیر خود نہ کھاتے۔

میر فتح اللہ شیرازی اور قاضی ابوالمعاون وغیرہ ان کے ہاتھ مصنفو طب نہیں ہے تھے اور دین اکبری کے رواج دینے میں سرگرم تھے۔ دوسری طرف جاہل آزاد مشرب اور بے شرح صوفی اسلام کی تضیییک کا سبب بن رہے تھے اس پیشہ میں چند علماء و صلحاء یہی تھے جنہوں نے وقت کی نزکت کو جانما اور تمام تاریخ و عوایق سے بے پرواہ ہو کر ترویج کتاب و سنت میں کوششی ہے۔ یہ تحریک اصلاح و تجدید چنانگی کے عہد سے لے کر اوزنگ زیب عالمگیر کے عہد تک قائم رہی بلکہ اس اصلاح و تجدید میں خود اوزنگ زیب عالمگیر نے کافی حصہ لیا اور فتاویٰ عالمگیر تدوین کر کر اکبر کے عہد سے فقیرِ سلامی جو نقصان پہنچا تھا۔ اس کی تلاذی کی گواہ سردی عہد میں مخدوم امیر اکبر عبداللہ انصاری سلطان پوری اور شیخ عبد النبی صدر الصدرا یہی صاحب

آپ شیراز کے رہنے والے تھے۔ اکبر سے مشیر مالیات تھے۔ راجہ ٹوڈر مل کا سلطنت میرزا نیہ تیار کر فریض میں میں مشورے دیتے تھے۔ اکبر نے ان کی خدمات سے خوش ہو کر عصمند الملک کا خطاب عطا کیا جب مالیاتی کاموں سے فرصت ملتی تو معقولات کا درس دیا کرتے تھے۔ آپ کے نامور شاگرد ملا عبد السلام لاہوری تھے اور آپ کے ملا عبد السلام دیوبئی شاگرد تھے۔ شاہ بہمنی عہد میں پنجاب کشمیر کی طرح بھی درس قدریں کا بڑا امر کر رہا۔ اس عہد میں ملا عبد السلام لاہوری اور ملا عبد السلام دیوبئی کے فیض سے بڑے بڑے علماء پیدا ہوئے۔ ملا عبد السلام دیوبھی ضلع پارہ بنگل کے رہنے والے تھے تعلیم و تربیت ملا عبد السلام لاہوری سے پائی اور وہیں قیام کر کے درس قدریں میں مشغول ہے۔ ان ہی بنگوں کے ذریعہ ہندوستان کے مشرق و مغرب میں معقولات کا رواج شروع ہوا۔ اور ان ہی کے شاگردوں میں ملا عبد الحکیم سیاں کوٹی تھے جن کی تصانیف عرب تک پھیلیں۔ ملا عبد السلام دیوبئی کے شاگرد ملا دانیال چوراسی تھے، آپ کے شاگرد دمولانا قطب الدین سہیانی تھے۔ آپ کے شاگرد ملا امان اللہ بنیارسی تھے۔ آپ کے نامور شاگرد ملا نظام الدین تھے جو مدرسہ نظامیہ کے بانی ہوئے جن سے پورے ہندوستان کو فیض پہنچا۔ اس طرح درس نظامیہ کی تعلیم کا سلسلہ میر فتح اللہ شیرازی سے ملتا ہے جو معقولات کے مورث اعلیٰ تھے۔ ۲۹ فروری میں دفات پائی۔

لئے اکبر کے زمانے میں قاضی مقرر ہوئے اور ممتاز مقام رکھتے تھے۔ زبردست فاضل اور تحریر عالم تھے۔ ملے عبد الشہزادہ سلطان پوری نام اور مخدوم الملک کا خطاب سے شہرور تھے۔ مرضاقافت لاہور میں سلطان پور کے انصاری خاندان سے وابستہ تھے۔ جیگد عالم تھے۔ علم فقرہ و عربی لسانیات میں بے نظیر تھے۔ فقہ تاریخ اور دروس مخصوصات پر کہی تکمیل کیں جن میں عصمتہ الانبار، شرح شامل لنبی زیادہ مشہور ہیں، ہمایوں نے ابتدائی ذریعی شیخ الاسلام کا خطاب دیا۔ عمر بھر میں رفع بدعت و المحاذیں کوششیں ہے۔ اس فضل و کمال کے ساتھ جب مال و جاہ بھی بے حد تھی جتنے بڑے عالم تھے اتنے بھی حریصیں دولت تھے۔ میان کرتے ہیں کہ ذہنی آگے مت پرس

اثر در سرخ عالم تھے۔ مگر یہ دونوں آپس کے نزاعی مسائل جسپاں دوست اور حرص جاہ و مرتبہ میں ایسے گرفتار ہوئے کہ یہی چیزوں ان کے زوال کا سبب بن گئیں۔ اور یہ لوگ کوئی نمایاں صلاحی کام اور خدمتِ اسلام نہ کر سکے۔ یہ کام اللہ تعالیٰ نے حضرت ایشائُ اور ان کے معاصرین کے لئے رکھا ہوا تھا۔ حضرت شیخ الحمد مجدد الف ثانی المتوفی ۱۰۳۴ھ نے اصلاح و تجدید اور تبلیغِ اسلام کا آوازہ اسی روز سے بلند کیا جس کی صدائے بازگشت آج تک دنیا کے اسلام کے درود بوارے آرہی ہے۔ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی المتوفی ۱۰۵۲ھ نے پسندیدہ علم و راہنمی دوسرے سماں سے عہدہ اکبری سے لے کر اپنے عہدہ تک کے تمام حالات و واقعات کا جائزہ لیا اور دینی نصاب تعلیم میں قرآن و حدیث کو مقدم قرار دے کر ہر طالب علم کے دل میں یہ بات نقش کر دی کہ جو شخص قرآن و حدیث میں اپنی رائے کو دخل دے۔ وہ کفر کا مترکب ہے۔ وہ علم علیہ نہیں جو تقویت دین کا باعث نہ ہو۔ حضرت شیخ محمد سپر المعرفہ بر میاں میرؒ اور حضرت شیخ بلاول قادریؒ نے اپنے فقیر غنوڑ زید و تقویٰ عبادت و ریاضت اور مستغنى المزاجی کی پہترین مثال پیش کی جسے سلاطین وقت بھی متاثر ہوئے۔ حضرت شیخ الاسلام مفتی عبد السلام مفتی و بدرس لاہور نے اپنے تین اور علماء اسلامیہ قرآن و حدیث و تفسیر و فقہ سے تشنگان علوم دینیہ و شرعیہ کو سیراب کیا۔ حضرت شیخ محمد طاہ ن نقش بندی محدثی قادری المتوفی ۱۰۷۶ھ نے بلا معاوضہ و عطا اور درس فندریں کی خدمت سرانجام دیتے رہے۔ کتب تفسیر حدیث اور فقہ کی تصیح و عخشی سے رزق حلال حاصل کیا۔

مولانا عبد الرحمن سیالکوٹی المتوفی ۱۰۷۶ھ نے علوم منقولات و معقولات سے یہ قلم کی

(لبقیہ حصہ) آپ کی املاک اور مکانات شاہی ایوان سے بھی بڑھ چڑھ کر تھے۔ ان مکانات کے اندر بڑی بڑی قبریں بنا کر ہی تھیں جن پر سبز خلاف پڑے رہتے تھے اور انہی سے چراغ جذنے لگے تھے۔ بادشاہ کو خبر ہوئی کہ یہ سبقے اور مزار ہیں بلکہ دینیہ اور خزانے ہیں جیاں قبروں کو کھدا بیاگیا تو اس قدر زر و دولت برآمد ہوا کہ بادشاہ دنگ رہ گیا۔ یہ سب مال تین کروڑ روپے کا تھا۔ اکبر کے حکم سے نو لام میں زہر دیکر مر واڈیشے گئے۔ گھٹ شیخ رکن الدین بن شیخ عبد القدوں گنگوہی قدس سرہ کے بیٹے تھے تھیں علوم کے بعد زیارت حرمیں کیلئے گئے۔ مکہ مصطفیٰ سے یہیں فقہا سے علم حدیث حاصل کیا۔ اکبر نے صدر الصد و رہزادیاں ۹۹۴ھ میں ذات پالی میں تحریکیں مکنے۔ تله دیکھیں حصہ ۱۳۹۔ ملے دیکھیں حصہ ۱۱۹۔ گہ دیکھیں حصہ ۱۲۳۔ تھہ دیکھیں حصہ ۱۲۲۔ پھٹے دیکھیں حصہ ۱۲۱۔ ہکھ دیکھیں حصہ ۱۲۰۔

پائید و حمایت کی غرض ان بزرگوں کی اصلاح و تجدید اور علمی و روحانی کوشش سے ہندوستان میں علومِ اسلامیہ نے زندگی اور پائیداری حاصل کی، اگر یہ بزرگ نہ ہوتے تو ہندوستان میں اسلام بھی ثابت دین کا قائم رہنا مشکل تھا۔

حضرت شاہ حسینؒ المسوی امام جبھی آپ کے معاصرین میں سے تھے۔ آپ شیخ بہسلول دریائی حلمتو فی سنه ۱۸۰ھ کے مرید و خلیفہ تھے۔ سرخ لباس پہننے تھے۔ اس لئے لال حسین شہر ہوئے ران کا دادا بھوس رائے ہندو تھا۔ فیروز شاہ تغلق کے عہد میں شرف بہ اسلام ہوتے تھے آپ کا والد شہزاد نامی دیندار آدمی تھا جو لاہور کے نکسالی دروازے کے ایک محلے میں رہتے تھے شاہ حسینؒ نے ۱۸۴ھ میں پیدا ہوتے بسات بس کے ہوئے تو لاہور کے ایک فاضل حافظہ الجوز کے حلقہ درس میں شامل ہو کر قرآن مجید حفظ کر ناشر و رع کیا اور بدلت تک ریاضت و مجاہدہ میں مشغول ہے۔ حضرت شیخ علی ہجویری المعروف دانانجی بخش قدس سرہ کے مزار پر کچھ عرصہ معتکف ہے اور پرکامل کا درجہ مل گیا۔ اکملیت کے حصول کے بعد آپ فرقہ ملامتیہ میں شامل ہو گئے۔ اس فرقے کا عقیدہ یہ ہے کہ انسان کو دنیا کے دکھاوے کے لئے گھناؤنے سے گھناؤنا فعل بھی کر لینا چاہیئے تاکہ عوام ان سے آسے بیشک دھترکار دیں لیکن وہ خدا کے نزدیک قابل قبول ہو گا کہ چنانچہ آپ بھی اسی عقیدہ کے ماتحت اگر دن حسینوں میں گزارنے تھے تو اتنی میے و یعنی کی صحبت میں پسروں تھی۔ رسالہ ہماریہ اور حقیقت الفقراء آپ کی سوانح حیات کے قدیم ماخذ ہیں۔ رسالہ ہماریہ اکبر کے عہد میں تھا اگریا تھا جس کا مصنف مشی ہمارخال تھا جیسے چنانچہ پسروں کے لئے پتھر کیا تھا۔ دوسری کتاب حقیقت الفقراء شیخ مادھو کے ایک مرید پیر محمد عرفی شیخ محمد نے شاہ جہان کے عہد میں ان کی سوانح عمری فاسی نظمیں لکھی ہیں۔ ان کے علاوہ دارا شکوہ نے اپنی کتاب "حسنات العارفین" میں آپ کے کشف و کرامات کے

لئے دارا شکوہ۔ شاہ جہان کا فرزند اکبر تھا۔ بل شاہ بدرشانی کا مرید تھا اور نظریہ ہمراست "کا قائل تھا بہترین اساتذہ وقت سے تعلیم و نزدیکی پاٹی۔ ہامکمل شاعر، اعلیٰ درجہ کا انش روپ دلائل اور عشق خطاط تھا۔ سفینۃ الاولیاء مسکینۃ الاولیاء محسنات العارفین، جمع البحرین، رسالہ حق نما دلوان دارا شکوہ اکی اعظم سیر اکبر یا سرالابراہی مولی دجواب دارا شکوہ بابا لال درس اور نامر عرفانی ان کی مشہور تصانیف ہیں۔ بقول محمد صالح کعبونہ ملا شاہ بخشی ۱۰۰۰ جرمیں دار دھمکد جو شے اور پھر لا چریں اک حضرت بیان میگر کے مرید ہوتے ہیں، احمد میں رہاتی اگے صفحہ پرسج

کئی واقعات کا ذکر کیا ہے۔

شاہ جسین ایک صوف شاعر تھے جن کی کافیان مقبول خلائق ہیں۔ آج بھی کچھ اور ماہیں لوگوں کو انہیں رشتنی کی راہ دکھاتی ہیں اور انسانیت سے پر اپنی علمت ہیں آپ کی تعلیم کا نچوڑ یہی ہے کہ دنیا فانی ہے مرکر خدا کے حضور ہے چاہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا مقصد حیات ہے اور دنول جہان کی سرخ روٹی بی انسان کی فلاح ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا عشق حقیقی کے بغیر ناممکن ہے آپ کے کلام میں دنیا کے ثباتی عاجزی پاکاری اور خدا کی محبت و عبادت کی تلقین کا درس ملتا ہے حسن و عشق اور رضاۓ الہی کی سچی تربیت موجود ہے۔

آپ کے عارفانہ کلام سے چند اشعار ملاحظہ ہوں ہے

(۱) قول ہیں تا نام توں ہیں بانہ سب کچھ میرا توں کہے جسین فقیر سائیں دا میں ناہیں سب توں کہتے ای تیری اور جوانی کہتے ای حسن ہوائے

کہتے نہیں تیرے ترک تازی سائیں بن سب کوڑی بانی

کہتے ای تیرہونا روپا ہوئے حنک سواہ

کہتے نہیں تیرے مانک ہوتی ویکھ اوہ تیری جنچ کھلوتی

کہے جسین فقیر نما ناں پوسائیں دے را ہے

(۲) اپر دنیاد و چار دہائے ویکھ دیاں لے جاندا دولت جنیاں لا خزانہ سنگ نہ کوئی جاندا
مات پتا لجنائی پڑت نیتا نال نہ کوئی جاندا کہے جسین فقیر نما نا۔ باقی نام سائیں دار ہند

(۳) بیضیت حاشیہ حصہ) ذات پانی پونکہ دار اشکوہ کے مرشد لا چور میں مقیم تھے۔ اس شہر سے اُسے روحانی اور دلی محبت تھی۔ اس نے تعمید منڈیاں بنوائیں آئینہ محل کے نام ایک محل تعمیر کرایا جس کا بنا نام و نشان بھی باقی نہیں اور نہ پہنچوں ہے کہ وہ شہر کے کس علاقے میں تھا لا چور سے محبت و رنجبت کا انہیاں اُس نے اپنے ان اشعار میں کیا ہے۔

و با و قحط نیں جا دو ردارد	بود آباد دائم شہر لا ہور
کہ در خود ہم چاؤ شہر دارد	بود فخر شہر بیک حضرت پیغمبر
خدا ایں قوم را منتظر دارد	ہمیشہ اولیا ر بیکر دا زیں لک
درام ایں شہر را پر نور دارد	خطاب او خلا کرده اللہ نور
بہ طلبی در جہاں مشہور دارد	ہمیشہ شہر خرم بادو سیرا ب

شاہ جسین بعہر تریسیو سال اس جہاں فانی سے کوپھ کر گئے۔ آپ کی قبر شاہد رہ میں بنائی گئی کچھ
درست کے بعد راوی میں سیلا بپ سے قبر کو نقشان پہنچا تو مادر ٹھوٹلal جو اس وقت زندہ تھے بعض
مکلوا کر باغبان پورہ جہاں اس وقت آپ بکام مزار ہے دفن کیا متذکرہ بزرگوں نے اپنی تحریر میں شاہ
حسین کی پہنچ سری یا ملاقات کا ذکر کسی مقام پر نہیں کیا رحال انکہ شاہ جسین خاص لاہور سیکسی
دروازہ کے ایک محلہ میں رہتے تھے سیکسی دروازہ سے بگیم پورہ یا مغل پورہ کا فاصلہ تین چار
میل تھا اور یہ مقام محل حکمرانوں کے عہد میں درس و تدریس ترویج علم اور شد و بدایت کا ایک
اہم مرکز تھا اور انہی بوری شیئوں نے اشاعت علم دین کے لئے درس جاری کئے تعلیمیں غفت دی اور
ان درس سکاہوں سے چھڑپے بڑے فلسفی علامہ منطقی، فقیہہ محدث شاعر اور حریت نواز و حق
گواہ علم پیدا ہوتے جو فخر البلاد بنے اور علم و تہذیب کی جو مشاعلیں روشن کیں ان سے قوم کے بچے
پوئے چراغ صدیوں تک روشنی حاصل کرتے رہے۔

مخدمیہ دور حکومت میں لاہور کی طرح کشمیر بھی محل حکمرانوں کی ہمراہیوں سے محروم نہیں رہا۔
اور کچھ پوچھو تو اس عہد میں کشمیر میں علم و ادب کی ترقی و تکمیل کو چار چاند لگے۔ جہانگیر کے عہد
میں ملا جیدر نے مزار الشعرا کے قریب اپنے نام سے ایک درسگاہ قائم کی جہاں سے بڑے بڑے
علماء فارغ التحصیل ہو گئے۔ درس بامع مسجد کشمیر یہ مدرسہ اور عبادت گاہ ۱۰۰۰ حصہ میں تعمیر ہوئی۔
۱۰۶۹ھ میں ایک ایسی آتشزدگی ظاہر ہوئی جس سے بارہ ہزار مکانات میں مسجد جامع خاک سیاہ
ہو گئے۔ با دشاد جہانگیر اس وقت کشمیر میں تھا اور سر نو تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ شاہ جہاں کے زمانہ میں

لئے آپ کے جدیل القدر خلفائیں سے بختے۔ ۱۰۷۹ھ میں پیدا ہوتے قوم کے برپمن تھے۔ شاہد رہ میں
رسنگتے تھے جسین و جمیل تھے۔ آپ کی رحمت و محبت سے سماں ہوئے تھے، آپ کی دفات کے بعد اڑتالیش
سال پیر و مرشد کے مزار پر رہتے۔ دنیا سے کنارہ کش ہو گئے۔ بالآخر ۱۰۵۶ھ میں خود استقال کر گئے اور شاہ
حسین کے پہلے پیر دفن ہوتے شسطیحیات دارا (مسنونہ شاہزادہ دار اُسکوہ) میں ہے کہ ”شہزادہ سیمہ کو ان
سے بڑی دلچسپی و غربت لختی اور بیمار خالی کو ان پر مقرر کیا تھا۔“ شیخ مادھسو کو اپنے پریشاہ جسین سے بے حد
محبت تھی۔ ان کی دفات کے بعد اکثر ان کی قبر سے لپٹ لپٹ کر رورو کریا اشعار پڑتے۔

تو شدی باوصال حق ہمد م ! مادھسو را لذاشتی در غم
تو شدی از جہاں بناز و نعیم مادھسو تو شد بذر دد نیم
راغذ تحقیقات چشتی)

خانقاہ نقش بندیر کے نزدیک خواجہ خاوند محمد مسعود نے مدرسہ خواجگان نقشبندیہ قائم کیا جس کے ستر محرم حق داد بذرخانی تھے۔ کشمیر کے ایک نامور محدث مفسر اور معلم ملا محمد حاجی ہیں ان کے بزرگ سید علی بہدانیؒ کے سہراہ کشمیر آتے تھے انہوں نے کئی بار حجاز منقدس کا سفر کیا۔ مدینہ منورہ بھی حاضر ہوتے ہے۔ انہوں نے نیز جمال محدثؒ اور ابن حجر عسکریؒ سے فیض حاصل کیا۔ انہوں نے شماں ترمذی کی شرح فارسی زبان میں لکھی۔ اس زمانے میں کشمیر کے نو مسلم محدث ملا جو ہرنا تھے بڑا نام پیدا کیا۔ انہوں نے سلطان زین العابدین کے مدرسہ سے علوم عقلیہ تکمیل کی۔ پھر عازم حجاز ہوتے۔ وہاں ابن حجر عسکریؒ اور ملا علی قاریؒ سے حدیث پڑھی۔ وہاں سے واپس آ کر وہ شیخ عبد الحقی محدث دہلویؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ جب کشمیر پہنچے تو مسند درس بھائی، در بڑے بڑے شاگرد پیدا کئے وہ اکمل حلال کے لئے دو شالہ بناتے تھے۔ ۱۰۲۶ھ میں فوت ہوتے۔ ملا حیدر کشمیری بھی ایک نامور شیخ اور فاضل ہیں۔ آپ نے ملا جو ہرنا تھا اور بایا قطب الدینؒ سے علوم پڑھے پھر دہلی گئے اور حضرت شیخ عبد الحقی محدث دہلوی کے حلقة درس میں داخل ہوتے۔ کشمیر و اپس جاکر درس فندریں اور بدایت و ارشاد میں مصروف ہوتے۔ والئے کشمیر نے قضا کا عہدہ پیش کیا۔ آپ نے قبول کیا۔ آپ کے شاگردوں میں بابا داؤد شکوہی کو بہت شہرت حاصل ہوئی۔

شاہزادہ دارالشکوہ ۱۴۳۷ھ میں کشمیر آیا تھا اپنے دراں قیام "رسالہ حق نما" تحریر کیا اور اپنے پرید مرشد ملا محمد شاہ بذرخانی کی ایسا پرید کسب ماہ کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا جہاں ساکنان طریقت کو مجاہدہ و رہاضت کی تربیت دے کر مقامات سلوک طے کرائے جاتے تھے اب "کسب ماہ" کی عمارت کھنڈیں تبدیل ہو چکی ہے اور پرید محل" کے نام سے مشہور ہے۔ یہ مدرسہ دینی اور دنیاوی علوم کے مرکز تھے۔ ان میں ذہنی تربیت کے ساتھ اخلاقی تربیت بھی مقصود تھی۔ مدرسہ اور خانقاہ ایک ہی چاراغ کی روشنی سے منور تھے۔

تایار نجاح جہاں کا مصنف جو جہاں نگیر بادشاہ کا ہم عصر تھا۔ تحریر کرتے ہیں کہ عہدہ جہاں گیری ہیں لاہور کی معاشرت میں اسلامی زمگ پیدا ہوا۔ گذشتہ تیس برس سے جو درسے پرندوں اور درندوں کا مسکن بنے ہوئے تھے۔ پھر سے آباد ہو گئے۔ طلبہ جو ق در جو ق انہیں داخل ہونے لگے۔ جو علماء بحالات کی ناہمواری کے سبب خاموش تھے اور گورنر شہ لشیں ہو چکے

تھے از سر لوز علوم و فنون کی اشاعت میں مشغول ہو گئے پرانے مدرسوں کے ساتھ نہے
درس سے بھی کھلنا لگے۔ پھر ان دس گاہوں سے بڑے متبحر علماء پیدا ہوئے جو آسمان شہرت پر
آفتاب و اہتاب بن کر چکے۔ اور عوام انس کے دہن کو دولتِ علم سے بھردیتے۔ اور علوم
اسلامیہ کو از سر نو زندہ کیا اور جہا نگیر کے درباری الحاد کو ختم کرنے میں کامیاب ہوئے۔

اخلاق و عادات حضرت ایشائیں حجۃ اللہ

مولانا مفتی عبدالحکیم خزینہ الا صفیا، ریخ تاریخ اور حدیثۃ الادبیا میں رقم
طراز ہیں کہ آپ پادریزادی قطب الدشاد صاحب حال و قال مستجاب الدعوات جامع کمالات
ظاہری و باطنی، منظہر جمال صوری و محسنوی صاحب خوارق و کرامات و کشف صحیح تھے زمینہ
و تقویٰ عبادت و ریاضت اور علم و حلم میں اپنی نظری آپ تھے تمام عمر تر و تیج کتاب و سنت
اور فرع بدعت و الحادیں مصروف رہے۔ آپ کے حلقہ تربیت سے بڑے بڑے علماء اور صلحاء
فیضیاب پوکر نکلے جنہوں نے سرزین پاک و ہند اور خطہ کشیر کے علاوہ تمام بلاد اسلامیہ
میں اپنے علمی و درحانی فیوض کی برکات سے ایک خلق کثیر کو مستفید کیا۔ آپ کی ذات بابر کتاب
میں جمالیت اور جلالیت دونوں ہی میں موجود تھے اور آپ کی خانقاہ قتل الشہد و قال الرسول
کے ذکر سے معور رہتی تھی۔ قوالی و سماع کاروچ نہ کھا۔ حضرت شیخ محمد علی المعروف بہ میان میسر
قدس سرہ آپ کے ہم عصر تھے۔ اکثر مسائل شریعت و طریقت اور "وحدت الوجود" کے باسے میں آپ کے
ساتھ مراقبت رہتی تھی۔ مگر تا حال یہ ماوادست یا بہمیں سکا جو شخص وحدت الوجود یعنی
"ہمہ اور ست" کا قابل ہوتا۔ آپ اس کی سخت سرزنش کرتے تھے۔ اس سکی میں وہ حضرت مجذد
الف ثانی سرہندی کے ہم شرب و ہمنوا تھے۔ "ہمہ ازا و ست" کے قائل تھے حضرت مجذد الف
ثانی سرہندی حجۃ اللہ علیہ نے اپنے کنٹوبات میں اکثر مقامات پر عقیدہ "ہمہ اور ست" کے خلاف
اظہار رائے فرمایا ہے۔

لے دیکھیں ص ۱۹۲
۲۴ دیکھیں ص ۱۹۳

آپ ہدایتِ خلق، تبلیغِ اسلام اور درس و تدریس کے سلسلے میں خود مختلف مقامات پر تشریف لے جاتے اور لوگوں کو احکاماتِ الہی اور پیغمبرانہتِ رسول مقبول سے آگاہ کرتے۔ اور ان پر عمل کرنے کی ہدایت فرماتے۔ قرآن و حدیث کے مطابق مخلوقِ خدا کی رہنمائی فرماتے، آپ دینی نظریات میں کسی قسم کی مخالفت کے قائل نہ تھے، اور حق بات کو بے خوف و خطر کہتے تھے دین کے معاملہ میں قرآن و حدیث کے علاوہ کسی تیسری چیز کو قابلِ صحبت نہ جانتے تھے، دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت آپ کی زندگی کا واحد نصبِ العین تھا، آپ کا مسحول یہ تھا کہ ہر جمیع کے روز شہر کی جامع مسجد میں تشریف لے جلتے اور وعظ فرماتے۔ عموماً ان سس کی رشد و ہدایت کے لئے اپنے صحبت یا فتاویٰ ارادت مندوں کا ایک حلقة قائم کرتے تھے کہ آپ کے تشریفی لے جانے کے بعد یہ سلسلہ رشد ہدایت کا جاری رہے۔

کابل میں آپ کا قیامِ حکم وہیں دوسال رہا۔ آپ نے یہاں ایک تبلیغی جماعت تیار کی۔ اور مبلغین کو آپ نے اپنے حصے میں رکھ کر پوری طرح تربیت دی۔ پھر اشاعتِ دین اسلام کے فرضیکی انسانیگی کے لئے روم، شام، عراق، ایران اور وسطیٰ ایشیا کے ممالک کو روانہ کیا۔ آپ کی تبلیغی سرگرمیوں کا دائرة بڑا وسیع تھا، اگر کوئی مناظرے کی وعوت دیتا تو اسے بخوبی قبول فرمائیتے۔ غرض کہ دین کے معاملہ میں جسے حق تسلیم کرتے اس سے ہر مٹوا خراف نہ کرتے اور ساری زندگی رفع بدعت والیخادا اور اشاعت تبلیغ اسلام میں گزاری۔ آپ ایسے بزرگ تھے کہ اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے اور علماء وقت آپ کا فتویٰ قبول کرتے تھے۔

شیخ محمد امینؒ بخششیؒ عارف کامل اور جامع علوم شریعت و طریقت تھے علماءِ فضل اور صلحاء کی زیارت کے لئے لاہور تشریف لائے جضرت ایشانؒ سے بھی آپ کی ملاقات ہوتی۔ اس ملاقات سے بہت متأثر ہوئے۔ اپنی تصنیف "مناقب الحضرات" میں تحریر کرتے ہیں۔

"در لامپور زیارتِ صلحاء و مشائخ نموده یک ماہ ماندم از خواجہ خانؒ محمود جذبہ با و فہرمانیاں دیدم رورق ۱۰۹ اب حاشیہ، ہانیا آنکہ در سال بیار و چهل و پنجم سنن الحجۃ"

لہ محمد امینؒ اسماعیل گرامی ۱۰۷۰ھ میں پیدا ہوئے آپے والد کا نام شیخ علی بخششیؒ تھا جو کہ شیخ خلیل اللہ بن بخششیؒ کے خالص صوفیوں میں سے تھے آپ سلسلہ کبر دیہے سے ملسلک تھے دباقیؒ مفتیؒ ہیں

بصیحت حضرت خواجہ خاوند محمود علیہ الرحمۃ درلا ہو رسمیدم غایت ہابسیار دیدم بظاہر
آنکہ دراول ملاقات دربغل گرفتند فرجی رقبا، زمانی را وش خود برآ در وہ بزر میں
فرش کر دند و فیقر را برآ نشاندند نان و شربت خاص طلبی رہ بدست خود فیقر امی
خوار نہ صوفیان حاضر ترجمب کردند تا حال ایں مہربانی را برکتے نہ دیدم کہ بڑی جوان
دیدم حکمت رچہ باشد جذبہا باطنی راز عنوان ظاہر قیاس باید کرو کہ تفصیلش طولا
نیست" رورق ۱۱۵ (۱) حاشیہ بالا۔

مذکورہ بالا اقتباسات سے عیاں ہے کہ آپ بڑے خلیق اور مہماں نواز تھے درویشوں اور
مسافروں سے محبت رکھتے تھے اور ان کی خدمت میں کمرتیہ رہتے تھے۔ آپ مرکم دل در دنداں تھے۔
ایک دفعہ دوران سفر سرمنہ آپ سننا کہ حضرت خواجہ باقی بالشہر حستہ الشعلیہ کو اپنے مرشد

(بیتیک) حاشیہ ص ۸۷) تعلیم و تربیت اپنے والد ما جد سے حاصل کی۔ ابتدائے بلوغ میں حضرت شیخ
سلطان محمد فخری رحستہ الشعلیہ کے مرید ہوئے۔ آپ کے والد ما جد سے پیشگوئی کی کہ بدخشان عنقریب
تباه در باد ہو جائے گا۔ لہذا اس کو چھپوڑ دینا چاہیئے۔ چنانچہ آپ بدخشان سے نکل کر حرمین الشرفین
کے ارادہ سے کابل، جلال آباد پشاور پہنچے اور وہاں سے بزرگوں کی زیارت کے لئے لاہور تشریف
لائے۔ ۱۹۰۳ء میں حضرت ایشان رحستہ الشعلیہ سے ملاقات ہوئی۔ بچھر سرمنہ تشریف تشریف لے گئے
حضرت شیخ محمد معصوم اور حضرت شیخ محمد سعید سے ملاقات ہوئی۔ حضرت شیخ محمد معصوم رحستہ الشعلیہ
سے مقامات سلوک طے کئے اور حضرت شیخ آدم بنوری کے مرید ہوئے۔ ان کی مہراہی حرمین الشرفین
روانہ ہو گئے۔ تقریباً عرصہ ڈھانی سال مرشد کی خدمت میں رہے اور عرصہ پچاس سال مجاہد حرمین
الشرفین رہے۔ آپ کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ مناقب الحضرات مناقب احمد ریاض و مناقب
معصومہ آپ کی شہور تصانیف ہیں۔

۳۔ مناقب الحضرات۔ یہ کتاب بھی تک غیر مطبوعہ ہے۔ اور ڈاکٹر محمد سعید احمد صاحب
المیر لے پلی۔ یاچ ڈی پرنسپل گورنمنٹ کالج متی (سنده) کے پاس موجود ہے۔ ۳۔ خواجہ خاوند محمود سے مراد حضرت
خواجہ خاوند محمود المعروف حضرت ایشان رحستہ الشعلیہ ہے۔

لئے اصل نام رضی الدین تھا۔ باقی بالشہر کے لقب سے شہور زمانہ ہیں۔ والد بزرگوار کا اسم گرامی قاضی
عبدالسلام خلیجی سمرقندی قریشی تھا۔ ۱۹۰۶ء کا بل میں پیدا ہوتے ابتدائی تعلیم اپنے رہائی اگلے صدی

مولانا خواجی مکنگی سے اجازت صریح حاصل نہیں اور بغیر اجازت مرشد مذکور تھے آپ نے حضرت شیخ احمد بجڑ دالف ثانیؒ سے اس امر کی تصدیق چاہی۔

(تعوییہ حصہ ۱۵) وقت کے نامور جید عالم حضرت مولانا محمد صداق حلوائی سے حاصل کیا اور علم تفسیر حدیث و فقرہ و دیگر علم رسمیہ میں فہارت تامہ حاصل کی۔ پھر راہ سوک میں قدم کھلانا شر حق دلماش مرشد میں کابل سے سفر قند و مادراء التہزیک کا سفر کیا۔ سفر قند میں حضرت مولانا محمد خواجی مکنگی رخ کے حلقوں ارادت میں داخل ہوئے۔ تو جہ مرشد سے مختوڑ سے عرصہ میں منازل سوک طے کر لیں اور علوم ظاہری و باطنی میں کامل و کامل ہو گئے۔ مرشد نے خود خلافت سے فوازاً حسیب ارشاد مرشد ۹۰۵ھ بعینہ اکبر بادشاہ لاہور وار و چوتے طریقہ عابیر نقشبندیہ کو فرضیہ دیا۔ زبدۃ المغامات کے مصنف محمد بن شمس شمشی تحریر کرتے ہیں کہ قیام لاہور دکھزانے میں بہت سے علماء و فضلاء آپ کے پاس آیا جایا کرتے تھے اور آپ کی تعلیمات و خیالات سے استفادہ کرتے تھے۔ اور علمی دینی صحبتیں گرم رہتی تھیں۔ امراء اکبری میں سے نواب قلعہ خال اندر جانی نواب مرتضی خال شیخ فرید بخاری۔ عجد از حیم خان خانلش دیگر امراء دربار اکبری آپ کے عقیدت مند تھے۔ آپ پیض المشرب تھے اور فقیہی مسائل میں حضرت ام اعظم ابو حنیفہ کے مقلد تھے۔ ۲۵ جمادی الآخر ۱۴۰۲ھ کو وفات پائی مزار مبارک دہلی میں ہے۔

لئے محمد خواجی اسم گرامی لکھا۔ حضرت خواجہ درویش محمد قدس سرہ کے فرزند ہیں جنہیں ۹۱۸ھ میں پیدا ہوئے اپنے پدر بزرگوار کے سایہ عاطفت میں تعلیم و تہریت پائی۔ سلسلہ نقشبندیہ میں انہی کے مرید و خلیفہ تھے علوم ظاہری و باطنی میں درجہ کمال رکھتے تھے۔ تمام حمر درس و تدریس اور ہدایت خلق میں گزارنی ۱۰۰۰ھ میں وفات پائی۔ مسکن امکنگ تھا جو مضافات سفر قند کا ایک قصبة ہے۔

لئے قلعہ خال اندر جانی۔ اندر جان ضلع فرغانہ جو دریائے جہون کے جنوب میں واقع ہے۔ وہاں کے ہنے والے تھے۔ آپ اکبر بادشاہ کے بہترین جزئیں تھے۔ بہادری اور آئینی تدبیر کے ساتھ صالح متنقی اور علم دوست بھی تھے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے پیر بھائی تھے۔ درس و تدریس اور طلبہ کی خدمت کا بڑا ذوق و شوق تھا۔ اپنے ذاتی خرچ سے لاہور میں ایک دینی مدرسہ قائم کیا تھا۔ اس میں تفسیر حدیث فقہ اور دیگر علوم اسلامیہ کی تعلیم دی جاتی تھی۔ خود بھی ہر روز دو تین گھنٹے حدیث و تفسیر کا درس دیا کرتے تھے مذہبی علوم کے ساتھ شعر و سخن کا بھی شوق تھا۔ المفتی تخلص تھا۔ ۰۸ سال کی عمر میں ۲ ماہ رمضان ۱۴۰۲ھ میں وفات پائی۔ ۱۴۰۲-۱۴۰۵ء سے ۱۴۰۵ء بعینہ اکبر بادشاہ لاہور کے گورنر ہے اور ۱۴۰۷ء سے ۱۴۰۷-۱۴۰۸ء تک عہد چہانگیر میں لاہور کے صورہ دار رہے۔ حضرت مجدد نے آپ کو اجرائے تشریعت کے باسے میں ایک مکتوب میں تحریر فرمایا۔ آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ لاہور جیسے شہر میں آپ کے وجود سے بہت سے احکام شرعیہ نے رواج پایا ہے دین کو تقویت اور ملت ہریفار کی تائید ہوتی ہے رہاتی تھے پر

حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی نے جواب دیا۔ یہ سب بھجوٹ ہے حضرت خواجہ مکنگی سے آپ رحمت باقی باللہ کو اجازت صریح حاصل تھی۔

شہزادہ دارالشکوہ اپنی مشہور و مستند کتاب سفینۃ الاولیاء میں رقمطراز ہیں (ترجمہ) "اس فقیر دارالشکوہ" نے خود سننا ہے کہ حضرت فضل الفضلاء علامہ زمانی، دستگاہ حقائق و معارف حضرت میرک شیخ بن شیخ فیصل الدین سے آپ نے فرمایا کہ ایک مذنبہ متنہ

(ابقیہ حاشیہ ص ۸۷) یہ شہر فقیر کے نزدیک ہندستان کے تمام شہروں میں قطب ارشاد کی حیثیت رکھتا ہے اس شہر کی خیر و برکت تمام شہروں پر اثر ڈالتی ہے اگر اس شہر میں دین کو فروع ہو گا تو مرب جگہ دین کو فروع ہو گا اس لئے تعالیٰ آپ کی امداد فرمائیں۔

سچے شیخ فرید نام والد کا نام احمد بخاری تھا اصل مطن بخارا تھا مگر پیدا ولی میں ہوتے رہیں تعلیم فتنہ بیت پائی سادات موسوی سے تھے۔ اکبر کے زمانے میں میر بخشی کے عہدے پر فائز تھے۔ اکبر کے رضا وفات میں سب سے پہلے چنانگی کی ملازمت اختیار کی اور پھر تخت نشیمنی کی جدوجہد میں جہانگیر کے دست و بازو سے چنانگی کرنے ملزمت میں پیش دستی کے سبب صاحب الیف القلم کا خطاب شمشیر مرصع خلعت دووات و قلم مرصع اور ایک لاکھ روپیہ عنایت کیا رکھ رشیخ فرید کو حسین خدمت اور حبّت و ولیری پر ترضی خان کا خطاب سے نوازا اور ان اعلیٰ خدمات کی بناد پر لاہور کا گورنمنٹ مقرر کیا جانچہ ۱۶۱۰ء سے ۱۶۱۶ء تک لاہور کے گورنر رہے مندانہ تعلقات رہے۔ حضرت مجدد الف ثانی فرمایا کرتے تھے: "ترضی خان میرے خاندان کا دوست اور مروج سلسلہ ہے۔ آپ کا دستِ خوان بڑا وسیع تھا۔ قیام لاہور کے دوران متعدد عمارتیں اور بارگ و جامع مسجد تعمیر کرائیں۔ ایک محلہ بھی آباد کیا۔ ترویج کتاب و سنت میں ہمدیشہ کوشش ہے۔ ۱۶۱۴ء، ۱۶۱۵ء میں وفات پائی مقبرہ دہلی میں بیگم پورہ کی مسجد کے پاس دفن ہوتے شاہ ولی اللہ دہلوی تکھتے ہیں۔

"شیخ فرید بخاری کہ از اغاظہم امرائے زماں بود جامع بود درمیان نجابت و صلاح و اعتقاد مشائخ صوفیہ۔ یکے اکبر کے شہرور اتالیق بیرم خال کا فرزند رہنہ تھا۔ ۱۵۵۵ء میں لاہور میں خال میوائی کی دختر کے بھن سے پیدا ہوا۔ بہترین جزیل اور بدبر سیاستدان تھا علم رثضیل وجود و سخا میں بکتنائے روزگار تھا۔ عربی، فارسی، ترکی اور مہندی زبانوں میں بوری قابلیت واستعداد رکھتا تھا۔ خود شاعر تھا اور شعراء کا مرتبی بھقا۔ اہل علم و تقویٰ کی بڑی خدمت کرتا تھا۔ زبان فارسی و مہندی میں شعر کہتا تھا اکبر کے حکم سے توزک بابری کافارسی ترجمہ کیا۔ اس کا باپ شیعہ امامیہ تھا مگر خود اہل سنت سے تھا حضرت خواجہ محمد باقی باشیر کے ارادتمندوں سے تھا ان کی وفات کے بعد حضرت ربانی ہے کے ۱۶۸۸ء پر

لہ دیکھیں ص ۲۹۷ پر

گئے۔ اور حسن اتفاق سے شیخ الحمد سے ملاقات ہوئی۔ اثنائے ملاقات دل میں یہ خیال آیا کہ اگر شیخ کو کرامت ہے جیسا کہ لوگ آپ کی بابت بیان کرتے تو میری دھوکی کریں دوسرے یہی نے سنا تھا کہ ان کے پر خواجہ باقیؒ بغیر اجازت مولانا خواجہ ملکنگیؒ کے مرید کرتے رہتے تھے اور یہ کہ خواجہ خاوند محمودؒ سے آپ کو کیسا اعتقاد تھا جب تھوڑی دیر شیخ کی خدمت میں بیٹھا۔ اپنی مندر کے نیچے سے ایک کتاب مطالعہ کے لئے مجھے عنایت کی میں نے جب اس کو پڑھا، مجھ سے پوچھا۔ بتاؤ اس سے کچھ ظاہر ہوتا ہے میں نے عرض کیا کہ مجھے اس سے کچھ ظاہر نہیں ہوتا۔ اور جو کچھ یہاں ہے سب درست ہے فرمایا تم یہ جانو کہ ہم سے جو کچھ واقع ہوا ہے، وہ یہی ہے۔ باقی سب جھوٹ ہے۔ کچھ دیر کے بعد آپ نے فرمایا کہ ایک دن خواجہ خاوند محمودؒ یہاں آئے تھے کہتے تھے کہ خواجہ باقیؒ کو اپنے پرے اجازت صریح حاصل نہیں، اس لئے ایک دن مولانا خواجہ ملکنگیؒ خرپڑہ کھا رہے تھے اور قاش قاش کر کے حاضرین میڈیوں کو دیتے جاتے تھے۔ خواجہ باقیؒ کو خرپڑہ کی قاش نہیں دی۔ حاضرین نے کہا، خواجہ بھی حاضر نہیں مولانا خواجہ ملکنگیؒ نے فرمایا کہ ہم نے خرپڑہ اس کو ٹھیک دیا۔ خواجہ باقیؒ نے اس سے استنباط کیا کہ مجھے ارشاد و تبلیغ کی اجازت مرجمت فرمادی، میں نے کہا ایسا نہیں ہے۔ اس لئے ہم نے بھی یہ بات اپنے پری یا کسی اور سے نہیں سنی۔ بلکہ خواجہ باقیؒ بھی انکار کرتے تھے کہ یہ کام میرے بس کا نہیں ہے نہ مجھے آتا ہے۔ مولانا خواجہؒ فرماتے تھے کہ ہم نے اجازت دیدی ہے۔ تم کو یہ کام کرنا چاہیئے۔ اسی اثناء میں چند سفید ریش بزرگوں نے بھی کہا کہ ہم اس مجلس میں حاضر تھے، جب مولانا خواجہؒ نے حضرت باقیؒ کو اجازت دی تھی، خواجہ خاوندؒ نے کہا تو پھر ہم نے غلط سنا ہو گا۔

علاوہ ازیں حضرت مجدد الف ثانیؒ اپنے مکتوبات میں ا حصہ سوم و فردا میں جو اپنے مخدوم زادہ ملکنگیؒ (خواجہ ابوالقاسم) کی طرف صادر فرمایا اور سلسلہ کے پرویں کے بعض اسماں نے گرامی کے استفسار میں جن میں تردید اہوا تھا بیان فرماتے ہیں۔

"ترجمہ" مذکوم و مکرم: جو کچھ ہمارے حضرت خواجہ یعنی حضرت خواجہ محمد باقیؒ علیہ الرحمۃ

دیقیسہ حاشیہ (۱۹۷۸) مجدد الف ثانیؒ سے استفادہ کیا تھا سلسلہ نقشبندیہ میں بعیت تھا۔ پہنچت
رس کی تاریخ میں ۱۰۳۶ھ۔ ۱۶۲۶ء میں دفاتر پائی مقبرہ ہماریوں کے ہاں دفن ہوئے۔

ہماراں پریوں کے اسائے گرامی کی تحقیق کے باسے یہی حضرت خواجہ خواجگی مکنگی ہم اور حضرت خواجہ احرار کے درمیان گزے ہیں پہنچا ہے یہ ہے کہ ان دو حضرات کے درمیان دو بزرگ گزے ہیں ایک حضرت خادوند محمود ڈیش محمد ہیں اور دوسرے بزرگ حضرت مولانا محمد زادہ مکنگی کے والد بزرگوار حضرت مولانا فیض محمد ہیں اور جو حضرت مولانا درویش میش میں ہے کہ پہنچت پناہ خواجہ ہے جو حضرت مولانا درویش میش میں ہے کہ ماموں ہیں پہنچنے روزگی بات ہے کہ پہنچت پناہ خواجہ ہے اس علاقے میں تشریف لائے تھے انہوں نے پہلی ملاقات میں ہی مولانا خادوند محمود ڈیش سے اسی بارہ پر ابتداء میں کسی کو مرید نہیں کرتے تھے اور آخر میں جا کر پیری مریدی کا سلسلہ شروع کیا۔ انہیں کہا گیا کہ مولانا صاحب بزرگ تھے اور تماسم ماوراء النہر کا علاقہ آن کی بزرگ کا قابل ہے وہ ہرگز ایسا نہیں کر سکتے تھے کہ بلا اجازت ابتداء عمر یا آخر عمر میں پیری مریدی کا سلسلہ شروع کرتے۔ ایسا کرنے کا باریں ایسا کریں۔ اس کے بعد خواجہ خادوند محمود نے کہا کہ ایک روز مولانا سکتا۔ چہرہ جانیکہ اکابر میں ایسا کریں۔ درویش محمد خواجہ کلام دہ بیدی گی خربوزہ تناول درویش محمد خواجہ کلام دہ بیدی گی کی خدمت میں حاضر تھے خواجہ کلال دہ بیدی گی خربوزہ تناول فرمائے تھے مولانا نے خربوزہ کھانے کی طلب کا انہار فرمایا تو خواجہ دہ بیدی گی نے فرمایا تمہارا خربوزہ مکمل ہو چکا ہے رجھتہ ہو چکا ہے) مولانا نے فرمایا آپ گواہی دیتے ہیں کہ ہمارا درجہ کمال کو

ملہ دیکھیں ۶۲ ۳۳ میں حضرت مولانا خواجہ محمد زادہ نامی حضرت مولانا یعقوب چرخی سے قرابت قریب تھی۔ بلکہ آن کے نواسہ کپے جاتے ہیں۔ وخشی جو خلان کا ایک قصہ ہے مولد و مکن تھا۔ ان اعلیٰ عمر ہی میں مولانا چرخی کے کھی مرید و خلیفہ سے تعلیم و تربیت حاصل کر کے ریاضت و مجاہد اور تحریر و تفسیر اقتیار کر لئی اُخْری میں حضرت خواجہ احرار قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر حلقدار ارادت میں داخل ہوتے۔ حضرت خواجہ احرار نے جلدی ہی جیسے علوم ظاہری و باطنی میں کمال و تکمیل تک پہنچا کر خرقہ خلافت سے نماز اور شد و پریت کی اجازت فرمائی۔ دوسرے درویش جو ایک مدت سے حضرت خواجہ احرار کی خدمت سے وابستہ تھے کہنے لگے عجیب بات ہے کہ حضرت خواجہ احرار نے جتنی توجہ ان پر مبذول فرمائی ہے ہم پر نہیں کی حضرت خواجہ احرار نے فرمایا مولانا محمد زادہ چراغ بنتی درست کر کے اپنے ساتھ لائے تھے میں نے صرف روشن کر کے انہیں رخصت کر دیا۔ یہ معاملہ حضرت خواجہ احرار کے تصرف عظیم اور مولانا زادہ کے کلام استعداد و تعلیم پر دلالت کرتا ہے آپ سلسلہ نقش بندیری کے اکابر مشائخ سے ہیں۔ ۶۳ و صدیں وفات پائی۔ مرقد شریف و خوش میں سے۔

ہنسنچ چکا ہے۔ خواجہ کلام دہ بیدیؒ نے فرمایا، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کا خرجنونہ درجہ نام و
کمال کو ہنسنچ چکا ہے۔ اس وقت سے مولانا نے مرید کرنا شروع کیا۔ خواجہ خادند محمد و کی یہ
نقل درایت بھی بہت بعید معلوم ہوتی ہے۔ یہ بات نہیں ہو سکتی کہ مولانا صرف تنہی بات
سے اپنے آپ کو شیخ تصور کر لیں اور لوگوں کو مرید بنانے کے درپیے ہو جائیں۔ اس کے بعد
حضرت خواجہ خادند محمد و نے فرمایا کہ ان دو بزرگوں کا نام جو حضرت مولانا اور خواجہ احرارؒ^۱
کے درمیان نقل کیا جاتا ہے اور دو نام تک جاتے جاتے ہیں۔ درست نہیں ہیں۔ اور انہوں نے دو اور
نام بنائے۔ آپ نے یہ بھی کہا کہ سلوک ہیں مولانا درویش محمدؒ کی نسبت اپنے ماموں سے نہیں۔
بلکہ کسی دوسرے شخص سے نسبت ہے ان کی ان باتوں سے بڑا تعجب ہوا۔ اس ضرورت کے
تحت آپ کو تکلیف دی جاتی ہے کہ ان دو بزرگوں کے نام تحقیق کر کے لکھ لیجیں تاکہ کسی کو
گفتگو کی مجال نہ رہے اور اجازت کی بات لکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ ان کی بزرگی ہی اس کا
ثقراء در معنبر گواہ ہے۔ تاہم اگر اجازت کے باسے میں بھی لکھ لیجیں تو بہتر ہے تاکہ معتبرین
کی زبان بند ہو جائے۔ یہ معلوم ہیں ہو سکا کہ حضرت خادند محمد و کا مقصد ان پر شان باتوں
سے کیا تھا۔ اگر ان کا مقصد ان باتوں سے ہم بے سر و بیر فقراء کی زور دار طریقہ سے نفی تھی
کیونکہ پیر کی نفی کو بلاشبہ مستلزم ہے تو ہم بے سر و بیر بزرگوں کی نفی کے بہت طریقے ہیں
کیا نہ درت تھی کہ اس غرض کے لئے بزرگوں کی نفی کی جائے۔ اور اگر ان کا مقصد سچھا اور
صرف ان دو بزرگوں کی نفی مطلوب تھی تو یہ غیر مستحسن ہے جیسا کہ یہ بات اپنے شخص پر پوشیدہ
نہیں جو کھوڑی سمجھ بھی رکھتا ہے۔

اے الشہریم ہدایت دینے کے بعد ہمارے دل کو ٹیکھانہ کر اور ہمیں اپنے پاس سے حرمت
عطاف نہیں کے شکر تو ہمیں بہت عطا فرمانے والا ہے۔ بحرست بید المرسلین علیہ و علیہم و علی آلہ
الصلوات وال تسیمات اور بر تبع ہدایت پر سلامتی نزول ہو۔

حضرت خواجہ خادند محمد و کے اس اعتراض سے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے اقصال اور
انتساب میں بہت سے شکوک پیدا ہو گئے۔ مگر حضرت خواجہ خادند محمد و کو اس معاملہ کے
متعلق پوری اطلاعات نہیں لیتیں جس کے سبب آپ نے استفسار فرمایا اور حضرت

ام ربانی مجدد الف ثانی نے جواب باصواب ارشاد فرمایا کہ مولانا حضرت خواجہ مکنگی بزرگ تھے اور اولاد لئنہ کے لوگ ان کی بزرگی کے قابل تھے۔ ہر کسی بات پسند نہیں کر سکتے کہ زہول نے ابتداء میں یا آخر میں بے اجازت مربویں بائیے ہوں کیونکہ ایسا عمل خیانت ہیں داخل ہے۔ ادنی مسلمان سے بھی ایسا گمان نہیں ہو سکتا۔ پھر اکابر دین کیسے کر سکتے ہیں۔

حضرت مولانا درویش محمدؒ کی سمعیت و خلافت حضرت مولانا محمد زادہؒ سے ہے جو اپ کے ناموں جان ہیں۔ یہ نسبت آج تک قیام ہے اور درجہ بدرجہ پل آرہی ہے۔ ان کی بزرگی ہی ان کا ثقہ اور معتبر گواہ ہے۔

مذکورہ مکتوب گرامی مزید تحقیق و بحث اور حضرت خواجہ خاوند محمودؒ کے استفسار پر مخدوم زادہؒ مکنگی خواجہ ابو القاسمؒ کی جانب حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کی طرف سے صادر گیا گیا تھا۔ مگر دارالشکوہ اپنی کتاب "سفینۃ الاولاء" میں حضرت خواجہ مکنگیؒ کی بجائے حضرت باقی باشیرؒ کا نام تحریر کرتے ہیں جو بیان غیر صحیح ہے۔ اور مکتوب امام ربانی کے مقابلے میں اس بیان کی کوئی دعیت نہیں۔

حضرت خواجہ خاوند محمودؒ کے تعلقات حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے ساتھ بہت خوشگوار تھے۔ مسائل شریعت و طریقت اور وحدت الوجود کے باسے میں اکثر لفظیوں میں تھی۔ آپ وحدت الوجودؒ کے نظر پر کم تردید کرتے اور "وحدت الشہود" کے تصور کی حمایت کرتے ہیں۔ اس وقت تصوف جو اپنا مقام کھوچ کا تھا، حضرت مجدد الف ثانیؒ کی کوشش سے اس نے اس سلوک پر اپنا اصل مقام حاصل کیا۔ اس عمل میں حضرت الشیلؒ بھی آپ کے معاون تھے۔ آپ اکثر ملاقات کیلئے سرہند بھی جاتے تھے۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ آپ کے باسے ایک مقام پر فرماتے ہیں۔ "خواجہ خاوند محمود پر زادہ مانند وجذبہ موروثی دارند" (درجہ خواجہ خاوند محمود خواجہ زادہؒ میں اور جذبہ موروثی اپنی حاصل ہے) اس کے علاوہ مکتوبات شریف میں اکثر مقام پر

لئے حضرت خواجہ خاوند محمودؒ حضرت خواجہ سید علاء الدین عطاء قدس سرہ کی اولاد احادیث سے تھے جو حضرت خواجہ بزرگ سید بیار الدین نقشبند قدس سرہ کے نامور مدرس و خلیفہ اول نائب مطلق داماد تھے اس نے خواجہ زادہ کہلاتے ہیں (حضرات القدس مولف شیخ بدر الدین سرہندی ص ۱۸۵، ماشر محکمہ ذوقاف پنجاب لاہور)۔

حضرت ایشائے کوآپ نے سمشینخت پناہ "خواجہ خاوند محمود" کے القاب سے مخاطب کیا ہے۔ حضرت مولانا بدر الدین سرمندی مولف حضرات القدس دفتر اول میں بیان کرتے ہیں کہ خواجہ خاوند محمود نے ایک روز فقیر مولف سے کہا تھا مولانا محمد زادہ مرید خواجہ یوسف دہ بیگ کے ہیں اور وہ مرید خواجہ یعقوب چرخی کے تھے نیز فرمایا اگر مولانا محمد زادہ کا انتقال خواجہ عبید اللہ احرار سے ہے تو صاحبِ رشحات اپنے ذکرہ میں ان کا ضرور حوالہ دلتے۔ یہ ذکر ہو ہی رہا تھا کہ الفاق سے حاجی ضیاء الدین سمرقندی خلیفہ حضرت خاوند محمود جو بعد خلافت پانے کے شیریں میں سکونت رکھتے تھے۔ اس مجلس میں موجود تھے اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے پاس، آئے اور مجھ سے کہنے لگے کہ حضرت خواجہ خاوند محمود اس معاملہ کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہیں۔ میں حضرت مولانا خواجی مکنگی کا مرید ہوں اور رسول ان کی خدمت میں رہا ہوں۔ اور ان کی وفات کے بعد حضرت خواجہ خاوند محمود کے پاس آپ ہوں اور حضرت باقی بالشہر میرے سامنے حضرت مولانا خواجی مکنگی کی خدمت میں آئے اور حضرت مولانا محمد زادہ کی خلافت حضرت عبید اللہ احرار سے بغیر کسی شک و شبہ کے محقق و مقرر ہے۔ مگر واقعہ یوں ہے کہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار کی شہرت مولانا محمد زادہ کے کانوں تک پہنچی تو آپ حصار سے سمرقند کی طرف روانہ ہوئے۔ اور سمرقند پہنچنے کے بعد محلہ وانسر میں جو دلکشا اور سرہنیر مقام ہے اُترے اُدھر حضرت خواجہ احرار پر ظاہر ہوا کہ مولانا محمد زادہ جو کمالات اور مقامات عالیات سے لے کر مکتبہ تھا حصہ سو فم دفتر اول۔ لئے ماخذ حضرات القدس دفتر اول ص ۲ مولف شیخ بدر الدین سرمندی۔ لئے "رشحات عین الحیات" مشہور و معروف تذکرہ کا نام ہے جسے ملا حسین و عظیل کاشفی نے فارسی زبان میں لکھا۔ آپ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ کے خلفاء میں سے تھے ان میں بزرگوں کے مختصر حالات درج ہیں۔ مگر جن لوگوں نے حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ کو دیکھا ہے یا آپ کے کسی ارشاد کو یا آپ کی کسی کرامت کو نقل کیا ہے ان کا نام بنام کتاب میں درج ہے۔ علاوہ ازیں حضرت خواجہ عبید اللہ احرار کی بعض مجالس میں جو آپ کے شامل و مناقب اور حالات سننے میں آئے، ان کو بھی تحریر کیا ہے سولہ سال گزرنے کے بعد میں ۹۰۹ھ میں ازہر تواریہ ارادہ تازہ ہوا کہ دوبارہ کتاب کو ترتیب دی جائے۔ چنانچہ مولف نے کتاب کو دوبارہ ترتیب دی اور اختصار سے کام کا آغاز ہوا اور مقدمہ کتاب ان بیانات کا گواہ ہے۔

موصوف ہیں بہماری ملاقات کے لئے آتے ہیں۔ آپ کے دل میں گزرا کر مولانا کے استقبال کے لئے نکلیں۔ ٹھیک دوپہر اور سخت گھنی کاموسم تھا۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ مواری کے اونٹ کو لاٹیں۔ پھر حضرت رسپسوار ہوئے اور حاضر محلہ مریدین آپ کے ہمراہ ہوتے کسی کو یہ علم نہیں تھا کہ کہاں جا رہے ہیں۔ اونٹ کو اس کے حال پچھوڑ دیا کہ جہاں چاہے ہوئے تھے ڈک جائے جب محلہ وابسرائے میں داخل ہوئے جن مقام پر مولانا محمد زاہد اترے ہوئے تھے اونٹ خود بخود رُک گیا اور حضرت خواجہ اونٹ سے اترے مولانا کو حضرت خواجہ کی شریف آمدی کی خبر معلوم ہوئی تو بے اختیار دوڑے اور حضرت کا استقبال کیا اور خلوت فرمائی۔ پہلی ہی صبحت ہیں آپ کو خلافت عطا ہوئی۔ بعض مریدین نے اعتراض کیا۔ مگر حضرت خواجہ احرار نے ان لوگوں سے کہا۔

”مولانا محمد زاہد پراغ اور نسل بتی تیار کر کے میرے پاس لانے تھے ہم نے اس کو روشن کر کے رخصت کیا۔“

منذکرہ بالا بیان سے واضح ہے کہ حضرت مولانا محمد زاہد کی بیعت و خلافت حضرت خواجہ عبدالعزیز احرار سے ہے مگر کسی مورخ یا تذکرہ نویس نے کسی زبانہ میں اس امر کا ذکر نہیں کیا کہ حضرت مولانا محمد زاہد مرید حضرت خواجہ محمد یوسف دہ بجیدی کے تھے اور وہ حضرت یعقوب چرخی کے مرید تھے۔ ان کے علاوہ ملا حسین واعظ الشافعی اور مولانا عبد الرحمن جامی دونوں آپس میں پیر بھائی تھے اور خواجہ عبدالعزیز احرار کے خلفاء میں سے تھے وہ بھی ان کی تفصیل اپنے تذکروں میں بیان نہیں کرتے۔

حضرت مولانا محمد زاہد یہے باکمال بزرگ گزرے ہیں۔ جن کے اتصال و انتساب میں قطعاً شک نہیں ہو سکتا۔ زمانہ کے تذکرہ نویس مورخین اور مصنفین بیان کرتے ہیں کہ آپ یکتا شے زمانہ تجربی میں یگانہ اور خلوت و تفریب میں بے نظیر تھے۔ آپ نے خرقہ خلافت حضرت خواجہ عبدالعزیز احرار سے پہنا۔ حضرت مولانا درویش محمد حبیب آپ کے مرید و خلیفہ اور خواہزادہ ہیں۔ اور حضرت مولانا خواجہ امکنگی حبیب والد اور مرشد ہیں۔ آپ نے عوام انسان کو دست بیعت کیا۔ اور فیض نسبت سے مالا مال و سرسیز و شاداب فرمایا۔

لئے مأخذ الوار العارفین ص ۲۴۳ جواہر علومہ ص ۵۷، وہاں تک کہ جبکہ ۶۰ پر

حضرت ایشان نسباً سید تھے آپ کے آبا اور اجداد حضرت خواجہ علاء الدین عطاء جنگار کے سادات عظام سے تھے جو حضرت خواجہ بزرگ بید بہار الدین نقشبند کے نامور مرید و خلیفہ اعظم تھے۔

ہر صنف اور مؤرخ نے آپ کے سید ہونے کو تسلیم کیا ہے۔ خواجہ عظیم دیدہ ہر کسی اپنی کتاب "واقعات کشمیر" بعہد محمد شاہ بادشاہ ۱۳۴۰ھ صفحہ ۱۲۹ پر لکھتے ہیں۔

"خاب مغرب با رگاہ جبود حضرت ایشان خواجہ خاوند محمود قدس العزیز از اکابر سادات بخارا اند والد بزرگوار ایشان میر سید شریف الدین است که به پنج داسطہ حضرت قطب الاسرار خواجہ علاء الدین عطار قدس سرہ میر سید۔"

رفقیہ حاشیہ ص ۹۳) خزینۃ الاصفیاء ص ۲۰۲ و م ۲۰۳ اور ص ۶۰۲ و م ۶۰۳۔ حضرات القدس ص ۲۰۲ و م ۲۰۳ حصہ اول۔
حدائقۃ الاسرار ص ۱۷۱۔ حالات شائخ نقشبندیہ ص ۱۲۸۔

لئے آپ کے والد کا نام خیرالزان کشمیری مجددی تھا، کشمیر کے اعظم علماء اور شائخ سے تھے بچپن میں مولانا عبدالرشید شہید سے علم حاصل کیا پھر شیخ مراد بیگ کو رزا کامل بیگ میر حاشم قادری جو اپنے زمانے کے عالم محقق اور فقیہہ کامل تھے۔ سے فیضیاب ہوتے شیخ مراد مجددی کی خدمت میں حاضرہ کر علوم باطنی داسرار معنوی کی تکمیل کی اور بے اندازہ فیوض و برکات حاصل کئے۔ آپ کو تاریخ نویسی میں بڑی بہارت نقی رہنمائی میں تاریخ عظمیٰ المعرف دیدہ ہری یاد و مری تصنیف کی جس میں بادشاہوں و مشائخ و علماء و فضلاء و شعراء کا شکریہ کے مالات تفصیل درج ہیں۔ اس کے علاوہ رسائل فیض مراد اور شرح کہریت احرار کی مشہور تصنیف ہیں۔ آپ سلسلہ نقشبندیہ سے نسلک تھے اور اس سلسلہ کو فروغ دیا، ضعیف گردہ کے مرضیں تھے سن ۱۱۱۱ھ میں وفات پائی۔

اگر پُسند اعظم از چہ مردہ؟ بگو سال و صالش ضعیف گردہ
۱۸۳۶ء میں فرشی اشرف ملی صاحب نے تاریخ عظمیٰ کار دوزن جہر دہلی سے شائع کیا، اس کے بعد ۱۸۴۰ء اور ۱۸۴۵ء میں مولوی فقیر اللہ صاحب مرحوم تاجیر کتب لاہور نے اس کو مصل زبان فارسی میں شائع کیا، بچریہ کتاب دوسری مرتبہ مصل زبان میں ۱۹۳۶ء اور ۱۹۴۵ء (۱۳۵۵ھ) میں خواجہ علام محمد و خواجہ فروغ محمد ناجران کتب سری نگر (کشمیر) کے دستگاہ سے لامبیری طبع ہوئی۔ خوبی زارہ کی تعداد میں شائع ہو کر خواجہ علام سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہے۔ آپ یہ کتاب ناپید ہو رہی ہے۔ لئے مفتی علی الدین خلف مفتی خیر الدین لاہوری اپنی تصنیف عبرت نامہ (فارسی) میں حضرت ایشان رکون خواجہ بہار الدین نقشبندی کی اولاد تحریر کرتے ہیں حالانکہ یہ درست نہیں۔ آپ خواجہ بہار الدین نقشبندی کے اپنی تھے اور خواجہ علام الدین قدس سرہ کی اولاد تھے۔

خوارق و کرامات

۱۔ منکروں کے کوسرا

ایک دفعہ آپ کو خوش سے بخارا آنے کا اتفاق ہوا اور ایک دن باقی بیگ حاکم خوش کی مجلس میں جانا ہوا۔ وہ سخت مزاج اور منکروں کا شد تھا خضرت کو دیکھ کر کہنے لگا کہ یہ لوگ جو خواجہ زادہ کہلاتے ہیں۔ درحقیقت لوگوں کو لگراہ کرتے ہیں ان کا ناک کاٹ کر تشبیہ کرنا چاہیئے۔ میں باقی بیگ نہیں اگر ایسا نہ کروں۔ آپ نے سن کر فرمایا۔

”مجھے امید ہے کہ ایک دن ایسا آئے گا کہ تیرے ناک کا ن کاٹے جائیں گے“ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ عبد اللہ خان شاہ بخارا کا میر شکار اپنے شکاری جانور سے کر خش آیا۔ اس سے کچھ ایسی خط اسرزد ہوتی کہ باقی بیگ نے اسے پھوایا۔ اور شہر خوش سے اسے نکلوایا۔ اس نے آکر عبد اللہ خان شاہ بخارا سے شکایت کی کہ حاکم خوش نے مجھے بے گناہ پھوایا ہے۔ اور بادشاہ کے حنص شکاری پاڑ کو بھی مار ڈالا ہے۔ بادشاہ نے باقی بیگ کو لکڑ بلوایا۔ اور حکم دیا کہ اس کے دونوں کان اور ناک کاٹ دیئے جائیں۔ چنانچہ وہ کاٹ ڈالے گئے۔

۲۔ نزول بالان رحمت

ایک مرتبہ آپ کشمیر سے روستاق تشریف لے جا رہے تھے۔ ماہ رمضان تھا جو کم سخت گرم تھا۔ ہمارے ہمیوں کو بے حد تخلیف ہوتی گئی اور پیاس سے جان بیوں پر آگئی۔ نہ جائے رفتہ نہ پائے ماندن۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دعا میں بارش کی اتجائی۔ آپ نے دعا فرمائی۔ اسی وقت بادل نمودار ہوئے بارش ہونے لگی۔ ہوا سرد ہو گئی۔ غروب آفتاب تک رسمان پر بادل چھایا رہا۔ حتیٰ کہ آپ اپنے ہمارے ہمیوں سمیت منزل پر پہنچ گئے۔

۳۔ شرف بیگ کی موت و حیات اور صحت بیانی

ایک شخص مسی شرف بیگ، آپ کے عقیدہ نزول سے تھا اسے کسی کام کے لئے کابل جانے کا اتفاق ہوا۔ آپ نے اسے ایک کام کرنے کا حکم دیا تھا جس سے اُس نے غفلت کی۔ اس کی

اس بے پرداہی پر حضرت خواجہ نجیب خاطر ہوئے جس کے نتیجہ پر وہ مرض قپ میں مبتلا ہو گیا۔
تین ہیینے گزر گئے علاج کے باوجود صحت یا ب نہ ہوا۔ آخر اس کا بھائی عوض بیگ اُسے لے
کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور دعاۓ صحت کی درخواست کی۔ آپ نے تکبیر کیا اور
فرمایا: ”اگر خدلنے چاہا تو شفا ہو جائے گی۔“ حاضرین مجلس نے سمجھا کہ آپ نے دعاۓ
صحت نہیں فرمائی۔ اس کا گھر آپ کی خانقاہ کے قریب ہی تھا۔ رات کو اس کے گھر سے رونے
کی آواز آئی کہ وہ مر گیا ہے۔ اسی اثناء اس کا بھائی عوض بیگ حاضر خدمت ہو کر قدموں
پر گر پڑا۔ اور عرض کیا کہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند مردے زندہ کرتے تھے میں بھی
ایسا دیکھو شاید شرف بیگ زندہ ہی ہو۔ یہ بات ہو رہی تھی کہ اس کے گھر سے رونے کی
آواز بند ہو گئی۔ اور خبر آئی کہ اس نے آنکھیں کھول دی ہیں۔ اس داقعہ کے بعد وہ شفایا بیگ گیا۔

۳۔ کشف صریح

لاذہتی شاعر کشمیر کا بیان ہے کہ حضرت ایشائی نے جو خانقاہ کشمیر میں تعمیر فرمائی
تھی۔ میں نے اس کا قطعہ تاریخ لکھا تھا۔ ایک دن میں نے قطعہ جیب میں ڈالا اور حضرت کو
سنانے کے لئے حاضر خدمت ہوا۔ مگر اس وقت ایک بڑے سچوم کے باعث سنانے سکا ہوا جا
کر پھر کسی وقت مُسناویں گارخست کی اجازت لی۔

ابھی چند قدم ہی دور گیا تھا کہ آپ نے آواز دی۔ ”اے اخوند تو نے جو جیب میں رکھا
ہوا ہے۔ وہ مجھے کیوں نہ دیا۔ اس وقت سے بہتر اور کوئی ساموقع ہو گا۔ وہ فوراً پڑ
اور قطعہ تاریخ پیش کیا۔ آپ نے سماعت فرمائے بڑی تعریف کی اور ظاہری د باطنی
فیوض سے سرفراز فرمایا۔ قطعہ یہ ہے۔

حضرت خواجہ کل شیر دین دار	کزانیل یافت دولت سرمد
ظرفہ شاہی کہ دادش ایزد پاک	از فدا تاج و از بقاۓ مسند
ذات قدسش کہ زندہ می دارد	دین یزد داں و سنت احمد
در تہسہ کار و در تہسہ حالت	یا بد از شاد نقش بند مدد

خانقاہے لطیف کرد بناو کر براں می برد پسپھر حسد
آسمال گل کش و قضا محار خشش از قرص مہروہاہ سند
و رفضاش که نوبہار صفا امتحن بوئے صدقش نیم مہروزد
گفت تاریخ شال آں ذہبی
خانقاہے بجذب لطیف آمد

۵۔ ملا صاحب لاہوری کا خاتمه بالخبر
کتاب حنوافی کے مؤلف آپ کے فرزند خواجہ خادوند معین الدین قطبزادہ ہیں کہ حضرت
لاہوری میں قیام پذیر تھے عید کے روز نماز پڑھنے کے لئے عیدگاہ تشریف لے گئے۔ کافی
عرصتہ تک حاکم لاہور کا انتظار رہا۔ اسی اثناء گفتگو ہوتی کہ نماز عید کا آخری وقت کب
تک ہے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا۔ "زوال تک" ملا صاحب لاہوری بڑے جتید عالم تھے اور
عوام میں بلقب ابر مشہور تھے۔ اس بات پر بگڑتے اور کچھ بے ادب ادا و گستاخانہ کلمات
زبان سے نکالے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا۔ "اے ملا ابر! انہم اپنی زندگی کے سورج کو موت
کے ابر کے نیچے آجائے سے نہیں ڈرتے۔ چنانچہ جب ملا ابر نماز عید سے فارغ ہو گھوٹے
پر مواد ہوئے اور گھر کی جانب چلے۔ راستے میں گھوٹے سے نیچے گرپڑے اور گردن ٹوٹ
گئی۔ بڑی مشکل سے گھر پہنچے۔ سمجھ کر یہ حضرت ایشائی کی گستاخی کی شامت ہے۔ لور دین

اے ملا ذہبی کشمیری کے ہمچھر ملام شری تھے۔ آپ حضرت ایشائی کے مرید تھے اور آپ کی صوفیانہ مجالس
میں شرکیے ہو کر علمی روحانی نیوں و درکات سے فیض یاب ہوئے۔ آپ صاحب دیوان تھے آپ کا دیوان
قصائد اور ایک مشنوی پیشہ تھے اور تینجا نہ دلشگاہ عبیثی (ریتیار) میں محفوظ ہے قصائد میں خاقانی کی تلتیح کی
بنے بیان کرتے ہیں۔ خواجہ عالی نسب خادوند محمود آنکہ سہت در جہاں صرف صاحب لاں را پیشو
ایک دفعہ حضرت ایشائی کشمیری میں تشریف فرمائے اور ملام شری کے ہاں ہمہان ہوئے ملام شری بیان کرتے ہیں
وہ آنکہ دل و لسان میں جز خون دل و لخت جگہ۔ چون کہنم کن جاں عزیزی بر سر جہاں رسید
وہ عالمی دلشار و ذریخانہ سوری دگہ
من ہست عائی شاد مانی زانکہ در کشمیریان
قطب حق پر خلائق میشد دواری رسید
وہ خواجہ والا گھر خادوند محمود آنکہ فیض
ر فہرست کتب شاہزاد انشگاہ معبی ۱۹۲۵ ص ۳۷

اے دیکھیں ص ۳۷

قاضی لاہوری اور امیر حسین شیخ الاسلام کو تعمیر کی معافی کیئے و خفر خواجہ کی خدمت میں بھی ان دونوں حضرات نے حاضر ہو کر ملائی صحبت کے لئے دعا کی التجا کی۔ آپ نے فرمایا تیر کار سے نکل چکا ہے۔ وہاں واپس نہیں آسکتا ہیں راضی ہو جی جاؤں مگر خواجہان راضی نہیں ہوتے۔ پس ہمیں ملا کی سلامتی ایمان کے لئے فاتحہ پڑھنی چاہیئے۔ یہ کہہ کر آپ نے دعا کے لئے ہاتھ دھنائے فاتحہ پڑھی اور فرمایا۔ ملا صاحب دنیا سے ایمان سلامت گئے۔ ”قاضی اور شیخ الاسلام مجلس سے نا امید ہوئے۔ دوسرے روز ملا صاحب اللہ کو پیارے ہو گئے۔

۴۔ ملکہ نور جہاں کی صحبت یا بیان

بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت ایشائیں جہانگیر کے ہمراہ سفر کشمیر پر تھے۔ اس سفر میں نور جہاں ملکہ بھی ہمراہ تھی۔ جب شاہی قافلہ کشمیر پہنچا تو بوجہ تھکان سفر بادشاہ اور ملکہ کی صحبت خراب ہو گئی۔ زندگی کی امید باقی نہ رہی۔ بادشاہ نے حضرت ایشائیں سے خغاۓ صحبت کی استدعا کی۔ آپ نے فرمایا۔ ” دونوں میں سے ایک اچھا ہو جائے گا۔ بادشاہ کو نور جہاں کی زندگی ہر صورت مبتکرانے کی چنانچہ نور جہاں صحبت یا بہو گئی۔ اور بادشاہ کی حالت اور بگڑ گئی۔ تھوڑے ہی دونوں بعد وفات پائی۔ بادشاہ کی لاش لاہور میں لائی گئی۔ آپ بھی ہمراہ تھے۔

۵۔ حضرت ایشائیں پر خون بہا کا دعویٰ

جہانگیر کی وفات کے بعد شاہ جہاں تخت نشیں ٹھا۔ آپ بھی حضرت ایشائیں کے پرست عقائد تھے۔ مگر دربار پول میں آنحضرت کو زیر کرنے کے اکثر منصوبے تید ہوتے اور اس دشمنی کے خلاف اپ کو سخت مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا۔ دشمنی کی وجہ پر کا صحیح علم تو نہ ہو سکا۔ لیکن شکایات شاہ جہاں تک پہنچ گئیں دخالغین آپ پر طرح طرح کے سوال کرتے اور آپ کی شان میں گستاخیاں کرتے۔ پہلے تو آپ برداشت کرتے رہے جب معاملہ حد سے گزرا تو آپ کی طبیعت میں ایک ایسا تغیر و نہاد کا کہ ادھر سر غنیہ مسمی محمد شفیع منہ کے بل زمین پر گرا اور گیا۔ لہ آپ بہت فاضل تھے۔ اکبر آباد (اگرہ) کے پینے والے تھے اکثر مباحثے اور مناظرے کئے مگر عموماً ناکام رہے۔

وگوں نے خون بہا کا دعویٰ کیا۔ شاہ جہاں حالات سے آگاہ ہوا اور آپ کو باعزت و آبر و برسی کیا۔ آنحضرت کام مقام تصرف بہت بلند تھا۔

نوائے خان دو لا حاکم لا ہور کی موت کا واقعہ

صاحب کتاب رضوانی تحریر کرتے ہیں کہ مزار پر روضہ عالیہ کی تیاری کے بعد شاہ جہاں شیر کی طرف چلا گیا اور لا ہور کا حاکم خان دو لا مقرر ہوا۔ اسے حضرت خواجہ سے عناد تھا، اس لئے کہ وہ (اہل شیعہ تھا) اس نے مزار کے گنبد کو سما کر ناچاہا اور مجھے کہ حضرت خواجہ کا مترن فرزند ہوں بلایا اور کہا کہ اس سے پہلے خاندان نقشبندی کے کسی بزرگ کے مزار پر گنبد نہیں ہے۔ تم

لبے خواجہ صابر نہ تھا، خان دو لا نصرت جنگ بہادر خ طاب تھا۔ عہد شاہ جہاں کے نامور اور جلیل القدر امراض سے تھا۔ اپنی ذاتی لیاقت اور جسم تدریب سے ہفت ہزاری منصب تک پہنچا، بسرا رئی فوج کشی معرکہ آراٹی اور سخت گیری میں اپنے تذلل کیا۔ شاہ جہاں کے عہد میں اچھے اچھے محکم سر کئے تھے۔ کچھ عرصہ دکن کی صوبہ داری بھی اس کے متعلق رہی۔ ۱۷ جولائی ۱۵۷۴ء / ۲۷ جمادی الاول ۹۵۵ھ میں اپنے ایک شیری بیہن زادہ جو قبولِ اسلام کر کے اس کے سعدی مکان میں شامل ہو گیا تھا اور مقتول ہوا۔ اپنے بیٹے کے ۴۰ تقویں قتل ہونا کسی تاریخ میں مذکور نہیں۔ ایک دن زندہ رہا اپنی تامہ جاندرا و کانڈاز و لگا کر وصیت لکھی۔ شاہ جہاں اس وقت کشیری میں تھا اسے یہی تجویدی کہ اس وصیت کے مطابق میری جاندار تقسیم کی جائے۔ باقی جو بچے دہ شاہی خزانہ میں داخل کر دی جائے چنانچہ شاہ جہاں نے اس کی وصیت سے زیادہ اس کے فرزندوں کو دیا۔ صاحب تحقیقات خشتی مولانا مفتی غلام سروز سخی تاریخ احمد رائے بیادر کنہیا لال اپنی تاریخ لا ہور میں انہیں کے حوالے سے اس کی تاریخ وفات ۹۵۵ھ کے بعد اور زنگز عالمگیر لکھتے ہیں بعد وست نہیں ہے۔ ماشر الامراء جلد اول میں اس کا سال وفات ہفت جمادی الاول ۹۵۵ھ۔ ۱۵ جون ۱۵۷۶ء درج ہے۔ یہی درست ہے کیونکہ یہ زبانہ شاہ جہاں کا ہے عالمگیر کا نہیں تھا۔ جب ۱۵۷۶ء میں ۱۷ جون ۱۵۷۶ء اور درج ہے۔ اور تاریخ اس کے تقریباً بیس سال بعد ان کے فرزند خواجہ حضرت ایشاں نے وفات ہائی اور یہ شاہ جہاں کا عہد تھا اور اس کے تقریباً بیس سال بعد ان کے فرزند خواجہ میعنی الجہن نے بعد اور زنگز عالمگیر ۱۵۸۵ء میں وفات پائی مگر صاحب الدولہ شاہ نواز خان ماشر الامراء جلد اول میں لکھتے ہیں کہ اس کا اہم قبرستان گواہیاں میں تھا۔ اس کی لاش دہاں سے گئے تھے کیونکہ اسکی اولاد لا ہور میں رہتی تھی۔ غالباً انہوں نے لا ہور میں پہلے دفن کیا ہو گا پھر کواليد لے گئے ہوں گے۔ شاید اس کے رہ کوں میں کوئی اس کے مقبرے میں دفن ہوا ہو اور یہ مقبرہ نصرت، جنگ بی بی کے ہام منشہ ہو رہا مخدیہ دوستکار یہ مقبرہ قائم رہا۔ زوال سلطنت کے بعد جہاں لا ہور کی بیرونی آبادی اُجر گئی دہاں میں مقبرہ بھی خستہ و تباہ ہو گیا۔ رحمت اللہ علیہم کے عہد میں جنیل کو رث نے اس مقبرے کو اپنا مسکن بنالیا رہا اسکے قریب

نے بزرگوں کے طریق کے خلاف عمل کیا اور اپنے والدکی قبر پر گنبد بنالیا سے لہذا میں چاہتا کہ اسے گرد دوں۔ میں نے کہا کہ صاحبِ مزار کو مردہ نہ جانو۔ اگر ہمت ہے تو مسما کر دو۔ اس کے چند روز بعد خانِ دوران لاہور سے سوار ہو کر اپنے دیہات کی جا گیر کی طرف چلا۔ دوپھر کے وقت شالamar باغ میں اُترا۔

حضرت ایشائی کی خانقاہ کے ایک خادم نے چند انگور خانقاہ کے باغ سے اُسے بطور تخفہ پیش کئے۔ مگر اس نے اپنے دلی بغضن و عناد کے باعث جو اُسے حضرت خواجہ سے تھا۔ انگور نہ کھائے۔ سب تو کروں ہی کو دے دیئے اور از راہ مسخر خادم خانقاہ سے کہنے لگا کہ معین الدین پسر خادمِ محمود کہتا ہے۔ صاحبِ مزار مردہ نہیں ہے اگر وہ مردہ نہیں ہے تو اُسے پر دھاک کیوں کیا۔ خادم نے کوئی جواب نہ دیا۔ اور واپس آگیا۔ جب خانِ دوران دوپھر کے بعد سوار ہو کر شہباز خاں کے تالاب کے پاس پہنچا تو اس کے اڑکے نے جو اس سے دشمنی رکھتا تھا۔ قتل کر دیا۔

(لبقیہ حاسبہ ص ۹۹) اور کوٹھی میں تبدل کر دیا۔ انگریزی عہد میں ۱۸۸۲ء میں رائے بہادر لالہ کہنیا لال کی زیر نگرانی اس کو مرست ہوتی۔

لہ خزینۃ الاصفیار اور مرأۃ الکوئین مصنف مولوی غلام نبی فردوسی میں ہوشیار خاں حج ہے۔ جو امر زیر تحقیق ہے۔

حصہ سوٹھ

حالات پر و مرشد حضرت ایشائی

قال را بگزار مرد حصال شو

پیش مرد کاملے پامال شو (مولانا رفیق)

حضرت خواجہ سنت ولی بن مخدوم عظیم خواجی کاشانی احمد بن سید جلال الدین حضرت خواجہ سنت کے والد ماجد مخدوم عظیم کاشان راز توابع فرغانہ میں پیدا ہوئے آپ حضرت خواجہ عبد اللہ حرار قدس سرہ کے مرید تھے کاشان سے دہ بید میں تشریف لائے اور اسی مقام پر سکونت اختیار کر لئی تھی اور سہیشہ کے لئے مقیم ہو گئے سہر قند سے قصبہ "دہ بید" کا فاصلہ صرف ایک فرسنگ لش ہے۔

عبدیل اللہ خاں شباني آپ کے حلقہ مریدین میں شامل تھا اور آپ اس کے روحاںی پیشوای تھے۔ امیر صافی ضمیر یینکتوش تھے آپ کے سلسلہ میں داخل تھا اور آپ کے فرزند شیخ حاکم کا مرید تھا چنانچہ اسی عقیدت کی بناء پر یینکتوش نے ۱۹۰۶ھ میں بہمنت جنوب حضرت مخدوم عظیم حرم کا وسیع دریح مزار بنوا یا جو مشائخ کرام کی پناہ تھی حضرت مخدوم عظیم کا وصال ۲۱ محرم الحرام ۹۳۹ھ میں ہوا۔ تاریخ وفات اس مصرعہ سے برآمد ہوتی ہے۔ ع

"قطب علم رفت دای"

حضرت مخدوم عظیم کئی کتابوں کے مصنف بھی تھے جن میں سے شرح غزال عبدیل اللہ خاں اور شرح ربانیات عبدیلی قابل ذکر ہیں۔ یہ کتابیں کتب خانہ تاشکنڈ میں موجود ہیں (دیکھیں فہرست مخطوطات تاشکنڈ جلد ۲، شمارہ ۱۳۵۲۰-۱۳۵۲) ان کتب کے علاوہ آپ نے رسالہ "در اسرار النکاح" بھی تحریر فرمایا۔ یہ رسالہ بھی تاشکنڈ میں موجود ہے (دیکھیں فہرست مذکور جلد ۶، شمارہ ۱۹۶۵)

لئے ابو طاہر سہر قندی بصریہ رتبہ ریج افسار، تہران ۱۹۶۵، ص ۸۷-۸۹

حضرت مخدوم عظیم کے حالات و مقامات پر ایک معاصر کتاب بھی تاشکندر میں ہے جس کا نام "سلسلۃ الصادقین و ائمۃ العاشقین" ہے (و تھیں ذہرست مذکور جلد ۲ شمارہ ۲۵۶۴)۔ سٹوری نے حضرت مخدوم عظیم کے حالات پر ایک معاصر کتاب مقامات حضرت مخدوم عظیم کا ذکر کیا ہے جس کا سال تصنیف ۹۷۹ھ / ۱۸۶۰ء ہے یعنی حضرت مخدوم عظیم نے جس سال انتقال کیا یہ کتاب اُسی سال مرتب کی گئی اس کتاب کے مصنف کا نام معلوم نہیں ہے بلکہ تحقیق نہیں کر سکا کہ آیا "سلسلۃ الصادقین و ائمۃ العاشقین" مذکورہ اور مقامات مخدوم عظیم ایک ہی کتاب ہے یا انگ انگ ہیں اگرچہ پورا ذکر کا مصنف نامعلوم ہے۔

حضرت مخدوم عظیم کے نامور فرزند حضرت خواجہ سخنی ولیٰ اپنے والد ماجد کی وفات ۹۷۹ھ کے وقت خود سال تھے اس لئے اپنے والد ماجد کے خلیفہ مولانا الطف اللہؒ کے زیر سایہ تربیت حاصل کی اور مرتبہ کمال کو پہنچے اور رسالت کم سند را شاد پرستیکن رہے حضرت خواجہ سخنی ولیٰ نے عمر طویل پائی تھی۔ آپ کا انتقال، ... ابھی میں ہوا، آپ کی کرامات حد شمار سے باہر ہیں یہاں تک کہ ان کی توجہ سے اللہ تعالیٰ نے مردے بھی زندگی کر دیئے۔ بلا د کا شعر اور اس کے فوایجی علاقوں میں آپ کے مریدین بکثرت تھے اور آپ کی اولاد پر جان چھڑ کتے تھے، اس وقت آپ کامزار شہر سمند سے باہر بطرف شمال قریبہ باغ بلند پہلوی حوض چهار بارغ امیر موری میں ہے اس سے پہلے آپ کو "قریب سفید دوک" راز قریبہ بارے دہ بیدی یہ دفن کیا گیا تھا لیکن مردہ ایام سے دریائے کوہک نے اپنا راستہ بدلا اور حضرت خواجہ سخنی ولیٰ کے پہلو میں پہنچ گیا تو سلالة العظام عبد اللہ خواجہ بن خواجہ سخنی نے آپ کا تابوت قریبہ باغ بلند مذکور میں لا کر دفن کیا جو شہر سمند سے انتہائی غیر آباد علاقہ ہے۔

مولانا معین الدین نقشبندی بن حضرت ایشانؒ تحریر کرتے ہیں:-

"مولانا خواجگی مخدوم عظیم در جیات خود حضرت خواجہ سخنی را حوالہ مبارک الطف اللہؒ کر دہ بیوند مولانا تربیت ایشان میکر دن دریا صنایت شاقدہ می فرمودند"

۱۷۳-۱۲۲ ص ۱۹۷۵ء ایج افتخار تعلیقات بر سری پہ مطبوعہ تہران

STOREY PERSIAN LITERATURE VOL I PART I PP. 973 LONDON. 1953

۱۷۳-۱۲۲ ص ۱۹۷۵ء

نیز مولانا معین الدین نقشبندی نے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ سعیٰ کی زوجہ محترمہ مولانا لطف اللہ زد کو کسی صاحبزادی لکھیں۔

”کوچ ایشان دختر مولانا بودند اند۔ حضرت خواجہ را بہ عنایات والتفات نواختہ اند و ایشان را ارشاد دادہ اند۔“

حضرت خواجہ سعیٰ کے حالات پر دریافت ہو چکی ہیں اول ضمیاء القلوب تالیف محمد عوض رف ۱۰۱۷ جس کا قلمی نسخہ تاشکنڈ ہیں ہے دیکھیں فہرست مذکور جلد شمارہ ۳۶۰ دوسری کتاب ”مقامات شیخ سعیٰ“ جس کا حوالہ سحر پر کے مصنفوں نے۔

دیا ہے (ص ۹۰)

محمد غوثی شطاطری یا نڈوی اپنی تصنیف ”اذکار ابرار“ رکن ابرار میں خواجہ سعیٰ ابن مولانا خواجہ جنگل کے متعلق لکھتے ہیں۔

(ترجمہ) آپ سیاحتی مہاجرات میں جان ڈالنے والے اور ظاہر و باطن دونوں عالموں کے علم سے واقف تھے بخراقہ خلافت اور نامہ اجازت پر بزرگوار سے بلا تھا اور بزرگ امداد مولانا لطف اللہ کے فیض ہم شیخی سے گویا معرفت کا خزانہ حاصل ہو گیا تھا۔ آپ کی رہنمائی کے زمانہ میں چند روز بعد جب آپ دعستِ قبیاق کا گشت اور تماشا فرمائیے تھے راں وقت اس جنگل کے باشندے اور پرگنات کے ترک جنگل کے جنگل کفر کی گھاٹیوں سے نکل کر اسلام کے دارالسلام میں داخل ہوئے جاتے تھے جب رہنمائی اور تعلیم اسلام کی رونق دن دوئی بڑھتی گئی تو فرماز روائی کا شخبر محمد خاں ابن عبد الکریم خاں ابن عبد الرشید خاں ابن لغلق نیمور حسان آپ کا مرید ہوا اور کافی اور کافی سنگیشیت کا حاصل بح دیگر فتوحات کے آپ کے خالقانہ شیخیوں کے ہم سال درسال نامزد کر دیا۔

لے کنزا السعادت (قلمی) اس کتاب کے صرف دو نسخے ہیں۔ ایک نسخہ رائل ایشیا مکتب سوسائٹی کلکتہ دوسری نسخہ پلک لائبریری لاہور میں موجود ہے۔

عبدالمومن خان فرمائیا تھا، پھری اُستاد
میں بلا وجہ حکم کی تیرگی اور حکومت کے نشانے اس کی آنکھوں کو انداھا کر دیا تھا اور اس نے خواجہ
کو سحر قند سے نکال کر بخیں میں جانے کی اجازت دی۔ آپ آہستگی سے کام کے کر تھوڑا تھوڑا چلتے
تھے ہماری بیوی نے سنتی رفتار کی وجہ دریافت کی۔ آپ نے جواب دیا ہماری والپسی سمرقند کو
عنقریب ہے۔ لہذا دور کیوں جانا چاہیئے۔ ہنوز باقی راستہ قطع نہیں ہونے پا یا تھا کہ عبدالمومن
خان کے ماتے جانے کی خبر ملی۔ ہمی منزل سے آپ نے وطن کا رخ کیا۔

معاصر علماء و عرفاء حضرت البشائر

۱۔ امام ربانی حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی فاروقی سرمندی قدس اللہ سرہ الحزینہ
شیخ احمد اسم گرامی مجدد الف ثانی خطاب ابو البرکات بدراالدین لقب حضرت مولانا
عبدالاحد فاروقی کے فرزند احمد بن تھے۔ (حوالہ ۱) ۹۰۰ھ بعد اکابر مقام سرمند پیدا ہوئے۔
سلسلہ نسب الٹائیں واسطوں سے حضرت امیر المؤمنین فاروق عظیم عمر ابن الخطاب رضی اللہ
عنہ تک منتهی ہوتا ہے۔ اس نسب پر خود بھی ناز فرمایا کرتے تھے، چنانچہ حمیت و غیرت کے موقع
پر اپنے مکتوبات میں تحریر فرمایا کرتے تھے کہ "بے اختیار رگ فاروقی قیم در حرکت آمد" سن شد
پر ہمچنے تو پہلے قرآن مجید حفظ کیا پھر اکثر کتب درسیہ اپنے والد ماجد سے اور کچھ سرمند کے
دیگر علماء و فضلا و مثلاً کتب حدیث و تفسیر مولانا یعقوب شمسیری اور مولانا فاضلی

لئے آپ کے اسلاف کچھ عرصہ بیشتر کابل سے آکر سرمند میں سکونت پذیر ہو گئے تھے، سرمند اس نامے
میں بہت بڑا شہر تھا اور آج کل ایک قصبہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ ریاست پشاور مشرقی پنجاب میں واقع
ہے حضرت مولانا عبدالاحد فاروقی ظاہری و باطنی کمالات سے مزین اور علم و روحانی برکات کا
سرچشمہ ہوتے۔ حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی ہیئتی قدس سرہ المتوفی ۱۳۵۹ھ کے مرید و خلیفہ تھے
پیغمبر طریقہ قادریہ میں بھی سلسلہ حاشیت کی طرح آپ کو اجازت حاصل تھی۔ ۱۰۰۰ احمد میں وفات پائی۔
ملئے آپ فاضل مبتخر، محدث، معتبر جامع علوم ظاہر و باطن تھے، آپ نے متول حرمین شریفین
میں رہ کر دہل کے بڑے بڑے محدثین سے کتب حدیث کی سند حاصل کی۔ آپ خلیفہ و مرید شیخ
حسین خوارزمی ہم کے تھے اور شہرور محمد بن امام ابن حجر سعی و عبد الرحمن بن فہر کی کے شاگرد تھے۔

بہلول سے پڑھیں۔ نیز دہلی لاہور اور سیاںکوٹ کے اکابر علماء سے بھی استفادہ کیا۔ خاص کر مولانا مکال الدین کشیمیری پیغمبری کے حلقة درس میں شامل ہو کر منقولات و معقولات کی تکمیل کی۔ چنانچہ ملا عبد الحکیم سیاںکوٹی اور علامی سعد العذرا خان وزیر اعظم شاہ جہاں آپ کے ہمس مکتب وہم درس تھے۔ تکمیل علوم کے بعد تکمیل سلوک کی طرف رجوع کیا۔ پہلے طریقہ حضیریہ میں والد بزرگوار سے بیعت کی اور اس کا سلوک تمام کیا۔ پھر طریقہ قادریہ کی طرف مائل ہوئے۔ اس کے رہنماؤ مرشد بھی والد ماجدی تھے۔ مگر خرقہ خلافت حضرت شاہ سکندر قدس سرہ نبیرہ حضرت

اسے فقیہہ محدث، مفتی اور صوفی مشرب تھے علوم معقول و منقول اپنے آباؤ اجداد سے حاصل کیا۔ آپ کے آباؤ اجداد نے علم حدیث میں بڑا نام پایا اور آن کا خاذان دو اثر علمیہ میں بیت الحدیث کے لقب سے مشہور تھا آپ بدخشان کے رہنے والے تھے۔ قاضی بہلول بدخشانی کے نام سے شہرت پائی حدیث کی سند اور اجازت شیخ الحلم عبد الرحمن بن فہد کی سے حاصل کی تھی۔

ملہ ملا مکال الدین چیخاں بھوٹی المتوفی ۱۰۱۰ھ ملا جمال الدین سیاںکوٹی ۱۰۱۲ھ احمد کے حقیقی بھائی تھے۔ پیر دونوں بزرگ چھوڑا سطون سے مولانا قاضی جمال الدین بڈشاہی کی اولاد سے ہیں۔ مفتی محمد شاہ سعادت مؤلف تذكرة الکاملین میں ملا جمال الدین اور ملا مکال الدین چیخاں بھوٹی کو صدیقی نسب تکھیتی ہیں۔ آپ حضرت بابا فتح الشرحقانی کشیمیری کے مرید تھے اور خواجہ عبد الشہد نقشبندی احراری المتوفی ۸۷۹ھ جو خواجہ عبد الشداحار قدس سرہ کے فرزند تھے۔ سے بھی فیض یاب ہوئے۔ آپ جامع علم و عمل اور فہر و تقویٰ تھے۔ مدت تک لاہور سیاںکوٹ میں سند درس تدریس پر تھکن رہے اپنے علمی دروسی فیوضن سے ایک خلق کثیر کو بہرہ یاب کیا۔ ملا آپ کا علمی لقب لکھا۔ جو بلند پایہ عالموں اور فاضلوں کو حاصل ہوتا تھا اور دو منخلیہ میں ان کی بڑی عزت و تکریم تھی۔ لاہور میں اچھروں کے قریب دو مختلف مقامات پر دو بزرگ دفن ہیں ایک کامن شاہ جمال گر المتوفی ۱۰۰۰ھ جو ہے جن کا مقبرہ جمال کا لوٹی فیروز پور روڈ پر واقع ہے۔ دوسرے کامن شاہ کمال گر المتوفی ۱۰۰۸ھ جو ہے ان کا مقبرہ اچھروں قصبه راوان اور جان پورہ) فیروز پور روڈ پر واقع ہے۔ دونوں بزرگ سادات حسینی خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور آپس میں حقیقی بھائی تھے۔ شاہ جمال (مکرٹر بیگ نامی بزرگ کے مرید تھے بعض حضرات غلط فہمی کی بناء پر ان دونوں بزرگوں کو ملا مکال الدین اور ملا جمال الدین سیاںکوٹی تکھتے ہیں۔ حالانکہ یہ بیان غیر صحیح ہے۔ ملا جمال الدین سیاںکوٹی کا مزار سری گر کشیر کے مشہور قبرستان "ہلکہ کوڑا" میں واقع ہے اور ملا مکال الدین سیاںکوٹی لاہور میں دفن ہیں جن کی قبر ابھی تک لاپتہ ہے۔ ملا مکال الدین بساں ہزار و ہیصدہ بھری در جلد عالمہ اور ذات پافتہ مگر فی زماننا قبرش مفقود است (مس ۲۳) تذکرہ علماء بہمن)

شاہ کمال کھیلی سے پایا جحضرت شاہ سکندر کے متعلق حضرت مجدد سے منقول ہے کہ آفتاب کو آدمی کسی طرح بھی دیکھ سکتا ہے، مگر شاہ سکندر کے نور و مصنفوی قلب پر نظر جانا ناممکن ہے۔ اسی طرح شاہ کمال کے متعلق فرماتے ہیں کہ سلسلہ قادریہ میں حضرت سید عبدالقدار جبلانی قدس سرہ کے بعد شاہ کمال کا مثل کم نظر آتا ہے۔

ان سلاسل کی تخلیل کے بعد اسی زمانے میں طریقۂ کبر و پیر کی تخلیل بھی کی، اس سلسلہ کے مشہور ولی اللہ حضرت مولانا محمد عیقوبؒ صرفی کشمیریؒ سے کی، یہ سلسلہ سلسلہ سہروردیہ کی ایک شاخ ہے۔ غرض ستہ سال کی عمر میں آپ علم کاظم ظاہری و باطنی کے جامع و معادی بن رہے اپنے والد گرامی ہی کی زندگی میں کتب درسیہ کی تعلیم فندریں اور طریقۂ کی تلقین فرمانے لگے۔

چشتیہ قادریہ اور کبر و پیر طریقوں سے مراحل معرفت طے کر کے اب طریقۂ نقشبندیہ کا ذوق و شوق غالب آیا جس نے بڑھتے بڑھتے عشق کی صورت اختیار کر لی جئی کہ، ۲۰۰۰ میں اپنے والد کی وفات کے بعد بہ ارادہ حج بیت اللہ سمندھ سے روانہ ہوئے پہلا تھام دبی کیا۔ اپنے ایک دیرینہ دوست مولانا حسن کشمیری سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے بالغ باتوں میں حضرت خواجہ باقی بالشہر قدس سرہ نقشبندی کے علمی دروختی کمالات کا ذکر پکھھا ایسے دانشیں انداز میں کیا کہ فوراً حضرت خواجہ باقی بالشہر قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے۔ حضرت خواجہ بھی عام عادت کے خلاف حضرت مجددؒ سے بے حد محبت و اشتیاق سے پیش آئے اور کچھ دن دہلی میں قیام کرنے کے لئے فرمایا۔ چند نچے حضرت مجددؒ فریباڈھائی ماہ دہلی میں پڑھرے۔ اس قلیل دہت میں طریقۂ نقشبندیہ کی کامل طور پر تخلیل کی جحضرت خواجہ نے آپ پر بے اندازہ ہمراہی فرمائی اور قرب خداوندی میں روزافزوں ترقی کی بشارت دی۔ دوسری بار حاضر خدمت ہونے پر خلیعت خلافت پر سرفراز فرمایا اور خاص خاص اصحاب کی تعلیم و تہذیب آپ کے سپردی ٹیسیری باہجہب حضرت مجددؒ خدمت مرشد میں آئے تو حضرت خواجہ علیؒ چند قدم حل کر آپ کا استقبال کیا۔ بڑی بڑی بشارتیں سنائیں بڑا اعزام و اکرام کیا اور بڑی عزت و احترام کے ساتھ

لئے دیکھیں۔ ۲۲۔ ۳۷۰ دیہیں ص۵۸

رخصت فرمایا اور ارشاد و ہدایت کا حکم دیا چنانچہ آپ نے سرمنہ پیغمبر کر درس و تدریس احادیث و قرآن پاک کی شرح و تفسیر دی کر خیر و عنظوظ و تلقین اور رشد و ہدایت کا سلسلہ شروع کر دیا۔ آپ جامع شریعت و طریقت تھے علوم ظاہر و باطن میں بکتا تھے روزگار تھے کتاب و سنت سے سرمو تجواذ کر ناجائز فرماتے تھے۔ اصلاح و تجدید و میں بے مثال کارہائے نمایاں سر انجام دیئے۔ چونکہ جمیع علوم میں مرتبہ اجتہاد رکھتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ کو الف ثانی یعنی دوسرے ہزار سالہ زور کا مجدد کہا جاتا ہے۔ سب سے پہلے ملا عبد الحکیم گیا لکوٹی نے آپ کو مجدد الف ثانی کے خطاب سے مخاطب کیا اور آپ نے جناب ملا صاحب کو آفتاب پنجاب کے لقب سے نوازا۔ تجدید و اصلاح اور اشاعت و تبلیغ اسلام کی آوازیں اعلانیں بلند ہمیں سے لگائی کہ جس کی صدائے بازگشت آج تک دنیاۓ اسلام کے درود دیوار سے آ رہی ہے۔ عہدِ کبریٰ و چہانگیری کے مذہبی و سیاسی حالات و واقعات کا احساس جس طرح حضرت شیخ عبدالحقی محدث حجۃ الہوی المتفق علیہ کو ہوا تھا۔ اور انہوں نے پورا جائزہ لے کر بڑے خور و فکر کے بعد دینی نصاب تعلیم میں قرآن و حدیث کو مقدم قرار دیا تھا اور ہر معلم و طالب علم کے دل پر یقش کرنے کی کوشش کی تھی کہ جو شخص قرآن کی تفسیر میں رائے کو داخل دے وہ کفر کا مرتكب ہے اور وہ علم، علم نہیں جو دین و ملت کی تقویت کا باعث نہ ہو۔ اس طرح حضرت مجدد نے بادشاہ حکمران طبقے اور درباریوں کی روشن تیز زبانے کے حالات در جوانات کو دیکھتے ہوئے بہر و قوت اندازہ کر لیا اور اس نتیجے پر ہمچہ کہ اگر تجدید دین کے لئے خاص کوشش نہ کی گئی تو اسلام اس سرزی میں اپنی حقیقی شان کے ساتھ قائم نہ رہ سکے گا حضرت مجدد کی پہلی عنظمت اس آگاہی اور حقائقی بینی پر موقوف ہے پھر آپ نے دینی مقاصد کے لئے سرگرم کوششوں میں اپنی گلی مایہ زندگی کا ایک ایک لمحہ وقف کر دیا۔ چنانچہ اپنے تمام مریدوں اور اصحاب کو تکھا کہ ہمیں اور تمہیں چاہیش کہ اپنے عقائد کو کتاب و سنت کے مطابق جس طور پر کہ علمائے حق نے کتاب و سنت سے سمجھا اور اخذ کئے ہیں۔ درست کریں چونکہ سچا راستہ نہیں اگر ان حضرت کی رائے کے مطابق نہ ہو تو قابل اعتبار نہیں ہے۔ اس لئے نہ بزرگی اپنے خیالات کی بنیاد قرآن و سنت ہی پر رکھتا ہے۔

اُن حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے علامہ اقبال ہونے فرمایا۔
 وہ ہند میں سرمایہ تلت کا نگہداں۔ اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار
 جہانگیر کے دربار میں دور جہاں کی وجہ سے شیعہ علم رکاث و رسوخ زیادہ ہو گیا تھا۔ ایران
 تہذیب اور ایرانی تین علم و ادب کے پردے میں ٹڑے دور سے چھپیں رہا تھا بعض درباریوں
 نے جہانگیر کے کان بھرنے شروع کئے کہ شیخ احمد سرہندی ایک تو اس وجہ سے کہ دربار کے اکثر اہل
 سنت اکابر اور فوج کے ٹڑے بڑے سالاران کے مرید تھے دوسرے آپ کے بعض مکتوبات
 کی غلط توجیہہ قتاویں کر کے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی کہ شیخ احمد اپنے آپ کو حضرت
 ابوکبر صدیقؓ سے فوق اور فضل جانتے ہیں جہانگیر نے آپ کو دربار میں بلا یا آپ نے تمام
 باتوں کی توضیح و تشریح نہایت خوبی کے ساتھ کی جہانگیر نے مطمئن ہو کر آپ کو عزت و
 احترام کے ساتھ خصت کیا مگر اس طائفہ کی سازشیں حضرتؐ کے خلاف جاری رہیں۔
 کبھی بادشاہ کو یہ کہہ کر بگشته خاطر کرنے کی کوشش کی گئی کہ شیخ احمد عنقریبؓ آپ کے
 خلاف علم بغاوت بلند کرنے والے ہیں کبھی یہ کہتے دیکھئے حضور اشیخ احمد کتنے گستاخ و
 سکریں ہیں کہ جب دربار میں آتے ہیں تو ادب شاہی کو بھی ملحوظ نہیں رکھا جہانگیر کا ان کا
 کچھ تو لختا ہی۔ فوراً ان بگشته سروں کی باتوں میں آکر آپ کو پھر دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا
 اس مرتبہ بھی آپ ایک مردوں کی طرح آزادانہ اور بیبا کانہ آئے رہ تعلیمی مسجدہ کیا اور نہ عینز
 مسنوں طریق اسلام کو گوارا فرمایا۔ نہایت آزادی و بے باکی کے ساتھ گفتگو کا اور علاشے کلمہ حق
 میں کچھ خوف نہ کھایا جہانگیر کو یہ امر بے حد گزار گزر را اور آپ کو گواہی کے قلعے میں نظر میں
 کرنے کا حکم دیا۔ اس نظر میں سے بہت پہلے حضرتؐ نے اپنے مخلصوں سے فرمایا تھا کہ ہم پر
 ایک بلا نائل ہو گی جو ہمارے لئے ترقی درجات کا باعث ہو گی۔ آپ کو جس قید خانے میں نظر میں
 کیا گیا۔ وہ خاص کر حکومت کے باغیوں کے لئے محفوظ تھا۔ وہاں ہزاروں غیر مسلم بھی مجبوس
 تھے۔ جو آپ کے ہاتھ پر شرف بہ اسلام ہو گئے۔ ہر خ حق مظفر و منصور ہوا۔ اور جہانگیر نے
 خود ہی رہائی کا حکم صادر کر دیا۔ قید سے رھائی کے بعد تقریباً چار سال تک بادشاہ کے شکر
 میں ارشاد ہدایت کا سلسہ جاری رہا۔ تزکیہ جہانگیری کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان

چار سال میں جہانگیر کو خود ترجیح شریعت کا خاص خیال رہتا تھا اور اس کے دل میں دین کا
بڑا بوسٹن تھا۔

صاحب خزینۃ الاصفیا قم طراز ہیں۔ دو سال کے بعد بادشاہ اپنے فعل پر نام
ہوار اور حضرت شیخ کو اپنے پاس طلب کر کے بہت زیادہ اکرام و احترام کیا اور بہت
معذرت چاہی۔ حضرت شیخ سے اس قدر محبت کرنے لگا کہ کسی وقت آپ کی حجہ اُلیٰ
گوارانہ کرتا اور شاہزادہ خرم رضا شاہ (جہاں) کو حضرت شیخ کے حلقة میں دیا ہیں۔
چنانچہ شاہ جہاں دنیا کے زمانے تک بادشاہ اور جملہ علماء وزراء سلسلہ مجددیہ کے
حلقه بگوش ہوتے رہے۔

جہانگیر نے حضرت کی خدمت میں نذرانہ پیش کیا۔ بلکہ خاصی مدت تک اپنے ساتھ رکھا
ایک مرتبہ شیرجا تے ہوئے حضرت نے دعوت بھی قبول فرمائی۔ طعام اگرچہ بالکل سادہ اور
معمولی تھا مگر بڑے مزے سے کھایا اور کہا کہ مجھے آج تک ایسا لذیذ کھانا میسر نہیں ہوا۔ کہا
کرتا تھا کہ یہیں نے زندگی میں کوئی ایسا کام نہیں کر جس سے نجات کی امید ہو۔ البتہ ایک
روز شیخ احمد سرہنہدی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جنت میں جانے کا حکم دیا تو تیرے
بغیرہ جائیں گے۔ آپ کی تمام زندگی رفع بدعت والحاد اور اشاعت و تبلیغ اسلام میں
گزری ہے جتنی کہ آپ تقدیر خانے سے بھی باہر اس وقت تشریف نہیں لائے جب تک
کہ جہانگیر نے آپ کی تمام شرائط کو قبول نہیں کر لیا۔ آپ کے علمی در وحاظی فضل و کمال کا لوما
آپ کے تمام ہم عصر علماء و فضلا و صلحاء نے مانا ہے۔ آپ نے اپنے مکتوبات میں شریعت
و طریقت کے اسرار و موز کا دریا بہا دیا ہے۔

ا۔ فرماتے ہیں۔ ” طریقت و حقیقت خادمان شریعت ہیں اور بُوت ولایت سے افضل
ہے۔ اگرچہ بھی ہی کی ولایت کیوں نہ ہو۔ کمالاتِ ولایت کمالاتِ بُوت کے سامنے
کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ وہ دریائے محيط کے سامنے ایک قطرہ ہی کا حکم رکھتے ہیں۔
ب۔ فرمایا۔ ” اللہ تعالیٰ نے جو ہمیں بزرگی عطا کی ہے۔ اس ہیں ہمارے علم و عمل کا کوئی خلل
نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے یہ عزت اپنے فضل و کرم سے عنایت کی ہے اور اس فضل و کرم

- کے لئے اگر ہمارے پاس کوئی بہانہ ہو سکتا ہے تو وہ اتباع سنت جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہے، ہمیں جو کچھ عطا ہوا ہے اسی اتباع کے باعث ملا ہے۔
- ۳۔ فرمایا۔ خوارق و کرامات نہار کا ان دلایت سے یہی اور نہ شرائط و لاثیت سے کیونکہ دلایت کی سب سے بڑی دلیل اتباع سنت جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور وہی کی ہی تعریف ہے کہ وہ حق تعالیٰ کا طالب اور حضور کا تابع ہو۔
- ۴۔ امور شریعت کا مدار اتباع شریعت پر ہے، معاملہ نجات اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ ہے۔ اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور وہی کے بغیر زندویت کے توکل غیر مقبول ہیں، حضرت رسالت پناہ کے توسل کے بغیر ذکر و فکر و شغل اور ذوق و شوق اکارت ہیں۔
- ۵۔ خوارق کا تعلق بھوک اور تھیسکی اور اسی قسم کے ریاضت سے ہے محرف الہی سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔
- ۶۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، ایمان کامل اسی وقت ہو گا کہ لوگ محبون کہنے لگیں۔ ان جمیں سے مراد اسلامی جمیت اور کامل درجہ کی غیرتِ اسلامی ہے۔
- ۷۔ حقیقت ناز سے نادائق گروہ نے سماع اور نغمہ کو اپنے ضطراب کا ذریعہ سکون قرار دیا اور غیر کے پردوں میں مطلوب کا دیدار کرنا چاہا حالانکہ ما جعل اللہ فی الحرم شفاءً و الشّ تعالیٰ نے حرام میں شفاء ہیں رکھی، اگر ناز کی حقیقت ان پنکشہف ہو جاتی تو سماع نغمہ وجود اور حال کا نام بھی نہ یافتے۔
- ۸۔ احادیث اور فقہاء کے اقوال، حرمتِ غنا کے متعلق نہایت کثرت سے ہیں کبھی نہ سونخ حدیث یا کسی شاذ روایت سے جوازِ غنا پر استقلال کرنا معتبر نہیں ہے، کسی زمانے میں کسی فقیہ ہی نے جوازِ غنا کا فتویٰ نہیں دیا۔
- ۹۔ مقاماتِ سلوک کے سیر و بیوع کی کیفیت و قیمت ہوتی ہے۔ اس کیفیت کے ختم ہونے پر انسان بچرا پنے مقام پر ہوتا ہے۔
- ۱۰۔ نفیں امارہ کی مخالفت جہاذا کبر ہے، دنیاوی دشمنوں کے ساتھ جہاد کا اتفاق

گاہے گاہے ہوتا ہے اور اندر ولی دشمن کے ساتھ ہر قلت اور ہر ساعت رہتا ہے۔

۱۱۔ پیر اللہ کی رحمت ہے کہ اعتمادات میں حصول نجات کے لئے صرف صدیق قلبی کو کافی قرار دیا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ یہ تصدیق جملہ وساوس اور خطرات سے پاک ہو۔ البتہ اللہ کے کچھ بندے اس درجہ بیان و کمال تک پہنچ جاتے ہیں کہ ان کا نفس، امارہ الحکام الہی کا طبع ہو جاتا ہے اور امر الہی پر راضی ہو جاتا ہے۔ اس کا نام نفسِ مطہنہ ہے۔ ایمان کامل اور حقیقی اسلام اسی درجہ پر حاصل ہوتا ہے۔

۱۲۔ علماء مجتہدین نے احکام دین کی تفسیر کر دی ہے۔ ان میں کوئی نئی چیز ایجاد نہیں کی۔ چنانچہ فقرہ کے ہر حکم کے لئے قرآن پاک یا حدیث شریف کی سند پیش کر دی ہے۔ ائمہ الرعیہ میں بحث صرف یہی ہے کہ کس کے مسلک کے لئے سند واضح اور قوی ہے۔ اجتہادی مسائل ایجاد کردہ امور نہیں بلکہ دین کی ایک خاص اصل ہیں۔ قیاس و اجتہاد کو بدعت سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ قیاس و اجتہاد کو ثابت نہیں کرنے بلکہ صرف آیات و احادیث کی مراد کو ظاہر کرتے ہیں۔

۱۳۔ سنت اور بدعت ایک دوسرے کی ضمیم ہیں ایک کے وجود پر دوسرے کی لزومی لازمی آتی ہے۔

۱۴۔ جو چیز سنت کے خلاف ہے وہ شیطان کی پسندیدہ ہے۔

۱۵۔ ہر ایک ایجاد کردہ امر بدعت ہے اور ہر بدعت مگر اہمی ہے۔

۱۶۔ بدعت سنت کو اٹھایتی ہے۔ اس میں کسی بدعت کی کوئی تحقیق نہیں۔ لہذا ہر بدعت سیہہ ہی ہوگی۔

وفات۔ حضرت مجدد نے وفات سے چند ماہ قبل فرمان اشروع کر دیا تھا کہ حضرت زمانیت کا بصلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں ۲۰ سال زندہ رہے تو پھر یہ غلام اس عمر سے زیادہ کس طرح زندہ رہ سکتا ہے ارشاد و مہمات کا سب کام صاحبزادوں کے سپرد کر دیا اور اپنائام وقت قرآن مجید کی تلاوت اور اذکار و اشغال طریقت میں صرف فرمانے لگے۔ سولانے نماز کے خلوت سے باہر تشریف نہ لاتے نفل روزوں اور صدقات و خیرات کی بھی اس زمانے میں بہت کثرت فرمائی۔ آخر وسط ذمی الحجہ میں ضمیق النفس کی بیماری لاحق ہوئی۔

پھر تپ محرقة شروع ہوا جو روزہ بڑھتا ہی چلا گیا جتنا نچپ کم ۳ صفر ۱۰۰۰ھ دروزہ سر شنبہ بوقت صبح تربیس طبری س کی عمر میں داعی اجل کو بیک کہا نماز جنازہ حضرت کے فرزند شانی خواجہ محمد سعید نے پڑھائی اور اپنے بڑے صاحبزادہ حضرت محمد صادق حجک قبر کے سامنے شہر سرہند میں مدفن ہوئے یہی وہ جگہ جس کے متعلق آپ لے اپنے ایک مکتوب میں لکھا ہے کہ "میرے قلب کے انوار و ماں حیکتے ہیں۔"

اولاد و خلفاء۔ اولادِ امجاد سات صاحبزادے اور شیخ صاحبزادیاں تھیں۔

۱) خواجہ محمد صادق (۱) خواجہ محمد سعید (۲) خواجہ محمد معصوم (۳) خواجہ محمد فرج (۴) خواجہ محمد علیسی (۵) خواجہ محمد اشرف (۶) شیخ محمد بیکی۔ آپ کے خلفاء بیشتر شمار ہیں جن میں خواجہ میر محمد نعمان، شیخ طاہر لاہوری، شیخ بدرالدین، شیخ نور محمد پنچی، شیخ جمیل نسبگانی، شیخ مزمل، شیخ طاہر بخششی کے نام نامی قابل ذکر ہیں۔

تصانیف۔ ۱) مکتوبات امام ربانی (۱) رسالتہ مبدأ و معاد (۲) رسالتہ معارف النبی (۳) رسالتہ اثبات النبوة (۴) رسالتہ آداب مریدین (۵) رسالتہ مکاشفات عینیہ (۶) تعلیمات عوارف (۷) رسالتہ درود افضل (۸) شرح رباعیات خواجہ حضرت باقی بالشیر (۹) رسالتہ بسلسلہ حدیث (۱۰) رسالتہ تہلیلیہ۔

آپ کے ایک خلیفہ شاگرد افسوس و سوانح نگار مولانا بدر الدین سرہندی لکھتے ہیں کہ آپ نے فیضی کو خیر منقوط تفسیر کی تحریر میں بڑی صدروی اور تفسیر کا ایک حصہ لکھ کر دیا۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ کے مقامات عالیہ کا صحیح اندازہ آپ کے مکتوبات سے لگایا جاسکتا ہے جو بلند حقوق و معارف کے حامل ہیں مکتوبات کے علاوہ آپ کی صیرت پاک اور سوانح حیات کی تالیف کی طرف آپ کے خلفاء نے خاص طور پر توجہ دی۔ آپ کے ایک خلیفہ خواجہ محمد نامہ شمس کشمی نے زبدۃ المقامات کے نام سے اور دوسرے خلیفہ شیخ بدر الدین سرہندی

لئے یہ کتاب خواجہ اشتممی نے حضرت امام ربانی کے پہلے ان کے پیر درشید خواجہ محمد باقی بالشیر کے احوال سے شروع کی اور پھر ان کے چند خلفاء کا ذکر کرنے کے بعد حضرت امام ربانی کی صیرت پاک بیان کی اس کی ترتیب تالیف کا آغاز غائب ۱۰۳۲ھ یا ۱۰۳۳ھ میں بفتر مانش حضرت خواجہ محمد سعید و خواجہ محمد معصوم ہوا اور تکمیل ۱۰۴۰ھ میں حضرت امام ربانی کی وفات کے تین سال بعد بیٹی ربانی کی تکمیل پر

نے حضرات القدس کے نام سے آپ کی سوانح مکاری کو اپنا مطہر نظر قرار دے کر اپنی اپنی کتاب مرتب کی، بیرونی کتابیں آپ کے حالات کے ایک مستند راخذ ہیں جو هزاروں کی تعداد میں چھپ کر خواص و عام سے خارج تحسین حاصل کر چکی ہے۔

قطعہ تاریخ ولادت ووفات

شیخ احمد شیخ دین احمدی	پیر دیں محبوب مقبول عظیم
شہد میان احمد رفیع المنزلت	سروراً تولید آں شیخ کریم
پیر سلطان الف ثانی بخوان	سالِ ولادت شہزادت مقیم

۱۰۳۲ھ

مولانا عبد القادر انبالی آنحضرت کی تاریخ وفات لکھتے ہیں۔
”کجا شد خلیل اللہ“ ۱۰۳۲ھ

رفقیہ حاشیہ ص ۱۱۳) کتاب کا اصل نام برکات الاحمد ریاباقیر رکھا اور زبدۃ المقامات کے نام سے شہرت پائی۔ مربان دانی کے لحاظ سے اس کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ خواجہ حضرت امام ربانیؒ کے مریداً و خلیفہ خاص تھے، آپ شہر کشم علاقہ پر خشان کے رہنے والے تھے۔ ۹۰۷ھ میں دارالسرور بہا پور تشریف لائے۔ حضرت میر محمد القمانی بدشتی سے فیض پڑھانی حاصل کیا۔ ۱۰۳۱ھ میں سرمنہ جا کر حضرت امام ربانیؒ سے تھامہ سلوک کی تکمیل کی ۱۰۴۵ھ میں وفات پائی آپ درویش با صفائی کامل اور عالم و شاعر تھے صاحب بیوان بھی تھے، لئے آپ کے باپ کا نام شیخ محمد ابراء ہمیم تھا، سرمنہ کے رہنے والے تھے حضرت مجدد الف ثانی ۱۰۰۶ھ قدر سرفا کی وفات (۱۰۳۰ھ) کے وقت آپ کی عمر ۳۲ سال کی تھی اس لحاظ سے آپ کی پیدائش ۱۰۰۴ھ میں واقع ہوئی ہوگی علوم ظاہری کی تحریک حضرت امام ربانی کے زیر سایہ مدرس مجدد دیر سرمنہ میں پائی جو اس وقت درس و تدریس ترویج علم اور شدید ہدایت کا ایک اہم مرکز تھا، پندرہ سال کی عمر میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کے شرف بعیت واردت بہے سرفراز ہوئے، احوال ارادت باطنی کا بلعب مفتوح ہو گیا اور مخھوڑی سی مدت میں علوم ظاہری و باطنی میں بیکتا ہے روزگار ہوئے (۱) میر احمدی۔ (۲)، حضرات القدس (۱۰۳۰ھ) کرامات الاولیاء (۱۰۳۰ھ)، رواج رہ، ترجمہ فارسی فتوح الخوب (۱۰۳۰ھ)، معنوں والاتقیا (۱۰۳۰ھ)، مجمع الاولیاء (۱۰۳۰ھ)، مقامات غوث الشقیقین (۱۰۳۰ھ)، ترجمہ روضۃ النبیاظ (۱۰۳۰ھ)، ترجمہ ترقی عرائیں (۱۰۳۰ھ)، رلیان (۱۰۳۰ھ)، رہمال وصال احمدی، آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔

(۲) حضرت شیخ الاسلام مولانا مفتی عبدالسلام مفتی و

مدرس لاہوری

حضرت شیخ الاسلام غوث بہاء الدین زکریا ملتانی قریشی الہامی سہروردی کی اولاد مجاد سے تھے۔ اپنے والد گرامی فضیلۃت مآب مولانا قاضی مفتی محمد طاہر المتوفی ۱۹۷۴ھ جو بعدہ سماںیوں واکبر لاہور کے اکابر علماء و فقہاء سے تھے کے فرزند ارشد تھے تعلیم و تربیت اپنے والد بزرگوار اور لاہور کے دیگر جیاد علماء سے حاصل کی تھی۔ اپنے والد کی زندگی ہی میں فضیلۃت علمی میں شہرت و ناموری حاصل کر لی تھی، چنانچہ انہوں نے مسٹر ڈھی میں انہیں اپنا جائشیں مقرر کر کے اپنی نیا بات اور فتویٰ فویسی کے فرائض آپ کے سپرد کر دیئے تھے مفتی صاحب موصوف اپنے زمانے کے عالم متبصر اور فقیہی کامل تھے۔ درس و تدریس میں اپنی نظیر آپ تھے محققولات و منقولات پر پورا عبور رکھا، بڑے متذمین تھے۔ اپنی آبائی مسجد مفتیاں میں درس قرآن، تفہیم حدیث اور فقہ دیا کرتے تھے۔ اپنے آبائی مسجد سہروردیہ کے

لے پہ مسجد لاہور کی قدیم ترین مساجدیں سے ہے جو بعد سلطان سکندر لودھی محدث علاء الدین لوہانی گزر جویلی سیاں خاں اندر وہ موجی دروازہ تعمیر ہوئی تھی۔ اس مسجد کے بافی آپ کے جدا احمد بنیان مفتی کمال الدین سہروردی ملتانی ثم لاہوری مفتی و مدرس لاہور المتوفی ۱۹۲۸ھ تھے، اس وقت یہ مسجد بڑی وسیع و عریض تھی۔ مگر اب انقلاب بات زمانہ کے باعث اتنی ہمیں رہی اس مسجد کے ساتھ مدرسہ و کتب خانہ اور طلباء و مریدین کے لئے دارالاقامت بھی تھا، اس مسجد و مدرسہ میں احوال مفتی شیخ کمال الدین صدیقی تک درس و تدریس اور اجرائے فتویٰ کے فرائض ہمراجام دینی رہیں۔ ان بنیوں نے نہایت پر آشوب زمانے اور نامساعدت حالات میں بھی اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے خواص و عوام کو علوم ظاہری و باطنی سے فرعینیا کیا یہ وہی درود حافظی درس گاہ۔ لاہور میں عہد مخلیہ سے تقریباً ۵۰ برس پہلے قائم ہوئی تھی۔

اس ضمن میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ شیخ الاسلام مفتی عبدالسلام مفتی و مدرس لاہور کے ہم عصر وہمنام ایک اورستی ملا عبد السلام لاہوری بھی ہے، ان کا بھی ایک مدرسہ لاہور میں تھا درس و تدریس اس کا عام مشغله تھا۔ ہر مکتب فکر سے خوشہ چینی کی تھی۔ رہنمی آگے صدھا اپر

بھی شیخ الوقت تھے، پھر بس تک تشنگان علم وہدایت کو سیراب کرتے رہے، آپ کا حلقة درس بڑا دینی تھا۔ طالبان علوم دینیہ دور دور سے آکر آپ سے اخذ فیض کرتے تھے اتنے معاصرین علماء و صوفیار سے مخلصانہ دوستانہ مراسم رکھتے تھے دارالشکوہ اپنی کتاب "سکینۃ الاولیاء" میں رقمطراز ہے کہ "حضرت میاں جبیو یعنی حضرت میاں میفتی عبدالسلام" کی بڑی تعریف کیا کرتے تھے اور اکثر ان کے ہاتھ جایا کرتے تھے تمام عمر درس قتلہ میں اور ارشاد وہدایت میں گزاری۔ ۱۳۵۰ھ میں بعہد چنانگیر وفات پائی۔ آپ کی اولاد میں سے مفتی محمد محمود مولانا مفتی برصان الدین اور مولانا مفتی کمال الدین رخورد بعہد شاہ شیخ کمال الدین المستوفی ۱۴۰۷ھ اور نگ زیب کی استاد عارفہ قتاوی عالمگیری کی تدوین میں شرکیہ ہوئے تھے میرے فاضل دوست مفتی محمود عالم باشی مٹلف ذکر جمیل آپ ہی کی اولادِ مجاہد سے ہیں۔

دیقیرہ حاشیہ صد الام اکبر کے وزیر مالیات شیخ فتح اللہ شیرازی المتصوفی ۱۴۹۴ھ نے تفسیر حدیث پڑھی تھی۔ اور علم رایضی سیکھا تھا، شیخ سعد اللہ بنی اسرائیل اور فاختی صد الین جالندھری کے حلقة درس میں بھی شرکیہ ہوتے رہے تھے۔ جامع منقول و مقول تھے تفسیر بیانی دی پڑھا بیت عمدہ حاشیہ لکھا تھا۔ ۹۰ مرسیں کی عمر میں ۱۳۷۸ھ میں وفات پائی۔ ان کے رشید تلاذہ ایک اپنے استاد ہی کے ہنہام بلا عبد السلام ساکن دیوبنی اور میرک شیخ ہردی المستوفی ۱۴۰۷ھ تھے۔

اوہ آپ مفتی محمد حرام الدین روشن کے فرزند دوسم تھے۔ ۱۴۰۶ھ بر و ذہار شنبہ فرزوں پور میں پیدا ہوئے۔ آپ مفتی غلام سرور لاہوری کے نواسے تھے۔ خاندانی تعلیم و تربیت اور علمی ماحصلہ نے اوائل عمر ہی میں شعر و ادب اور تاریخ و تصوف سے دلچسپی پیدا کر دی تھی۔ زندگی کا بیشتر جمعہ علیی و ادبی مشاغل میں گذر اردار العلوم و لسنہ تشریفیہ رائے طلبہ و طالبات میں استاذ محترم جناب مرتقا بیدار بخت ایم اے دیم اور ایل ایل ایل بی۔ کے ایسا سے اعزازی طور پر سالہا سال تعلیم دی تھی مفتی غلام سرور لاہوری کی شہرہ آفاق کتاب خزینۃ الاحصیاء کا ترجمہ اردو زبان میں کیا آپ ذکر جمیل، کے مصنف بھی ہیں آپ بڑے مخلص۔ درویش سیرت شفیق عابد اور زاہد بزرگ تھے۔

سارے حصے آنکھوں بچے شام بروزیکے شنبہ۔ ۲۴ اپریل ۱۹۸۳ء کو وفات پائی، مگر کہ جمی خاہو قبرستان سید جان محمد حضوری لاہوری میں دفن ہوئے۔

(۲) حضرت یا شیخ محمد طاہر المعرفت طاہر بندر کی ح

قادری نقشبندی، مجتبی دی، لاہوری

پیدائش۔ ۱۸۵۴ھ بعہد اکبر لاہور میں پیدا ہوئے۔ اندر وہن شہر لاہور محلہ شیخ اسحاق میں رہا کرتے تھے۔ لاہور کے ججید علماء اور فضلاء سے تعلیم فتویٰ فرمائیں تھیں اس طارع الخصیل ہوئے راہ سلوک میں قدم رکھا۔ پہلے شاہ سکندر بن شاہ کمال عقیل سے سلسلہ قادریہ میں بمعیت کی مرشد آپ کو طاہر بندر کی حکم کے نام سے بلا یا کرتے تھے۔ اس لئے اس نام سے شیخ ہو ہو گئے۔ حضرت شاہ سکندرؒ کی وفات کے بعد حضرت شیخ عبد اللہ احمد کاپی مسمندی والد حضرت مجدد الف ثانیؒ کی خیرت میں رہنے لگے۔ ان کی وفات کے بعد حضرت مجدد الغوث ثانیؒ کے ہم شیخ فرمیں صحبت رہے پھر آپ ہی کے مرید ہو گئے۔ حضرت مجدد کے دونوں فرزندوں شیخ خواجہ محمد معصومؒ اور شیخ خواجہ محمد سعیدؒ کے اتابیق رہے۔ مخدوم زاد فرمایا کرتے تھے۔

”حقوق حضرت شیخ طاہر بندر بایاں نہ آں قدر است کہ از عہدہ شکر آں تو نیم روں آمد جزاہ اللہ عن خیر الجزا“ (حضرت شیخ طاہر کے حقوق ہماں سے اور اس قدر ہیں کہ ہم کسی طرح بھی ان کے شکر پر سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزاۓ خیر عطا فرمائے)۔

لئے حالات زبدۃ المقامات حضرت القدس خزینۃ الا صفیا اور نزہۃ النحو اطرے سے ماضی ہیں۔

۱۔ یہ عظیمی لفظ ہے جو اہل نجاح اپ کے نام کے ساتھ استعمال کرتے ہیں۔

۲۔ آجھکل اس محلہ کا تعین چوپی جمحدار خوشحال سنگھر موئی بازار اور چونی منڈی کا گرد و نواح کرتے ہیں مفتی تاجدین بن مفتی امام الدین بن قاضی نظام الدین جنہوں نے ۱۹۰۴ء میں سیجرجان کلارک ڈپٹی کمشٹر لاہور کے حکم سے ضلع لاہور کے حالات قلمبند کرنے شروع کیئے تحریر کرتے ہیں۔ ٹہبادی اندر وہ شہر لاہور لوگوں پر منقسم تھی۔ ان میں ایک گزر شیخ محمد اسحاق پکارا جاتا تھا، پہلاً اوس کا خضری روازہ اور منتها اوس کا جو پستہ متصل چوپی جنگل الہی بخش جب قدر طرق و شوارع چپ دراست ہیں ہیں اسکے متعلق ہیں۔ سمجھ آپ اپنے آبائی سلسلے سلسلہ قادریہ کے فیوض و برکات کو عالم کرتے رہے۔ شیخ عبد اللہ احمدؒ مسمندی آپ کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ ہر قتاب کو جو بھر کر دیکھا جا سکتا ہے میکن شاہ سکندرؒ کے دل پر نہ کی وجہ سے نظر کے لئے راہ ممکن نہیں۔ ۱۷۳۳ھ میں وفات پائی۔

آپ حافظ قرآن تھے معقول و منقول، فروع و اصول اور جملہ فنوں میں بیگانہ وقت اور شہرہ آفاق تھے علوم ظاہری و باطنی میں کمال حاصل تھا اور اپنے وقت کے جیزید علماء اور مشاہیر صوفیاء میں سے تھے۔ اس اثناء ایک ابتلاء عظیم میں گرفتار ہوئے۔ ایک نزد حضرت مجددؒ نے فرمایا کہ ہمارے مریدوں میں ایک شخص عنقریب کافر ہو جائے گا۔ اہل مخالف دم بخود رہ گئے کسی کو لوچھنے کا یاد رکھنا کہ ہندوی دنوں میں حضرت شیخ محمد طاہر سعیدی ایک ہندو حسین و جمیل عورت پر شیدا و فریفہتہ ہو گئے اور اس عشق کی نتیجہ یہاں تک پہنچی کہ زنانہ پہنچن کے قصہ کھینچ کر بیت خانے میں جا پہنچیے تمام مریدوں نے اور خاصکروں نے اور صاحزوں نے جوان کے شاگرد تھے۔ حضرت مجددؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے حق میں دعا میخیز کی التجاکی، آپ نے دعا فرمائی جو مسحاب ہوئی۔

آپ عشق مجازی کی ابتلاء سے نکلے حضرت مجددؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر تائب ہوئے تکمیل علوم ظاہری و باطنی کے بعد حضرت مجددؒ نے حکم دیا کہ آپ لا ہو رجا کل رشاد و تلقین کریں اور خطہ پنجاب کی قطبیت آپ کے سپرد فرمائی، اس واقعہ کو حضرت گنج نے آپ کے خلاف نامہ میں بھی تحریر کیا ہے۔ چنانچہ آپ نے لا ہو رپنځ کر سلسلہ ارشاد و ہدایت شروع کیا۔ کسی معاوضہ کے بغیر و غلط و خطابات اور درس و تدریس کی خدمت سرانجام دیتے تھے۔ اپنی ضروریات کیلئے کسی سے ایک جبکہ بھی نہ لپتے تھے کتب فقہ، تفسیر و حدیث اپنے قلم سے لکھتے۔ محشی و تصحیح کرتے اور اس سے جو رزق حلال حاصل ہوتا اس سے اپنے مصروف ہیں لاتے مزاج پر تو کل اور اسنختار کا زیادہ غلبہ تھا۔ تمام عمر کسی امیر و سلطان کے دروانے پر نہیں گئے اور نہ کسی کو کسے دیوار حلقة درس میں بلندی اور شیخی دلوں شریک ہو کر اپنی اپنی استعداد کے مطابق اخذ فیض کرتے تھے۔ حضرت مجددؒ کی زندگی نکل ہر سال سرمنہ جانتے اور فیوض و برکات حاصل کرتے۔ زندگی کا اکثر و بیشتر حضن تھے تجرید و تفرید میں گزارا۔ علم و دینی و ذمیوں میں یکتا سے زمانہ ہونے کے باوجود عبادات و ریاضت میں بھی فردی گانہ تھے۔ کو عمر کا بیشتر حضن مسخر کی حالت میں گزارا تھا۔ مگر آخر عمر میں ادا نے سنت نبوی صلی اللہ علیہ و آله وسلم کے خیال سے نکاح کر لیا تھا۔

محمد میانی میں آپ نے ایک مدرسہ بھی جاری کیا۔ جہاں علوم فقرہ حدیث و تفسیر طلباء کو مفت پڑھایا جاتا تھا۔ یہ مدرسہ کئی سال تک جاری رہا۔ مگر آپ کی وفات کے بعد یہ مدرسہ جاری نہ رہ سکا۔ مدرسہ کی عمارت ۱۸۸۴ء مدار تک کسی قدر موجود تھی۔ مدرسہ کے ساتھ ایک نایاب کتب خانہ بھی تھا جو سلطنت اسلامیہ کے زوال تک قائم رہا۔ تاریخ لاہور مصطفیٰ رائے بہادر کنہیا لال لاہوری (میں لکھا ہے کہ غازی گیر دل نے ہزاروں کتابیں جنس ناکارہ سمجھ کر پھینک دیں اور اس مقام پر جہاں درویش اور عالم لوگ رہتے تھے ان سے ان کو کچھ بل نہ سکا۔ اس عرصہ کے ماں محلہ کو آگ لگادی اور باکسل خاکست کر دیا۔

ذکرِ مجتدیہ آپ کی تصنیفات سے ہے ہے جس میں آپ کے وہ خطوط درج ہیں۔ جو آپ نے حضرت شیخ مجدد الف ثانیؒ اپنے مرشد کو لکھے تھے۔

در محرم الحرام ۱۴۰۰ھ (۱۹۸۰ء) میں وفات پائی مزارِ گورستان میانی میں زیارت گاہِ خلق ہے۔ اس مزار کے گرد اگر چار بیواری تھی۔ جواب کہ چکی ہے مزار کے مشرق کی جانب مولانا ابو محمد اور سید خیر شاہ جو کسی زمانہ میں اس مدرسہ کے ہبہم تھے کی قبری ہیں مغرب کی جانب ایک قدیم مسجد ہے۔ بے شمار طلبہ آپ کے درس سے فیض یاب ہو کر نکلے۔ آجکل مولانا سعید احمد نقش بندی خطیب جامع مسجد داتا گنج بخشؒ ایک عرصہ سے ہفت روزہ درس مکتوبات امام ربانی مزار کے پہلویں بیٹھ کر دیتے ہیں۔ آپ نے یادِ فتنگاں کو از سر نوزندہ کر دیا۔ آپ کے خلفاء میں سے شیخ ابو محمد قادری نقشبندی سید صوفی دہلوی

بلے مدرسہ کی وجہ سے ایک عالی شانستی قائم ہو گی۔ اور میانیؒ کے نام سے شهرت پائی پنجابی زبان میں میانیؒ ملا مولوی کو کہتے ہیں۔ پھر یہ بگرتے بگرتے میانی ہو گیا جب کھوں نے مرنگ کو لوٹا تو میانی کو بھی تباہ و بر باد کیا گیا محلہ میانی کی ویرانی کے بعد لوگوں نے اس کو قبرستان بنایا جو اجتنک بطور قبرستان ہی چلا آتا ہے۔ دراصل یہ علماء و مشائخ کی بستی تھی اور مذہبیہ الاولیاء کا درجہ حاصل تھا۔ اس کے قرب میں محمد چنگیری میں داشی لادو کا مدرسہ بہت مشہور تھا۔ شہزادہ دار اشکوہ بیان کرتا ہے۔

ہمیشہ اولیاء خیز دانی ملک خدا اپیں قوم رامنظور دارد

لے شیخ ابو محمد قادری کامزار لاہور رہیا فی قبرستان) میں واقع ہے۔ آپ حضرت حافظ جان محمد کے فرزند تھے اور عہد چنگیری میں مشائخ لاہور میں ایک بلند مقام رکھتے تھے۔

سید صوفی کامزار دہلی میں ہے۔

شیخ لکھن ملت اور شیخ ابوالقاسم نقشبندی زیادہ شہروں میں۔

قطعہ تاریخ وفات

شیخ پاکیزہ طاہر والطہر	رفت طلایہ رازیں جہاں بجناں
سال تاریخ شہزادی حبہ	خواجہ طاہر شاہ مقدس خواں

شیخ طاہر پاکباز و پاک دین	اوچ عرفان پر تھے مثل آفتاب
جب گئے دنیا سے سال خاتمه	ہو گیا روشن کر روشن آفتاب

(۲) حضرت شیخ محمد میر المشہور میان میر مالا قادری

قدس سرگا

شیخ محمد میر نام میان میر عرف والد کا نام سائیں دنہ بن قاضی قلندر فاروقی تھا۔ سلسلہ نسب الٹھائی سبیں پشت پر پڑھ کر حضرت عمر فاروقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک منتهی ہوتا ہے۔ سندھ کے قدیم شہر سیونستان میں ۱۵۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ ابھی سات برس کے تھے کہ پدر میر گواز اللہ کو پایا ہے ہو گئے۔ بارہ برس تک والدہ ماجدہ بی بی فاطمہ بنت قاضی قادر کے سایہ عطا ٹھفت میں تعلیم و تربیت پائی۔ اور سلسلہ قادریہ کی تلقین بھی محترمہ والدہ صاحبہ سے حاصل کی۔ اپ کے والدین اور بھیرہ اپنے وقت کی عرفان سے تھیں۔

علوم متداولہ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد حضرت شیخ خضر سبیوستانی کے حلقة ارادت میں داخل ہوئے اور احمد مرتضی حاضرہ کر بے حد ریاضت و حجابت کیا۔ تکمیل سلوک کے

لئے ان کا مزار بیرونی موری دروانہ لاہور میں واقع ہے۔

لئے اپ اپنے مرشد کی اجازت سے عازم سفر جماز ہوئے جب صحیح وزیرات سے فارغ ہو کر واپس جتنہ پہنچ تو وہاں وفات پائی۔ اپ کا مزار جتنہ میں ہے۔

لئے بعض تذکروں میں اپ کی تاریخ پیدائش کا سن ۲۳ محرم مطابق ۱۵۳۸ھ ملکہ ہے۔

بعد خرقة خلافت پایا اور مرشد نے لاہور میں سکونت اختیار کرنے کا حکم دیا چنانچہ فرمودہ
مرشد کے مطابق لاہور میں آکر اقامت پذیر ہوئے جبکہ وقت آپ لاہور تشریف لائے۔ عمر
۵۷ سال کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے جلد ہی آپ کو مقبول خاص و عام کر دیا۔ آپ اپنے عہد کے امام
طریقت اور واقف اسرار تحقیقت تھے علوم ظاہری و باطنی میں یکتا شد و زگا اور عارف
کامل ہوئے ہیں۔ ریاضت و مجاہدہ زید و تقویٰ فقر و غنا اور توکل و قناعت میں اپنے زبانے
میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ عارف شب زندہ دار تھے۔ ساری ساری رات عبادات میں
گزر جاتی تھی۔ جس دم کا یہ عالم تھا کہ ایک دم میں صحیح کر دیتے تھے۔ ایک ایک ہفتے،
کے بعد روزہ افطار کرتے تھے۔ جب حالت استغراق زیادہ بڑھ جاتی تو ایک ایک ماہ کے
بعد فطاری کرتے تھے۔ آپ سے بے شمار خوارق و کرامات صادر ہوئیں۔ حضرت خوشال عظیم
کے اوپسی تھے۔ آپ کا نام بے وضو نہ بیلتے تھے۔ سلاطین زمانہ آپ سے ملاقات کرنا اور تنانہ
عالیہ پر حاضر ہونا فخر و سعادت سمجھتے تھے۔ جہانگیر پی توزک میں ملا عبد الحمید لاہوری اور
صاحب شاہ جہان نامہ نے اکثر جگہ آپ کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ جہانگیر توزک میں ایک جگہ
لکھتا ہے۔ "شیخ محمد میر لاہوری عرف میاں میر سے ان کے علم و فضل اور ان کی بزرگی و
پرہیزگاری کی وجہ سے ملاقات کی بڑی خواہش تھی لیکن میں اس زمانے میں اگرہ میں تھا اور حالاً
اس قسم کے تھے کہ لاہور نہ جا سکتا تھا۔ لہذا اپنی حکومت کے چودھویں صاحل ان کو اگرہ آنے کی
دعوت دی جسے انہوں نے نہایت ہبہ بانی سے منظور کر لیا۔"

ملاقات کے بعد آپ کے اخلاق اور وسیع معلومات کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔
"روحانی پاکیزگی اور صفائی قلب میں پہنچ کر اپنے زمانے میں لاثانی ہیں ہیں اکثر ان کے
پاس جایا کرتا تھا اور وہ صحیح دینی و دنیوی نہایت باریک نکات بتایا کرتے تھے۔"
شاہ جہان نامہ میں لکھا ہے: "شاہ جہان کہتا تھا میں نے صرف دو ایسے صوفیاً دیکھے
ہیں جو علم الہیات کے ماہر ہیں۔ ایک میاں میر اور دوسرا مولانا محمد فضل اش رہاری۔"
محمد صالح کمبوجہ شاہ جہان نامہ میں رقم طراز ہیں۔ "آپ تصوف کے حقائق و معارف نیز
صطلاحات کے سمجھنے سمجھانے میں بجز خارج تھے۔ ان عربی کی تصنیف فتوحات بکیہہ کی بجائے میں

جا بجا سے یاد تھیں اور جامی نے ابن عربی کی فصوص الحکم پر جو شرح لکھی ہے وہ تمام از بر کھی فقر و فنا
اور بے نیازی واستغنا کا یہ حال بحق کوہ کبھی کسی سے کچھ سوال نہ کیا، ہاں کبھی کبھی جب بشریت کے تقاضے
سے بھوک ستائی تھی تو انہائی ضرورت کے عالم میں شرفی مریدوں سے ان کی حلال کی کمائی سے نا
خشک اور منحوی لباس کے لئے کچھ قبول فرمائیتے۔^۱

سیکنڈ الولیا میں بیان کرتے ہیں کہ حضرت کا خط مبارک نے تعلیق گر شکستہ آمیز تھا اکابر
کے اشعار جن کا موضوع تھوڑا درپیوند و نصائح ہوتا۔ اکثر تکھتے رہتے تھے کبھی حاجت مندوں
کی سفارش کے لئے پانے ہاتھ سے رفعہ بھی لکھ دیتے رہے لیکن انہوں اور مریدوں کے لئے کوئی سفارشی
رقعہ اپل دیا اور غیر معمولی کے نام نہیں لکھتے تھے۔ رات کے وقت جھرے کا دروازہ بند کر کے یادی میں
مشغول رہتے اور دن کو باغ یا جنگل یا ایسے مقامات پر جہاں لوگوں کا گزر نہ ہوتا۔ دل جمعی سے
یادی میں مشغول ہو جاتے۔۔۔ ربیع الاول مبرور شنبہ ۲۵ نومبر ۱۹۷۵ء۔ اگست ۱۹۷۵ء بعد
شاہ جہاں دفاتر پائی۔ اس وقت لاہور کا حاکم نواب فردی خاں تھا۔ اٹھاسی سال کی عمر میں ساٹھ
سال سے زیادہ لاہور میں اقامت پذیر رہے۔ مزار لاہور (جھپاؤنی) میں زیارت گاہ خلق ہے۔
حضرت شیخ کی اپنی اولاد نہ تھی کیونکہ آپ نے نام عمر تھجڑیں زندگی بسر کی تھی اس لئے آپ
کی دفاتر کے بعد آپ کی ہر شیرہ جمال خانوں کے فرزند محمد شرفی المتوفی ۱۹۷۴ء احمد سجادہ نشین ہوئے۔

قطعہ تاریخ وفات

آپ کے مریدوں میں ملا فتح اللہ قادری نے تاریخ وفات لکھی جو آپ تک مزار مبارک پر
تحریر ہے۔

میاں ہیر سردار فتح عارفان	لہ غاک درش خاک اکیرشد
سفر جانب شہر خبا وید کرد	ازیں محنت آباد دل گیرشد
خرد برسال و فائش نوشت	بفردوں والا میاں ہیرشد

۱۹۷۵ء

لہ عہد شاہ جہانی میں یقان موضع ٹیکٹ پورے نام سے پکارا جاتا تھا اور غلے کی منڈی عالم گنج
کے نہ دیک واقع تھے اور محلہ خوانی پورہ نام تھا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ انسان نہیں چیزوں کا مجموعہ ہے۔ اول الغس، دوم دل، سوم روح، انہیں سے نفس کی اصلاح شریعت سے دل کی طریقت سے اور روح کی اصلاح حقیقت سے ہوتی ہے۔ لیکن سب سے بڑا ترہ شریعت کا ہے۔

دارالشکوہ تکھتا ہے کہ عالم و فاضل اور صوفی کامل ہونے کے باوجود آپ نے کوئی کتاب تصنیف نہیں کی لیکن جب کبھی آپ کسی حدیث یا آیت یا بزرگوں کے مشکل اشعار و اقوال کے معنے بیان کرتے تو حاضرین جن میں علماء و فضلا و بھی شامل ہوتے جیراں رہ جاتے۔

آپ کے ارادت مندوں میں حضرت ملائشیہ بدخشانی حاجی نعمت اللہ سرمندی میراں نھالاہوری خواجہ بہاری ملائکہ محبوبی کوئی حاجی مصطفیٰ سرمندی ملائکہ حامد گجرنلاروجی مسلمی بہاری اسمیم ملائکہ خواجہ محلائ لاهوری حاجی صالح کاشمیری شیخ ابوالملکام ملائکہ محبوب عید کاشمیری میراں مفتی محمدزادہ لاہوری بہت مشہور ہیں جن کی تفصیل سکینۃ الاولیاء میں درج ہے۔ انہیں سے کسی ایک کی قبری گورستان حضرت میان میر جی میں موجود ہیں۔

مزار حضرت میان میر کے مشرقی جانب شہزادی نادرہ بیگم زوجہ دارالشکوہ کی بادوڑی واقع ہے۔ آپ صوم و صلوٰۃ کی پابندی تھی اور بچپن ہی سے حضرت میان میر کے حلقہ ارادت میں داخل تھیں اور اپنے پروگرام سے بے حد عقیدت تھی۔ احاطہ حضرت میان میر میں جہاں دارالشکوہ نے اکثر عمارت کی تعمیر و رفع کراچی تھی و فن تونیں جو بارہ دری نادرہ بیگم کے نام سے مشہور ہے۔

علامہ داکٹر محمد اقبال مرحوم کا خراج عقیدت

حضرت شیخ میان میر حسروی ہر خنی از نور جان او جلی
بر طریق مصطفیٰ حکم پئے نغمہ عشق و محبت رانے

سلت نادرہ بیگم سلطان پروین کی بیٹی جہاںگیر بادشاہ کی پوتی شاہزادہ مراد بارادر جہاںگیر کی نواسی شاہ جہاں کی بیٹی اور دارالشکوہ کی بیوی تھی۔ ۲۶ ربیعہ برذیجمہ ۱۴۰۲ھ کو قاضی القضاۃ قاضی محمد احمد نے دارالشکوہ احمد دختر شاہزادہ پروین کا نکاح پڑھ کر رشتہ ازدواج میں منسک کر دیا۔ چاہ میراں کوٹ خواجہ بیگم کھوٹے شاہ اور علاقہ شاہ بلاول قادری خضرابلاو کے گرد ازواج کا علاقہ بیجہ درجہ جہاںگیر بادشاہ پروین ایاد کے نام سے ہے تھا۔

تریش ایمان خاک شہرما مشعل نور مہابت بہرما
بہ دراد جمیہ فرسا آسمان
از مریدیش شہر ہندوستان

حضرت شاہ بلاول قادری قدس سرہ (۵)

اسیم گرامی شاہ بلاول ر دالد کا نام سید عثمان بن سید عینی تھا، آپ کے آبا اور اجداد ہمایلوں بادشاہ کے ہمراہ ہرات سے ہندوستان میں آئے۔ اور موجود شیخوپور میں آباد ہو گئے۔ شاہ بلاول کی ولادت بھی یہیں ہوتی۔ لاہور میں علوم ظاہر و باطن کی تحریک کی سلسلہ قادریہ میں شاہ شمس الدین قادری لاہوری قدس سرہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ متاخرین شاخی میں بڑے پایہ کے بزرگ گزرے ہیں۔ اپنے عہد کے عالم و فاضل متنقی و منتشر ع صائم الدین رضا قائم السیل تھے۔ کتاب محبوب الواصیین جو خاص آپ کے ذکر میں لکھی گئی ہے۔ اس میں مرقوم ہے کہ آپ قادر زاد ولی تھے۔ سات برس کا سن تھا کہ ان کا ایک ہم عمر لڑکا کا فوت ہو گیا، آپ یہ سن کر اس کے سر ہانے گئے۔ اور کہا۔ اے یار بے وقت سونا اچھا نہیں آؤ چل کر چیلیں۔ لڑکے نے اسی وقت انکھیں کھول دیں اور آٹھ کمر سا تھوڑا چلا گیا۔ آپ کے دادا سید عینی نے جب یہ سناتے آپ کو شیخ فتح محمد لاہوری جو اپنے عہد کے جمیڈ علماء سے تھے۔ ان کے حلقوہ درس میں بھیج دیا۔ آپ نے لھوڑی ہی مدت میں علوم ظاہری میں بھی کمال حاصل کر لیا۔ ملا عبد الحمید لاہوری اپنی کتاب

لئے آپ حضرت شاہ ابو اسماعیق قادری لاہوری کے جلیل القدر مرید و خلیفہ تھے۔ آپ عارف کامل اور چامح علوم شریعت و طریقت تھے۔ طالبان علم وہلیت کی ایک کثیر جماعت نے آپ کے اخذ فیض کیا۔ جہاں پھر آپ کا بڑا اگرودیدہ دعویٰ تھا۔ ۱۳۰۲ھ بمقابل ۱۸۷۳ء میں وفات پائی گئی لاہور میں پنجاب حضیں کا بج سے جنوب میزبان کی طرف واقع گرد چار درجواری ہے چاروں پر کنوں پر مینار تھے جو آب کر کرچکے ہیں۔ شاہ چہاں ایام شہزادگی میں اکثر آپ کی زیارت کو آتا تھا۔
لئے بعض تذکروں میں ان کا نام مولوی ابو فتح لکھا ہے۔ مگر صاحب خنزیرۃ الصفیا نے جلد اول ص ۱۶۱ پر مولوی فتح محمد لکھا ہے۔

بادشاہ نامہ میں رقم طراز ہیں کہ شاہ جہاں بادشاہ تخت نشینی کے بعد ۱۰۳۰ھ میں لاہور آیا۔ ۱۵ ماہ رمضان کو جہاں گیر بادشاہ کے مزار کی زیارت کی۔ وہاں دس ہزار روپیہ غرباً میں تقسیم کیا۔ حضرت میاں میرؒ کی خدمت میں بھی حاضر ہوا۔ کچھ رقم حضرت میاں میرؒ کی خدمت میں نذر کی مگر آپ نے قبول نہ فرمائی۔ ۱۹ ربیعہ ماه رمضان کو شیخ بلاوں کو دو ہزار روپیہ نذر کیا جانہوں نے کچھ تو درویشوں میں تقسیم کیا۔ اور باقی خادم مطیع خانہ کے حوالے کر دیا کہ درویشوں اور مسافروں پر خرچ ہو۔ آپ را بد اور پہنچگار درویش تھے۔ اپنے پاس کچھ نہیں رکھتے تھے بادشاہ نے حضرت بلاوں گے پوچھا۔

”حضرت میاں میرؒ نے میر اندرانہ قبول نہیں کیا اور آپ نے کہا ہے، ”فرمایا ابھیں درویشوں اور مسافروں پر خرچ کرنے کے لئے روپیہ کی ضرورت ہے“ یہاں سے خصوصت ہو کہ شاہ جہاں میاں میرؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی کہ آپ نے میر اندرانہ قبول نہیں کیا۔ مگر شیخ بلاوں نے قبول کر دیا۔ آپ نے فرمایا، ”ان کی مثال ایک دریا کی سی ہے اور میری مانند تالاب دریا میں اگر کوئی پلید چیز گزگز جائے تو وہ پلید نہیں لیکن تالاب پلید ہو جاتا ہے۔“ بادشاہ نے پیش کر جب قلعہ میں گیا تو سجدہ شکر بجالا یا اور کہا۔

”الحمد للہ میرے زملے میں ایسے ایسے بزرگ بھی ہیں جن کا رحلہ الہی کے سوا کوئی مقصد نہیں“

وقت عشا شب دو شنبہ ۲۴ شعبان ۱۰۳۶ھ (۱۶۳۶ء) بعد شاہ جہاں شتر برس کی عمر میں وفات پائی۔ موضع بھوگیوال کے متصل دریائے راوی کے کنارے اپنی تعمیر کردہ خانقاہ اور باغ میں آپ کو آپ کے صاحبزادہ شیخ محمد حیاتؒ نے دفن کیا اور عالی شان گنبد آپ کے مزار پر بنایا گیا۔ خانقاہ کے ساتھ خوبصورت باغات میسر کیا ہیں اور دلکشا مقامات فتحیرتے خانقاہ کے ساتھ ایک عالی شان خوبصورت مسجد بنی ہوئی تھی جس کے مجرے نہایت پاکیزہ اور صاف سخرے تھے۔ مسجد کے درمیان ایک حوض نہایت وسیع اور گہرا تھا جس میں فوابے تھے۔ باغ میں طرح طرح کے مچھل دار درخت اور کھیول اور پوئے تھے۔ مسجد میں حوض کے گرد قرآن شریف پڑھنے والوں قاریوں اور حافظوں کے گردہ کے گروہ دن رات

قرآن خوانی میں مشغول رہتے۔ باع آنداخو بصورت تھا کہ حاجت ایک بسیز بیگیات اور عجیبت مند درختوں کے سایہ تک آرام کرتے۔ بعد از دوپہر آپ کی زیارت سے شرف ہوتے۔ اس باع کے ملاقات میں موضع میرداد تھا۔ اس موضع میں شیخ ہود کا بالائی حجرہ تھا۔ اس حجرہ کے گرد نواح سالیارہ و نوخت تھے۔ ان درختوں کے نیچے شیخ بلاول کی قبر بیان کرتے ہیں۔ اس کے قریب حضرت میان میرزا شرفی لے جاتے اور دلجمی سے یادچی میں مشغول ہو جاتے اور یہ مقام آپ کو بہت پسند تھا۔ رنجیت سنگھ نے حضرت شاہ بلاول قادری کے مزار کی کمی مرتضیہ مرت کرائی اور اسے طغیانی سے بچانے کے لئے دیانتے راوی پرکشیر لاگٹ سے ایک بند بھی تعمیر کر دیا۔ لیکن جب یہ تدبیر کا لاملا ثابت نہ موتی تو آپ کی لاش کو نکلو کر موجودہ مقام پر دفن کر دایا۔ دھماراجہ رنجیت سنگھ از باوار پرم سنگھ

صفحہ ۴۲۵

تاریخ لاہور کا مصنف لائے بہادر کنہیا لال (۱۸۸۸ء) صفحہ ۲۳۶ پر تحریر کرتے ہیں کہ ہمارا راجہ رنجیت سنگھ کے عہد میں دریا راوی اس قدر نزدیک آگیا کہ ایک دیوار کر گئی۔ ہمارا راجہ رنجیت سنگھ نے فقیر نور الدین کو حکم دیا کہ شاہ بلاول کا صندوق قبر سے نکلو کر اور حجہ دفن کر دو۔ چنانچہ فقیر نور الدین نے قبر کو کھٹ دایا اور تابوت نکلوایا۔ اس روز سریز اول سملان شہر لاہور کے اس بزرگ کی زیارت کو گئے اور سب کے روپ و صندوق کو کھولا گیا۔ دوسو برس کے بعد یہ تابوت زمیں سے نکلا۔ مگر نعش کی رنگت ہرگز بدلتی نہ تھی اور معلوم ہونا تھا کہ اسی وقت یہ شخص فوت ہوا ہے۔ چنانچہ دوبارہ جنازہ کی نماز پڑھی گئی اور حال کے موقع پر دفن کیا گیا۔ یہ مزار جانب مشرق باع راجہ دینا ناگزیر نزد گھوڑے شاہ واقع ہے۔ اس کی چار دیواری پچھتہ ہے۔ اس کا دروازہ شالamar باع کے

لئے صاحب الآخر نیز اس صفتیاٹے جلد اول کے ۱۲۵۷ پر لکھا ہے کہ ۱۲۵۷ء میں دریاۓ راوی مقبرے کے پا بکل قریب ہمنا شروع ہو گیا تو اس خدمت سے کہہیں مزار کو نقصان نہ پہنچے آپ کی نعش مبارک کو وہاں سے نکال کر دوسرا حجہ دفن کیا۔ اور اب ان کا مزار پر انوار سپریوں دہلي دروازہ واقع ہے۔ لیکن ہلی دروازہ کے باہر فرنڈیکٹ ترشاہ بلاول جو کوئی مزار نہیں ہے۔ دہلي دروازہ کے باہر کافی فاصلہ پر تقریباً دو بیل پر واقع ہے۔ غالباً اس لمحاظ سے اس کو بیرونی دہلي دروازہ لکھا ہو گا۔

لئے چار دیواری اس مزار کی راجہ دینا ناگزیر نے تعمیر کرائی تھی۔ جواب کچھ چکی ہے اور گرد و نول حصہ رہا تھا مکنات تعمیر ہیں۔ (تحقیقات حشمتی ص ۱۶۷)

پرانے راستہ میں جنوب کی جانب ہے۔ اس کے اندر ایک وسیع میدان ہے جس کا قبیہ ہو گناہ ہے۔ یہاں اراضی بطور عظیمہ سماں ان پنجاب کے حوالے گئی تھی۔ تاکہ مزار کی دیکھو بھال ہو سکے، اب اس مزار کی حالت بہت خستہ و شکستہ ہے اور قابل مرمت ہے۔

دار اشکوہ نے جب بھی لاہور میں قیام کیا اور قیام کے دوران وہ علماء و شعراء اور اولیاء اللہ سے ملاقات کرتا رہا۔ سفینۃ الاولیاء میں ان کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

”ایں فقیر کیکہ مرنہ بہ نجومت ایشان رسمیدہ آثار ریامت و مجاهدت بسیار از
بشرہ شیخ ظاہرے شد۔“

”ترجمہ“ بیرونی آپ کی خدمت میں حاضری دے چکا ہے۔ آپ کے چہرے پر ریاضت و
مجاہدہ کے نشانات ظاہر تھے۔ اس کے علاوہ سیکنڈۃ الاولیاء میں رقم طراز ہیں۔

”ترجمہ“ شیخ بلاول اکابر شہر سے تھے شب بیدار اور صائم الدہر تھے۔ اکثر ریاضت کیا کرتے
تھے با دشاد انہیں دنوں ان کے ہال بھی گئے تھے جب انہوں نے حضرت میاں جبیو حرسے شیخ
بلاول کے حالات دریافت کئے تو آپ نے فرمایا۔ ”میں نے ان کے پیروں کو بھی دیکھا ہے۔“

مضتی غلام سرور نے اس شعر میں آپ کا سرمن وفات نکالا ہے۔

”بلاول پیر محبوب بہشت سست۔“

”وصال آں شہیدیں شاہ حرفان سست۔“

شاہ صاحب کو بیہ اشعار بہت اپنے نہ تھے اور ورد زبان رہتے تھے۔ ۰
یا الہی بدہ تو تو فیفی قسم راہ بہما بسوئے تحقیق قسم
زندگی مقصود بہر زندگیست زندگی بے بندگی شرمندگیست

اندرام مخلص المتوفی ۱۱۶۳ھ کی مشہور تایفہ ”بدائع وقائع“ کے مطالعہ سے پتہ چلنا

لئے تایخ لاہور بعد الظیف ص ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰ ص ۷۴ اندرام نام۔ مخلص مخلص تھا۔ وطن سودہرہ۔ ضلع
سیاہکوٹ پنجاب تھا۔ اللہ میں پیدا ہوئے پسے زمانے میں مشہور اہل فلم اور شاعر تھے۔ مرتضی القادر بیگیں اور
سرج الدین علی خاں آرزو آپ کے استاد تھے۔ مکالمۃ اسرائیل بدائع وقائع مرأت اصطلاحات نظر ناتھ
رقطات مخلص، چنستان، مرقع تصویر، ہنگامہ عشق، پری خانہ، دیوان، روز نامچہ، اقوال، فدری باغیت
کرپک مشہور تصنیف ہیں۔

ہے کہ خانقاہ شاہ بلاول اور گرد نواح کا علاقہ پر ورن آباد ہمیشہ میدان جنگ رہا۔ اور یہاں اکثر جنگیں ہوتیں۔ بہت سے خوبصورت مقامات، سیرگاہیں اور مقبرے تباہ و برباد ہو گئے۔ شاہ بلاول اور درگاہ شاہ حسین (دماں صوالح حسین) کے درمیان قلعہ حضرت ایشائیں جس میں حیات اللہ خال بہادر کی نواج رہا کرتی تھی۔ ۴۱ محرم الحرم ۱۱۷۱ھ میں افغان افواج سے ان کا مقابلہ ہوا۔ عمارت حضرت ایشائیں میں داخل ہو گئیں۔ ان کو تباہ و برباد کیا۔ ان عمارت کے کھنڈرات کھدائی کے وقت اب بھی نظر آتے ہیں۔

بہر تعداد پر میسم محرم یکایک فوج افغان از لاوی پایاب گذشتہ باغ شال مار صحید
فر داش بست و یکم چوں افواج متقدہ در میدان شاہ بلاول درگاہ شاہ حسین نمودار
شد خواجه عصمت اللہ خبیثی حیات اللہ خال بہادر کرہ بادہ سزا سوار و نجح ہزار پنگی در
قلعہ حضرت ایشائی و میرزا عصمت اللہ خال ولد چین بیگ خال کہ با پنج ہزار موال
و سخیں قدر بر قند از در موڑ چال قریب درگاہ شاہ بلاول و پر ورن آباد بلوں ندو شدہ

لہ چاہ میراں کوٹ خواجہ سعید گھوٹے شاہ لہر شاہ بلاول (حضرت را باد) کے گرد نواح کا علاقہ بعد
جهنہیں میر پر ورن آباد کے نام سے شہر تھا، اس مقام پر ایک قدیم گنبد ہے جو گنبد شہزادہ پر ورنہ پسروں جہانگیر کے
نام سے شہر ہے۔ اور شہزادہ پر ورنہ پسروں جہانگیر کے نام سے شہر ہے اور شہزادہ پر ورنہ پسروں جہانگیر کی
نگینہ دفن ہے۔ یہ درست نہیں شہزادہ پر ورنہ نے ۱۰۳۶ھ / ۱۶۷۶ء میں برہان پور میں وفات
پائی۔ اس کی نعش پہلے برہان پور میں امامتاد فن ہوئی پھر اگر ہیں اپنے باغ میں دفن کی گئی۔ ماخذ ترک چہار
ملہ حیات اللہ خال رشاہ نواز خان) ناظم لاہور تھا۔ عصمت الدولہ نواب ذکر یا خال بہادر
کافر زند تھار نواب موصوف نے ۱۷ جمادی اثنانی ۱۵۱۴ھ مطابق ۲۴ جولائی ۱۸۹۷ء بمقام بیگم پورہ
راہبود وفات پائی۔ جنازہ میتم حضرت ایشائی راحٹا یا گیا اور اپنے باپ سیف الدولہ عبد الصمد
خال بہادر کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ نواب ذکر یا خال ہر دلعزیز رعا یا پروردہ اور محنت گزتر حاکم
تھے۔ ائمہ رام مخلص اپنی کتاب ”بدائع و قائق“ میں لکھتا ہے کہ۔

”نواب صاحب کے جنازے پر اسی قدر کھول برسائے گئے کہ شہر میں بکھول نایاب
ہو گئے اور کسی تیمت پر نہ ملتے تھے۔ نواب ذکر یا خان کے احوال بحق بادشاہ محمد شاہ
ضبط ہوتے جو کہ ہمدرد مخول کا قریم دستور تھا کہ امراء کی موت کے بعد احوال بحق بادشاہ
وقت ضبط ہوتے تھے۔ بعد میں محبکم بادشاہ جانشین کو واپسی دیتے جاتے۔“

بسردادِ نوپر رہ سکھ پرداختن را زیر ائم و قاضی اندرا مخلص ص ۲۵۳ ب

شاه بلاول بے حد فیاض تھے۔ آپ کا لنگر بڑا وسیع تھا۔ دنوں وقت لنگر جاری رہتا تھا، یہاں تک کہ ایک بڑا دروغ نہ مطین بھی موجود تھا۔ لیکن آپ خود زبان جوں اور ساگ چولائی کے چند نوالوں کے سوا کچھ نہ کھلتے تھے۔ بڑے عبادت گزار تھے، درویشوں اور مسافروں اور طلباء کی خدمت کرتے۔ اشاعت علم وین کے لئے درس جاری کئے اور تعلیمیں غفت دی جا جتھن دل کی سفارش امراء وزراء بلکہ بادشاہ تک کرتے تھے اور لوح سفارش نامہ پرہ الشد بس ہوس تحریر کرتے تھے۔

حضرت شاه بلاول حضرت شیخ محمد المعرفہ بہمیاں میر قدر سرہ کے ہم عصر تھے، آپ "وحدت الوجود یعنی ہمارہ وست" کے قائل تھے۔ اس سلک میں آپ حضرت شیخ محمد المعرفہ میاں میر قدر سرہ کے ہم مشرب و ہمنوا تھے۔ اکثر آپ کی ملاقات کے لئے جایا کرتے تھے مائل شریعت و طریقت کے باسے گفتگو رہتی تھی۔ مگر افسوس ہے کہ تاریخ اور اقان کو محفوظ نہ کر سکے۔

محمد صالح کبود شاہ جہان نام ص ۶۹، میں تحریر کر رہے ہیں، (ترجمہ)

"شیخ بلاول قادری گوشہ نشینی کے عاشق اور وحدت الوجود کے قائل، نہایت پرہیزگار اور بے نظر پراسا بزرگ تھے کسی سے سوال کرنے ان کا شیوه نہ تھا۔ لیکن مریدوں کی نذریں اور پیشکش قبول فرماتے اور محتاجوں مسکینوں کے واسطے لنگر جاری کر کے انہیں کھلادیتے یا حسب ضرورت تقیم فرماتیں۔ دن رات مسکینوں اور فقیروں کی خدمت گزاری میں سرگرم رہتے تھے شکفتہ پیشانی کا دھڑکناہیان لواز، خوش گفتار اور بالا اخلاق مہذب بزرگ تھے زبان مبارک سے عمدہ نصحتیں، دلنشیں مواعظ اور اچھی بائیں نکلتی تھیں"۔

آپ کا عرس اور میلہ سال میں ایک مرتبہ ہوتا ہے۔ ۶۸ ماہ شعبان عرس کی تاریخ ہے۔ عرس کے موقع پر مجالس ذکر ہوتی ہیں جن میں آپ کے عقیدت مندوش و جذبه اور تمدنی کے عالم میں شرکیں ہوتی ہیں۔ بیان کرنے ہیں کہ سکھی عہد میں ایک رسم تھی کہ رات کے میلہ میں سکھ، ہندو اور مسلمان کشت شرکت کرتے اور آن شبازی چھوڑا کرتے تھے، ان کے علاوہ دور دور سے ماہر آن شباز بھی حاضری دیتے اور اپنے فن کا مظاہرہ کرتے۔ عزت و احترام اور فضیلت کی

دستار پاتے پھر خصت کئے جاتے۔ آجکل یہ ستم نہیں ہے۔
 حضرت شاہ بلاول قادری کی وفات کے بعد آپ کے فرزند احمد شیخ محمد حبیث خانقاہ
 کے متول ہوئے رآپ کے خلفاء کے حالات زندگی نہیں ملتے افسوس ہے کہ تاریخ کے
 اور اق ان کو محفوظ رکھ کے حضرت شیخ محمد حبیث حضرت محمد قیم محدث الدین المتوفی ۱۵۰۴ھ
 فرزند حضرت سید شاہ ابوالمعالی رحیم والی کے ہم عصر تھے سلسلہ قادریہ سے منسلک تھے۔

(۶) حضرت شیخ عبد الحق محدث ہلوی حمدہ اللہ علیہ

اسم گرامی عبد الحق بن سعید الشیعین قادری محرم الحرام ۹۵۰ھ میں پیدا ہوتے۔ ابتدائی
 تعلیم و تربیت اپنے بزرگوار کے ذریسایہ حاصل کی تھی۔ اس تعلیم و تربیت کا پہاڑ اثر شہزادہ اول عمر
 ہی میں جامع علوم و فنون ہو گئے۔ اس فضل و کمال کو علماء و مشائخ کی صحبت نے اور چمکادیا۔
 حتیٰ کہ آپ علم و عرفان کی معراج کو ہیچ گئے۔ تکمیل علوم ظاہر و باطن کے پہلے حضرت بید شیخ
 جمال الدین ابوالموسى پاک شہید قادری ملتانی المتوفی ۱۳۷۰ھ حلقہ ارادت میں اخْلَحَوْتَ
 اور خرقہ خلافت پایا۔ ان کی وفات کے بعد حضرت شیخ عبد الوہاب شاذلی حشمتی جو حضرت
 شیخ علی متفقی المتوفی ۹۵۰ھ کے نامور حلیفہ و مرید تھے اور مکہ معظمه میں درس و تدریس کے
 ذریعے سے ایک عالم کو علمی و روحانی فیض پہنچا رہے تھے۔ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے
 اور سلوک کی هنزا لیں طے کیں اور ساتھ ساتھ مکہ معظمه کے محدثین سے علوم حدیث کا درس
 لیا۔ حدیث تفسیر، تصویف اور فقہ حنفی کا خاص طور پر پڑھا کیا۔ دوسرے سال مدینہ منورہ
 گئے روز یارات روضۃ نبوی اور دیدار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف ہوئے پھر مکہ آ کر
 دریں مشکوہ مکمل کیا تین سال کے بعد اپنے مرشد کے حکم سے ہندوستان واپس آئے۔ دہلی
 میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ تحریجت و طریقت کی تلمذیں بیک وقت شروع کیا
 اکبری ذور تھا۔ اس کے درباری علماء شعائر اسلام کو مسخ کر رہے تھے۔ حلال و حرام اور
 حق و باطل کا امتیاز ختم کیا جا رہا تھا۔ دربارشاہی میں اسلامی علوم و فنون کی کوئی چیزیت

نہ تھی۔ اپنی خواہش اور رائے کے مطابق قرآن و حدیث کی تفسیر کی جانی تھی۔ آپ نے ان تشویشناک حالات کو دیکھا۔ بڑے غور و فکر کے بعد جرأت و ہمت سے کام لے کر نصائح علمی میں جو ملحدانہ اقلاب آرے انتہا اس کے مقابلے کے لئے تیار ہو گئے اور نصائح علمی میں قرآن پاک اور علوم حدیث کو بنیادی حیثیت دی اور علوم دین کے ہر طالب علم پر یہ حدیث تعلیم کر دی کہ جس شخص نے قرآن کریم کی تفسیر میں اپنی رائے کو داخل دیا۔ اس نے کفر کیا۔ آپ سے بے خوف و خطر اعلان کیا کہ علم فقط وہی ہے جو دین و ملت کی تقدیر و تقویت کا موجب ہو۔ اگر ایسا نہیں تو وہ اپنا مقصد پورا نہیں کرتا۔ چنانچہ آپ اپنے مدرسے میں اس پر عمل شروع کیا اور علمائے حق کو اپنے ساتھ ملا یا جس کا تیجہ بنیہ سکلا کہ مدارس میں بچہ علوم قرآن و حدیث پڑھاتے جانے لگے۔ کویا آپ نے ہندوستان میں جس اصلاح و تجدید کی بنیاد ڈالی تھی۔ اس کی تبلیغ حضرت محمد مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں ہوتی۔ حضرت خواجہ باقی بالشہر المتنوی استاذ العصر سے بھی ارادت و مژدت تھی۔ اکثر حاضر خدمت ہر کراکتاب فیض کرتے۔ حضرت سید خیر الدین المعروف شاہ ابوالمعال قادر گرجی کرمانی لاہوری المتنوی ۱۲۰۷ھ جو حضرت شیخ داؤد و کرمانی چونی وال رخال شیرگڑھ، المتنوی ۱۲۹۶ھ کے حقیقی برادرزادہ اور مرید و خلیفہ تھے۔ ان کے ساتھ تو آپ کو کمال عقیدت و محبت تھی۔ آپ سے فیوض و برکات حاصل کرنے کے لئے لاہور بھی آیا کرتے تھے۔ حضرت شاہ ابوالمعال گرجی کے ارشاد پر آپ نے حضرت شیخ عبدالقادیر جيلانی رحم کی کتاب فتوح الغیب اکی شرح تکھی تھی۔ جہاں گیر کے زمانے میں مرجح خاص و عام تھے۔ جہاں گیر خود بھی ملاقات کے لئے آپ کے مکان پر حاضر ہوتا تھا اور آپ نے اپنی مشہور کتاب اُخبار الایخار نذر گزار نی تھی۔ کچھ مدت آپ حضرت خواجہ عین الدین نقشبندی فرزند حضرت خواجہ خاوند محمد بن المعرف پر حضرت ایشانؒ کے آماليق بھی رہے۔ علوم قرآن اور حدیث کا درس دیا۔ اتباع شریعت و رفع بدعت میں بدرجہ کمال استقامت رکھتے تھے۔

آپ حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی سرہندي کے ہم عصر تھے ابتداء میں حضرت مجدد کے بعض مکتبہ کے مضافیں پر شرعی نکتہ نگاہ سے اعتراض کرنے تھے۔ ان دونوں نبڑوں دریاب سوال وجواب اور افہام و تفہیم کا سلسلہ کچھ دیر جاری رہا۔ اس کی تفصیل کتاب

معارج الولایت میں لکھی ہے۔ اس افہام و تفہیم کا نتیجہ یہ بہائیت خوشگواری کلا اور دوغلن
بزرگوں میں بے حد الافت و یگانگلت پیدا ہو گئی اور تمام اختلافات سفع ہو گئے۔ غرض
تمام عمر درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں گزار دی۔ اور تادم زیست سفع بدخت
الحادیں کو شاہ رہے۔ جہاں لگیر جب آخری مرتکبہ شمیر گیا تو چون متعاندیں نے آپ کے اور
مرزا حسام الدین جو حضرت باقی بالشہر کے خلفاء میں سے تھے۔ اور آپ کے فرزند شیخ نور الحسن
کے خلاف بادشاہ کے کان بھجوئے۔ جہاں لگیر نے فوراً طلبی کا حکم صادر کیا کہ شیخ محمد گٹ اور مرزا
حسام الدین توکشمیر آئیں اور نور الحسن کا بل جانتے رہو۔ آپ اس وقت تھوڑی عصر تھے مگر شاربی
فرمان کے مطابق یہ تینوں حضرات دہلی سے روانہ ہو کر لا ہو رہے تھے اور حضرت شیخ محمد مباری شمیر
کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام حالات و واقعات گوش گزار کئے۔ آپ نے فرمایا
”چنانچہ جو گھر ہو جائے، نہ آپ اور نہ مرزا حسام الدین کشمیر جائیں اور نہ صاحبزادہ شیخ نور الحسن کا بل
جائے گا۔ بلکہ آپ سب جلد ہری لاہور سے دہلی واپس چلے جائیں گے۔“
چنانچہ چار روز کے بعد جہاں لگیر کی وفات کی خبر لا ہو رہی تھی اور وہ سب حکام منسوخ
ہو گئے اور نہایت اطمینان کے ساتھ دہلی واپس چلے گئے۔

چور انوے سال اور دو ماہ کی عمر میں مابین شب ۲۱-۲۴ ربیع الاول ۱۰۵۴ھ میں
وفات پائی۔ آپ کی تایینخ ولادت شیخ اولیاء اور تایینخ رحلت ”نخل العالم“ کے الفاظ سے
نکلتی ہے۔ مدار حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی حراوشی کے مزار کے پاس خوض شمسی
پر واقع ہے۔

تصانیف۔ آپ نے اپنی کتاب ”کتاب الرسائل“ میں اس امر کی تصریح کی ہے کہ میں
اس بات پر مأمور کیا گیا ہوں کہ سوائے شریعت و سنت کے کسی موضوع پر گفتگو نہ کروں چنانچہ
آپ کے اس قول کے مطابق ہر پ کی تمام تصانیف کا مرکز کتاب و سنت رہا ہے۔
اخبار الاخیار، آداب الصالحین، اشعتۃ المعنیات فی تشریح مشکوۃ تمجیل الائیان،
چذب القلوب الی دیار المحبوب، شرح سفر السعادت، شرح فتوح الجب، شرح اسماء الرجال
بخاری، جواب بعض کلمات شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی (ج) مدارج البووث، ملکح البحرين،

رسالہ و صیت، فتح المنان، زبدۃ الآثار، جامع البرکات، حلیسہ سید المرسلین را دامتقین وغیرہ ان کتب کے علاوہ اور بھی آپ کی کئی کتب زریح سے آراستہ ہو چکی ہیں۔

آپ کی وفات کے بعد آپ کے فرزند مولانا شیخ نور الحنفی دہلوی نے مندوں قدریں و ارشاد وہدایت کو طبی روشنی دی سلسلہ قادریہ میں اپنے والد ماجد کے اور سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت خواجہ محمد معصوم المنشوف شاہزادہ خلف حضرت مجدد الف ثانی عکے مزید و خلیفہ تھے بعہد شاہ جہاں کچھ مدت اکبر آباد کے قاضی بھی رہے۔ اونہنگ زیب عالمگیر کے ایماء پر صحیح بخاری کا ترجمہ فارسی میں چھپ جلد و میں کیا۔ نیز اپنے والد مرحوم کی کتاب زبدۃ التواریخ کو شیخ فخریہ بخاری کے ہنسنے پر اضافہ کے ساتھ مرتب کیا۔ صحیح مسلم کی مشرح بکھی۔ و شوال ۱۰۷۳ھ مطابق ۱۶۶۳ء میں وفات پائی اور اپنے باپ کے احاطہ مزار میں سپرد خاک کئے گئے۔

(۲) حضرت شیخ ادم نوری نقشبندی قدس سرہ

قصبہ نور جو مضافات سرمند سے ہے دہاں کے رہنے والے تھے جسینی سید تھے۔ والد کا اسم گرامی سید اسماعیل تھا۔ ابتدائی تعلیم و تربیت حضرت خضر و غانی رحمۃ اللہ علیہ سے پائی تھی۔ پھر ان کی اجازت سے حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی سرمندی کی خدمتی میں رہ کر علوم ظاہر و باطن کی تکمیل۔ اتباع شریعت و رفع بدعت میں بدرجہ کمال استقامت رکھتے تھے۔ ۱۰۵۱ھ (۱۶۳۴ء) میں لاہور تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ مریدین اور عقیدت مندوں کی ایک کشیر جماعت تھی۔ بعض منافقین نے شاہ جہاں کے کان بھرے کہ شیخ کے ساتھ ایک فوج عظیم ہے۔ اگر آمادہ بغاوت ہو جائیں تو سلطنت کے لئے خطرے کا باعث بن سکتے۔ شاہ جہاں نے اپنے وزیر نواب سعداللہ خاں کو حقیقت حال دریافت کرنے کے لئے بھیجا۔ وہ ریبوصوف خدمت

لے حضرت شیخ احمد مجدد سرمندی کے بزرگ ترین مرید و خلیفہ تھے۔ مضافات سرمند کے ایک قصبه بہلوں پور کے رہنے والے تھے۔ حضرت مجدد کے والد گلامی سے بھی اندر فیض کیا تھا۔ نہ بہروں بادت ذوق و بشوق اور علم و فضل میں مقام بلند رکھتے تھے۔ زیارت حرمین الشریفین وہیت المقدس سے بھی مشرف ہوئے۔ ۱۰۵۰ھ (۱۶۳۳ء) میں وفات پائی۔ مزار قصبه بہلوں پور میں ہے۔

شیخ میں حاضر ہوتے۔ آپ نے نہایت استفسار اور بے باکی کے ساتھ اسے پند و نصائح کیں۔ ترک دنیا اور ترک سماں وجہہ اور منصب کی تلیقین کی۔ یہ باتیں نواب کی جمع پر گراں گزیں۔ ولپس آگر انہیں خدمات کی تائید کی رشاہ چہان نے آپ کو حکم دیا کہ فوراً اپنے وطن تشریف لے جائیے چنانچہ آپ رفع فساد کے پیش نظر وطن راجعت فرمائئے اور حربیں اشرافین روانہ ہو گئے میکہ معظمہ گئے، فرضیہ حج ادا کیا۔ وہاں سے مدینہ منورہ کئے زیارت روضۃ بنوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوتے اور وہیں ۱۲ ماہ شوال ۱۵۳۴ھ / ۱۱۰۰ء میں وفات پائی جنت البقیع میں روضۃ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دفن ہوتے مفتی غلام سرور صاحب حلیقتہ اولیاء ہیں۔ لکھتے ہیں کہ جب کسید آدم بنوری نقش بندی نے حضرت طاہر بندر گھلہ ہوری کی بزرگی کا شہرہ سناؤ اپ پا پیادہ بود سے لا ہو تشریف لائے اور آپ کی صحبت سے فیض یاب ہوتے۔ آپ کی مجالس ہیں ہر شخص برابر تھا کسی امیر کو کسی فقیر پر فضیلت نہ کھی نیکیوں کا حکم دنیتے اور براہیوں سے روکتے۔ آپ کی تصنیفات خلاصۃ المعارف یا اسرار القوام اور رسائل نکات اسرار ہیں۔

آپ کے حلقة تربیت سے بڑے بڑے علماء و صلحاء و صوفیاء تربیت پا کر نکلے۔ مثلاً شیخ حامد لاہوری، شیخ نور الحمد پشاوری، شیخ محمد سلطان پوری پیر سید علیم، شیخ سعدی بخاری، شیخ عبدالحاق قصوری مجددی، محمد امین بدشتی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ آپ کے خلیفہ بولا ن محمد امین بدشتی نے ایک ضمیم کتاب تاج الحربیں آپ کے حالات پر لکھی ہے۔

قطعہ تاریخ وفات

چول کرد از عالم فانی سفر سوئے بقا آخر مثال گنج پہاں گشت اندر زیر گل آدم
بسال حلقت او حافظہ دیں کن رقم سرور دیگر بارہ مثداز عالم بخت زندہ دل آدم

لے اس کتاب کئے ہیں نہیں۔ ایک جناب ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب پرنسپل گورنمنٹ کالج مسیحی رسندھی دوسرہ۔ مملوکہ محمد اقبال صاحب مجددی۔ اور تیسرا کتب خانہ پنجاب یونیورسٹی فہرست مخطوطات شرائف نمبر ۲۰/۳۱۲۳، لاہور میں موجود ہے۔

مگر یہ کتاب بصورت مخطوطہ طبع نوری خاندان نوری کا لفظ کراچی کے پاس موجود ہے۔

(۸) علامہ مولیٰ عبد الحکیم سیاں کوٹی رحم:

اس سم گرامی عبد الحکیم والد ماجد کا نام شیخ شمس الدین شہر سیاں کوٹ میں پیدا ہوئے۔ اپنے عہد کے اکابر علماء اور حجتیہ فضلاء سے تھے۔ ملا کمال الدین کشمیری المتوفی ۱۷۱۶ھ کے نامور شاگرد تھے۔ حضرت مجدد الف ثانی سرمنہدی اور نواب سعد اللہ خاں وزیر اعظم شاہ جہان آپ کے ہم درس تھے۔ علم تفسیر، حدیث، فقہ، ادب، معانی، منطق، فلسفہ وغیرہ علم کلام میں اپنی مثال آپ تھے۔ بعد جہاں مگر اور شاہ جہاں مقبول خاص و عام تھے شاہ جہاں اکثر دینی و سیاسی امور میں آپ سے مشورے کرتا تھا اور آپ کی علمی قابلیت کا پڑا معتبر تھا۔ آپ کو دو مرتبہ چاندی میں تلوایا۔ اور چاندی آپ کی خدمت میں پیش کر دی نیز کچھ عطیات تکھیں غنیمتہ الطالبین جو حضرت شیخ سید عبد القادر جیلانی رح کی تصنیف ہے۔ اس کا ترجمہ فارسی زبان میں آپ نے حضرت شیخ بلاول قادری کی ایجاد سے کیا۔ حضرت شیخ محمد بن المعرفہ بہ میاں میر سے بھی دوستانہ مراسم تھے۔ اکثر آپ کی ملاقات کے لئے جایا کرتے تھے تماں عمر لاہور میں درس فندریں میں گزاری۔ کچھ مدت اکبر کے کے سرکاری مدرسے میں مدرس رہے تمام علماء مہندس سے اپنی علمیت و فضیلیت کا لوہا منوا بیا اور آپ کے لکھے ہوئے قادری قبول کئے۔ شاہ جہاں کی اجازت سے لاہور میں آپ نے درس جاری کیا اور تعییمِ مفت دی سیاں کوٹ میں ایک مدرسہ اور اسلامی مرکز قائم کیا۔ اس میں نہ صرف پنجاب بلکہ بہنچاں، کشمیر، ایران، قوران

لہ و بھیں حصہ پر۔ ملے مولوی محمد شفیع ایم۔ ملے سالن پرپل اونسل کالج پنجاب نیویورکی لاہور نے اپنی کتاب مقالات دینی و علمی حصہ ول رص (۲۳۵) میں لکھتے ہیں کہ "غنیمتہ الطالبین" کا فارسی ترجمہ ملا عبد الحکیم سیاں کوٹی کے رہ کے مولانا عبد اللہ لاہوری نے شیخ بلاول قادری لاہوری کے فرمانے پر کیا۔ آپ نے کسی کتاب تذکرہ یا مأخذ کا حوالہ نہیں دیا جو امر قابل تحقیق ہے جو تحقیقت یہ ہے کہ غنیمتہ الطالبین کا ترجمہ فارسی زبان میں ملا عبد الحکیم نے کیا۔ خطبه (مقدمة) انکے بیٹے نے باپ کی دفاتر کے بعد لکھا۔

عراق و مصر کے طلباء میں فلسفہ، فقہ اور علم کلام کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے آتے اور فیضیاب ہوتے۔ پیر مدرسہ دینی اور دنیاوی علوم کا بھی مرکز تھا، حاشیہ عبیر ہناوی حاشیہ مطول، حاشیہ شرح مواقف، تکملہ حاشیہ عبد الغفور حاشیہ کتاب شہرود، حاشیہ مقدرات تلویح، حاشیہ شریفہ حاشیہ شرح عقائد تفتیاراتی، حاشیہ عقائد دوائیہ حاشیہ شرح شمیمہ حاشیہ شرح پرایتۃ الحکمة، حاشیہ خیالی، حاشیہ قطبی، حاشیہ مراح الدواح، اور حاشیہ شرح مطالع آپ کی مشہور ترین علمی بارگاہی ہیں۔ آپ کی تصانیف زیادہ تر علم منطق فلسفہ اور کلام میں مشہور ہیں۔ آپ نے منطق فلسفہ اور کلام کی کتابوں پر سبیط خواہی لکھے ہیں۔ آپ کی تصنیف نہ صرف ہندوستان کی علمی و رسمگاہوں میں بلکہ مراکش و بنجارا کابل و قسطنطینیہ اور مصر و شام تک پہنچائی جاتی ہیں۔ اور پیغمبر الاول مخزن علم عبد الحکیم، ۱۰۶۷ھ میں وفات پائی اور شہر سیاکوٹ محلہ میانہ پورہ میں مدفن ہیں۔ آپ کے مزار کے مغربی پہلو میں آپ کے لڑکے مولانا عبد اللہ بھواری دفن ہیں جن کا لاہور میں ایک عظیم الشان مدرسہ تھا۔ بعدها اونگز نیب علیگر آپ کو ٹرمی مقبولیت حاصل تھی۔ بادشاہ کی استید عاپر فتاویٰ عالمگیری کی تدوین و تالیف میں حصہ لیا۔ ۱۰۸۳ھ میں وفات پائی۔

مولوی صاحب نے شہر سیاکوٹ میں ایک مسجد تعمیر کر دی جو مولوی عبد الحکیم کے نام سے مشہور ہے۔ اور اس مسجد کے ساتھ ہی ایک عالی شان مدرسہ بھی ہے۔
ہرگز نیز دنکہ دش زندہ شد لعشق۔

ثبت است بر جسریدہ عالم دوام ما

سبحانہ المرجان اور مولوی حمد اللہ بھاری کی کتابیں آپ کے حالات کے مأخذ ہیں اور جہاں

لئے بعض تذکرہ میں تاریخ وفات ۱۰۶۷ھ رشیدہ درج ہے جو امریکی تحقیق ہے مولوی فقیر محمد صنا جملی اپنی کتاب حدائق الحقيقة میں تاریخ وفات ۱۰۷۴ھ یا ۱۰۷۵ھ تحریر کرتے ہیں۔

لئے ان ایام میں میانہ پورہ تھے اور فاضل آدمیوں کو کہتے تھے جن محلہ میں مولوی عبد الحکیم سیاکوٹ رہا کرتے تھے وہ محلہ میانہ پورہ کے نام مشہور ہے۔

لئے پیر تذکرہ عربی زبان میں میر غلام علی اززاد بلگرامی (دکن) نے مزبر کیا ہے۔

مولوی حمداللہ بہاری نے آپ کا قول نقل کیا ہے۔ وہاں ”فاضل لاہوری“ کے نام سے آپ کو یاد کیا ہے۔

۱۲۔ ربیع الاول ۱۴۰۷ھ تا ۱۴۰۸ھ اس سال مبارکہ کے دوران آپ حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔ آپ نے ربے پہلے حضرت مجدد الف ثانی کو امام ربانی محبوب سبحانی مجدد الف ثانی حجت حریر کیا تھا اور تجدید الیف کے اثبات میں ایک رسالہ جس کا نام دلائل التجدد ہے۔ لکھا۔ اس رسالہ میں آپ نے قویٰ دلائل اور برائیں سے آپ کو مجدد الف ثانی مابت کیا۔ آپ حضرت مجدد الف ثانی حجت کو بڑا کہنے والوں کی مشترکت سے سرزنش کرتے تھے بعض مخالفین کے شبہ کے روایتیں آپ کی ذیل درج عبارت فصل کی جاتی ہے۔

”اکابر ملت کے کلام میں ان کی مراد صحیح یعنی قصص نکالنا ناجہالت ہے اور اس کا کوئی اچھا نتیجہ نہیں نکلتا اور ملحوظہ مشینیت محدث عرفان شیخ احمد سرہندی کے کلام کا رد کرنا ناجہالت اور عدم فہم کی وجہ سے ہے۔“ كتبه الفقير عبد الحکیم

۱۹) حضرت شیخ خواجہ محمد سعید نقشبندی مجددی قادر شرہ

حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی حجت کے فرزند و مولود تھے۔ آپ کی ولادت سعادت ماہ شوال ۱۴۰۵ھ میں ہوئی۔ کمالات ظاہر و باطن میں بے نقطہ زبرد و تقویٰ اور عبادت و ریاضت میں ذریعہ صدر اور علم و حلم میں وجد الدبر تھے۔ طریقت میں اپنے غظیم المرتبت والد کے مرید و خلیفہ تھے۔ حضرت شیخ محمد طاہر بنڈگی حستہ اللہ علیہ لاہوری اور اپنے بڑے بھائی خواجہ محمد صادقؒ سے بھی علم حاصل کیا تھا۔ علم حدیث کی مند شیخ عبدالرحمان حمزی سے حاصل کی۔

حضرت خواجہ محمد باقی دہلوی کا ارشاد ہے کہ شیخ احمد سرہندی کے دونوں فرزند خواجہ

لئے مأخذ روضۃ القویہ ص ۱۳۹۔

لئے ترجمہ احوال امام اربابی للمریب برحاشیہ فتح اول ص ۳۵۔

محیوی عیند اور خواجہ محمد معصوم بے بہا جواہر پائے ہیں اور ایامِ خورد سالی ہی میں مقامِ احمدیہ پر پہنچ گئے ہیں۔ خواجہ شناہ اللہ درج پانی پتی نے فرمایا کہ خواجہ محمد عیند اور خواجہ محمد معصوم کار تجدید میں والدکھا تھریک پیدا تھے۔

حضرت مجدد فرمایا کرتے تھے کہ میرا اور ان دونوں فرزندوں کا معاملہ صاحبِ شرح و قایہ جلیل ہے۔ ان کے دادا جس قدر وقاریہ لکھتے تھے، صاحبِ شرح وقاریہ اسی طرح باد کرتے جاتے تھے۔ اسی طرح جس قدر حقائق و معارفِ محمد پرنکشہف ہوتے تھے، میرے یہ بیٹے انہیں اخذ کرتے جاتے تھے۔ حضرت خواجہ محمد عیند اشراق قلوب و کشف قبور میں کمال درجہ رکھتے تھے۔ آپ کی بشارات آپ کے ارشادات کے عین مطابق ہوتی تھیں، چنانچہ نواب فرنگی خال کی زوجہ نے حضرت خواجہ محمد عیند کی خدمت میں ایک عرفیہ لکھا کہ میرے بائے میں دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے لڑکا عنایت فرمائے۔ آپ نے توجہ فرمائی اور جواب میں لکھا کہ اطمینان رکھو کہ اللہ تعالیٰ عنقریب تم کو لڑکا عطا فرمائے گا۔ جب اس کی مدتِ حمل پوری ہو گئی اور لڑکا پیدا ہوا تو نواب وزیر خال لہور سے خبرِ ولادت و نذر انہے کے کر حاضرِ خدمت ہوا۔

حضرت خواجہ محمد عیند کی تصنیفات میں آپ کے مکتبیات میں جو دریائے گوہر حقائق و جو اپنے معارف ہیں، نیز نماز میں تشدید کے وقت رفعِ سبابہ کی تحقیق میں بھی آپ نے ایک سالہ تحریر فرمایا ہے جس میں عدمِ رفعِ سبابہ کا اولیٰ ہونا ثابت کیا۔ مکتباتِ امام ربانی میں آپ کے نام چوبیس مکتبہ ہیں، تیرہ مکتبہ صرف آپ کے نام ہیں۔ نو مکتبہ آپ کے اور خواجہ محمد معصوم کے نام مشترک ہیں۔ دو مکتبہ میں صرف یہ درج ہے: "بزرگ صاحبزادوں کے نام" اور کسی کا نام درج نہیں ہے۔

میر تہذیب میں تمام عمر و رس و تدریس اور ہدایتِ خلق میں گزاری۔ ۱۰۰۰ احمدیں وفات پاتی۔

قطعہ نامہ وفات

با سعادتِ جوں عیند از دہرفت در جہاں ماتم شد و در خلد عیند

جلوہ گراز طبع روشن وصل وست نیز روشن "ولی دین سعید"

(۱۰) حضرت شیخ خواجہ محمد موصوم نقشبندی مجددی

حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی جو کے تیسرے فرزند رشید تھے حاوی محققون و مقول اور جامع فروع دا صول تھے۔ ۱۱ ماہ شوال المکرم شَرْقِیٰ میں مقام مرزاں پورا ہوئے حضرت مجدد نے آپ کی ولادت پر فرمایا کہ ہمارے لئے بہت با برکت ثابت ہوتی کیونکہ انہی دونوں ہیں حضرت خواجہ محمد باقیؒ کی خدمت کی سعادت حاصل ہوتی۔ آپ اپنے اس فرزند کی ذہانت اور قابلیت کی ڈبڑی تعریف فرمایا کرتے کہ یہ لڑکا محمدی المشرب ہے۔ اکثر علوم دین اپنے والد ماجد سے حاصل کئے تھے۔ طریقت میں بھی انہی کے مرید و خلیفہ تھے اپنے بھائی خواجہ محمد صادق اور تابیق حضرت شیخ محمد طاہر لاہوری سے بھی علم حاصل کیا۔ رسولہ سترہ برس کی عمر میں تحصیل علوم ؎

ظاہری سے فارغ ہو کر تحصیل حال میں مصروف ہو گئے تھے۔ ظاہر و باطن کی خوبیوں میں اپنے تمام بھائیوں سے سبقت لے گئے تھے۔ حضرت مجدد اپنے مریدوں کو تکمیل کے لئے آپ کے سپرد کردیتے تھے۔ آپ نے انہیں نصیحت فرمائی تھی کہ خانقاہ کے بوریاٹے کہنہ کو تخت شاہی سمجھنا اور اسی پر قناعت کرنا غایبت اسی میں ہے۔ مجاسن اغذیا اور دربار سلطانی سے پرہیز کرنا چاہیے آپ نے نام عمران پعل کیا۔ شاہ جہاں ہمیشہ آپ کی مصاحبت کا تمدنی رہا۔ مگر آپ نے قبول نہ کیا۔ اور نگ زیب عالمگیر آپ سے والہانہ عقیدت و محبت رکھتا تھا اور بھر خلقہ ارادت میں بھی شامل ہو گیا تھا۔ مگر آپ ایک بار بھی اس کے دربار میں نہیں گئے نہ اس سے کوئی نذر لیا۔ اور نہ ہی اس کی کوئی جاگیر قبول کی۔ ایک خلق کشیر آپ کے علمی و روحانی فیوض و برکات سے بہرہ دی ہوتی۔ جب آپ زیارت حربین الشرفین کے لئے تشریف لے گئے تو وہاں بھی بے شمار لوگ آپ کے خلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔ عراق و عجم، بخارا و کابل تک آپ کے مرید و خلفاء پھیلے ہوئے تھے تمام عمر نہ ویح شریعت اور رفع بدعت میں مصروف رہے۔ آپ کے مکتوبات تین جلدیں ہیں جو مکتوپات موصومیہ کے نام سے شہور ہیں اور حقائق و معارف کا بہترین خزانہ ہیں پہلی جلد میں دوسرا نتالیس، دوسری جلد میں ایک سمع الھاول ۲۳۹

اور تیسرا جلد میں دو سو چھپن^{۲۵۵} مکاتیب ہیں، آپ کے صاحبزادے خواجہ عبداللہ رحمانے
آپ کے دورانی حجج کے الہامات و عکاشفات عربی زبان میں جمع کئے اور یواقیت الحیرین نام
رکھا پھر مولانا محمد شاکر فرزند مولانا بدر الدین سریندگی نے اس کافارسی زبان میں ترجمہ کیا اور.....
”حنات الحیرین“ نام رکھا۔ مکتوبات امام ربانی میں آپ کے نام ستائیں مکتوب ہیں، رسولہ مکتوب
آپ کے نام صادر ہوئے تو مکتوب حضرت خواجہ محمد سعید و خواجہ محمد حصوص قدس سرہا کے نام
مشترک ہیں، صرف دو مکتوب بنرگ صاحبزادوں کے نام ہیں اور کسی کا نام درج نہیں ہے۔
نہ ۱۰۰ میں وفات پائی میزار شریف سریندگی میں زیارت گاہ خلق ہے۔

اولاد۔ چھ صاحبزادے اور پانچ صاحبزادے میں تھیں۔ (۱) خواجہ محمد صبغۃ اللہ
خواجہ محمد نقشبندی ثانی ججۃ اللہ رسم، خواجہ عبد اللہ (۲) خواجہ محمد اشرف
(۳) خواجہ محمد صدیق (۴) خواجہ سیف الدین۔

(۱) امرت اللہ (۲) عائشہ (۳) عارفہ (۴) عاقلہ (۵) صدیقہ۔
خلفاء۔ خواجہ محمد حنیف کابلی، خواجہ عبد اللہ، خواجہ محمد صدیق پشاوری، خواجہ
عبد الصمد، خواجہ اخوان ہوسٹی زیادہ مشہور ہیں۔

قطعہ تاریخ ولادت وفات

محمد نقشبندی نقش بینہ وال	ولی محصول عالی تربہ معصوم
پر تولید ان شاہ معتد	زول شد بارحق مخدوم معصوم
زیادتی غنی جوار تعالیش	بفرما اہل حق مخدوم معصوم

لہ مأخذ جاہر مخصوصیہ صدیقہ

سلسلہ بیعت نقشبندیہ عالیہ حضرت اپشاں

اسماں کئے گئے

اہی بھرمت حضرت سید المرسلین خاتم النبیین شفیع المذنبین رحمۃ الرحمٰلین
شفاعت دستگاہ آمت پناہ احمد مجتبی سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اہی بھرمت صدیق اکبر حضرت ابا بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
اہی بھرمت حضرت سیہان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اہی بھرمت حضرت امام قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اہی بھرمت حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ۔

اہی بھرمت حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ۔

اہی بھرمت حضرت خواجہ ابو الحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ۔

اہی بھرمت حضرت قاسم گورگانی رحمۃ اللہ علیہ۔

اہی بھرمت حضرت خواجہ ابو علی فارندي رحمۃ اللہ علیہ۔

اہی بھرمت حضرت خواجہ ابو یوسف بن ایوب ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ۔

اہی بھرمت خواجہ خواجہ گان حضرت عبد الخالق نجد وانی رحمۃ اللہ علیہ۔

اہی بھرمت حضرت خواجہ محمد عارف روگری رحمۃ اللہ علیہ۔

اہی بھرمت حضرت خواجہ محمود نجفی غزنوی رحمۃ اللہ علیہ۔

اہی بھرمت حضرت خواجہ بوعلی رامیتی رحمۃ اللہ علیہ۔

اہی بھرمت حضرت خواجہ محمود با بسماسی رحمۃ اللہ علیہ۔

اہی بھرمت خواجہ سید عییر کلال رحمۃ اللہ علیہ۔

اہی بھرمت امام الطریقت حضرت خواجہ پہاڑیں نقشبند رحمۃ اللہ علیہ۔

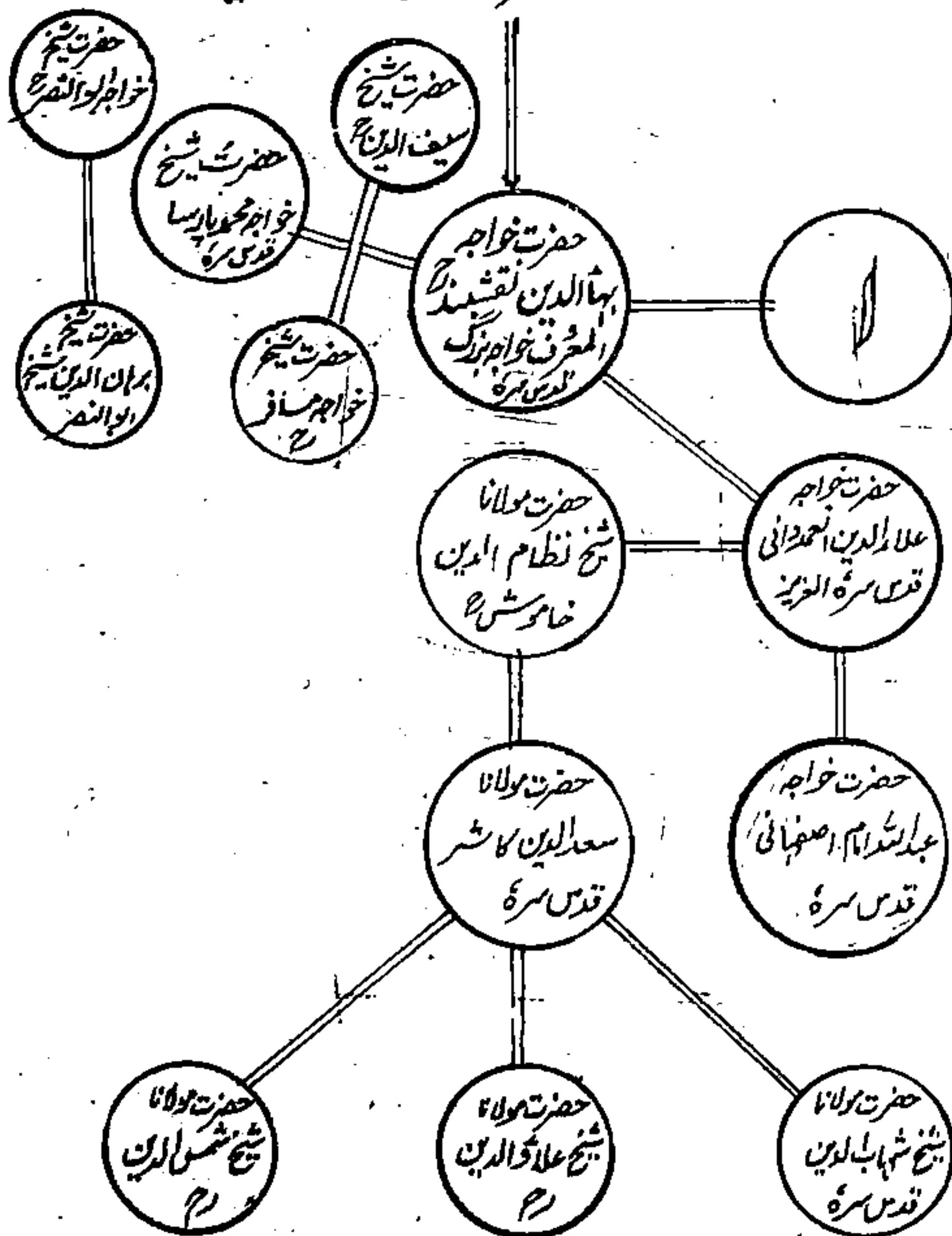
الہی بحرمت حضرت خواجہ علاء الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ،
 الہی بحرمت حضرت مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ،
 الہی بحرمت حضرت خواجہ عبیداللہ احمر رحمۃ اللہ علیہ،
 الہی بحرمت حضرت مولانا محمد قاضی رحمۃ اللہ علیہ،
 الہی بحرمت حضرت خواجہ خواجگی احمد کاشانی رحمۃ اللہ علیہ،
 الہی بحرمت حضرت مولانا الطف رحمۃ اللہ علیہ،
 الہی بحرمت حضرت خواجہ محمد اسحاق دہ بیدی رحمۃ اللہ علیہ،
 الہی بحرمت حضرت خواجہ خاوند محمود المعروف حضرت ایشان رحمۃ اللہ علیہ،
 الہی بحرمت حضرت خواجہ معین الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ،
 الہی بحرمت حضرت خواجہ ہباؤ الدین بن خواجہ خاوند محمود رحمۃ اللہ علیہ،
 الہی بحرمت حضرت خواجہ احمد بن خواجہ خاوند محمود رحمۃ اللہ علیہ،
 الہی بحرمت حضرت نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ،
 الہی بحرمت حضرت نور الدین محمد المکروف آفتاپ کشمیر رحمۃ اللہ علیہ،
 الہی بحرمت حضرت خواجہ کمال الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ،
 الہی بحرمت حضرت سیدنا و مرشدنا و با دینا حضرت سید میر جان رحمۃ اللہ علیہ،
 او سیمی و سجادہ نشین خانقاہ حضرت ایشان رحمۃ اللہ علیہ،
 الہی بحرمت حضرت سیدنا سید محمود آغا برادر حضرت سید میر جان رحمۃ اللہ علیہ،
 رحم کن بر حال زار ما، الہی عفو خطا کن الہی درع بلا کن، الہی چارہ مکن، چارہ بچا گلن
 کن، الہی از سر تقصیرات مادر گز زستیات طا جشنات مبدل بگردانی، الہی با ایمان آوردی
 با ایمان بداری، با ایمان بسیرانی، با ایمان بحشر بخیرانی، با اللہ جبل جلاله۔

رَحْقَكَمْ

میال اخلاق احمد عضی عنہ

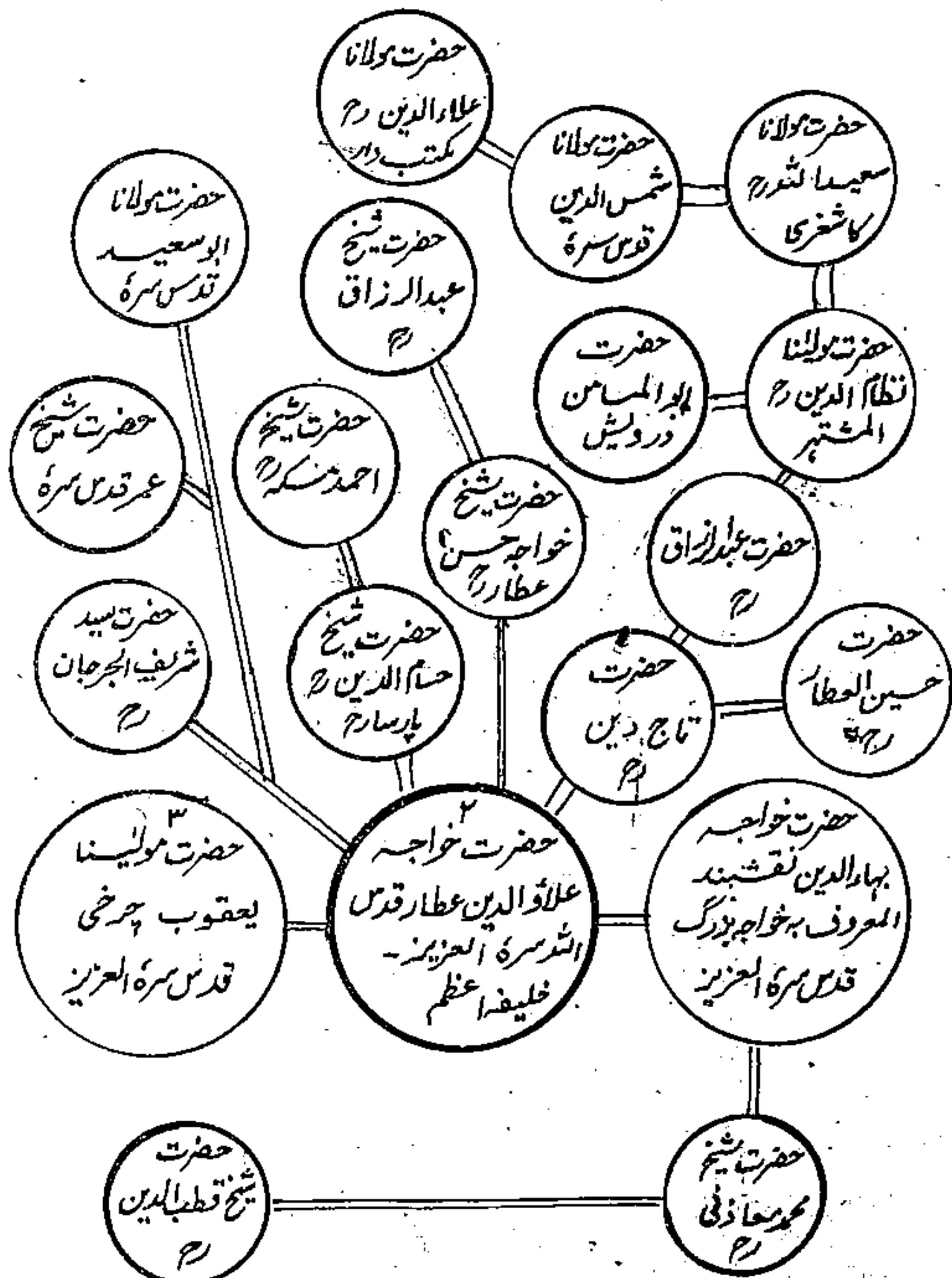
نَقْشَهُ سِلْسِلَةِ بُجُبَتِ نَقْشِيَّنْدِيَّهُ عَالِيَّهُ حَضْرَتِ الشَّالِ

حَضْرَتِ يَتِيدِ مِيرِ كَلَّالِ قَدِسْ سَرَّهُ الْغَرِيزِ



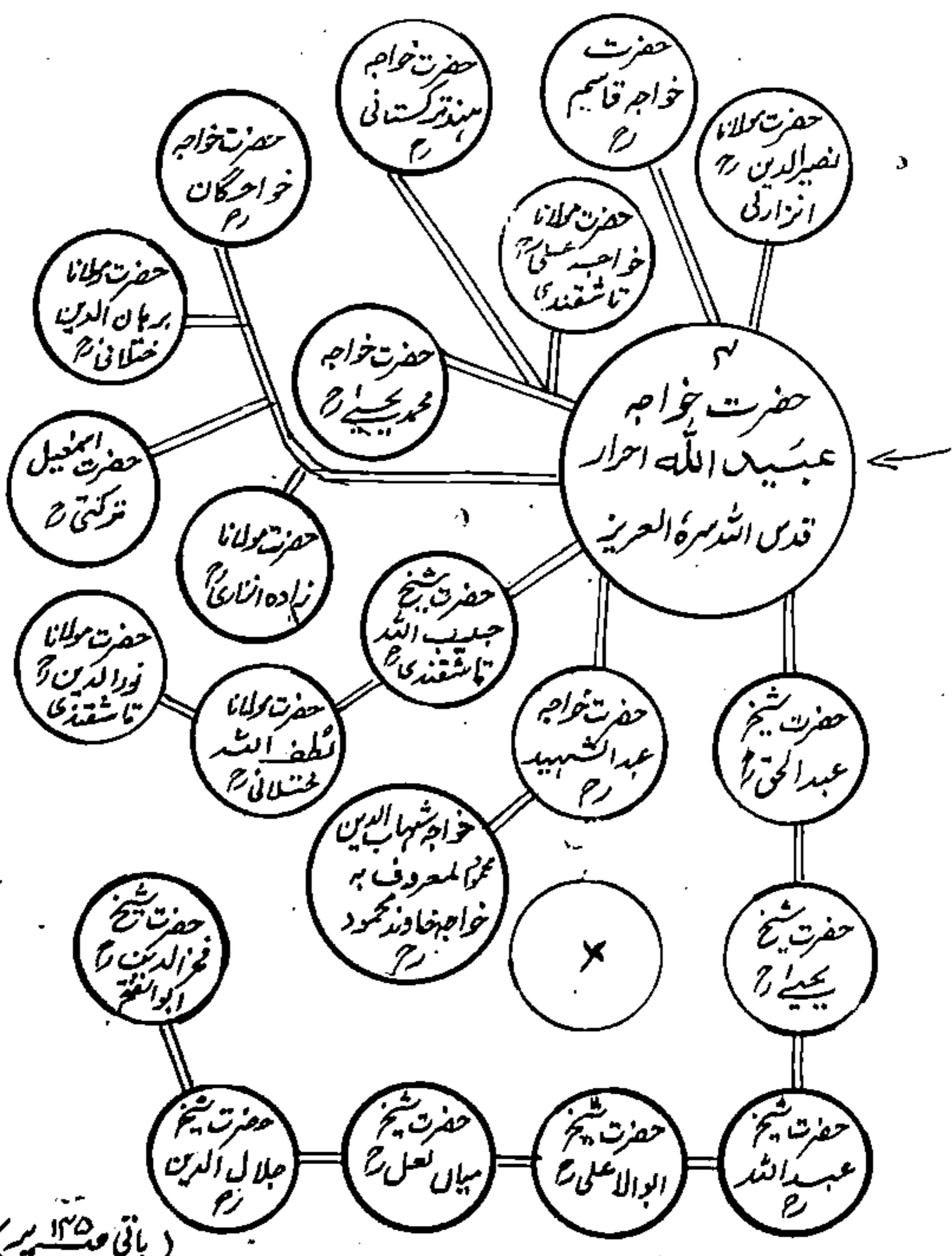
نقشه سلسله بعيت نقشبندیہ عالیہ حضرت امیان

(باقیہ صفحہ ۱۳۲)

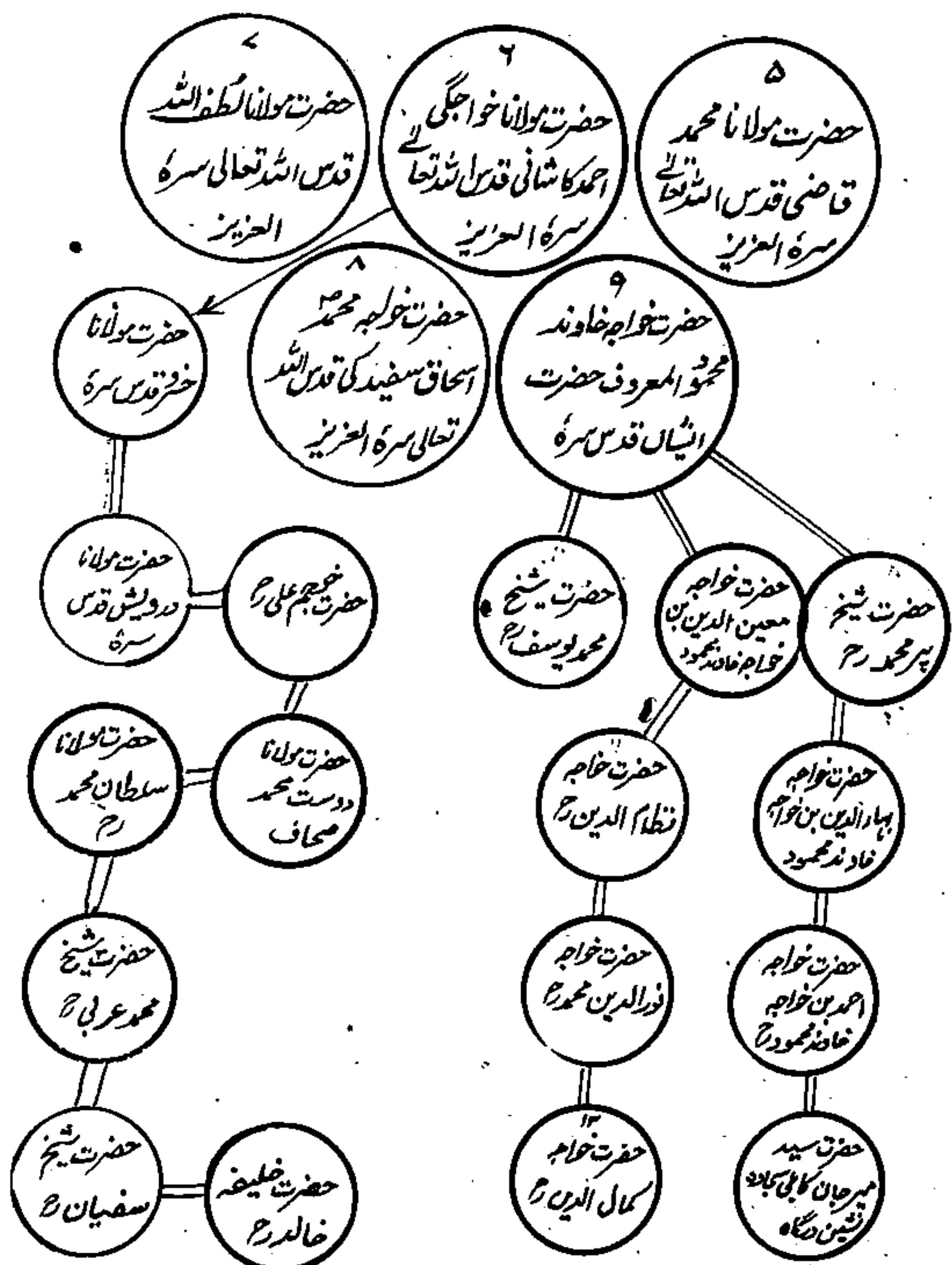


نقشه سلسلہ بیعت نسبتیہ عالیہ حضرت ایشانؒ

(بعنیہ ص ۱۳۲)



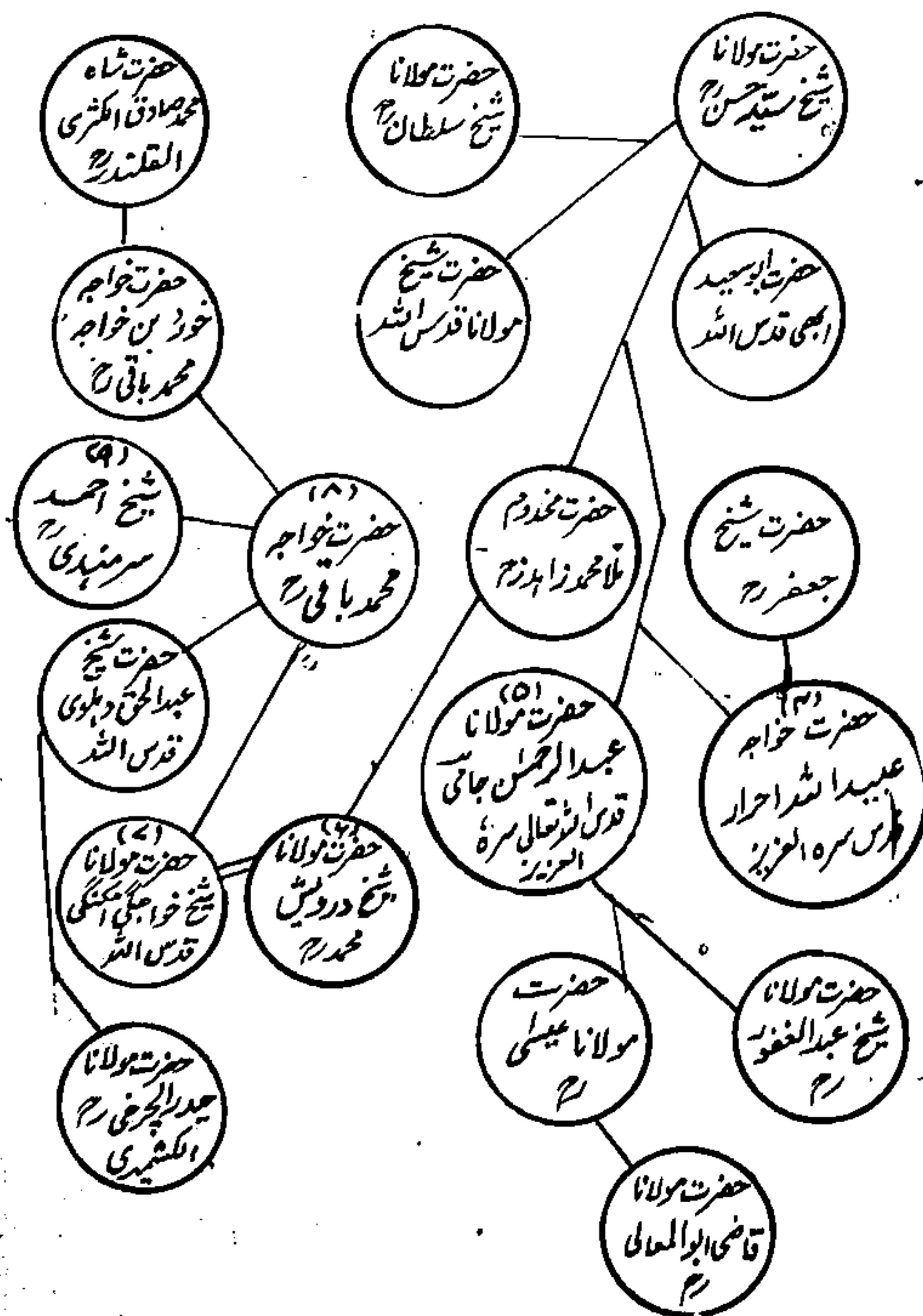
نقش سلسلہ سمعت نقشبندیہ عالیہ حضرت ایشائیں



دہائی صفحہ ۱۳۶ پر)

نقشه سلسلہ بعثت نقشبندیہ عالیہ حضرت ایشان

(بجیہ صفحہ ۱۲۵)



کتابیات

اس تذکرہ کی تدوین قوایف میں فتح ذیل کتب کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔

۸۸۔ تذکرہ علمائے ہند و فارسی اور اردو از
مولانا حسن علی۔

۹۰۔ لاہور گاہیڈ مرتبہ بزم اردو لاہور ۱۹۰۹ء

۹۰۔ حقیقتہ الاسراری (خبراء الابرار) از مولانا
احماد خس جام پور، ڈیڑھ غازی خان۔

۹۲۔ توڑک جہانگیری (فارسی)

۹۳۔ بادشاہ نامہ فارسی از طالب العجید لاہوری

۹۴۔ شاہجهان نامہ فارسی از صالح محمد کعبوہ

۹۵۔ تکائف الابرار للعرف بہ تاریخ کبیر شیرپور لفظہ

زاد بھی الدین کمکون طبوغ عرب سوچ پر کاش ۱۳۷۶ھ امرتسر

۹۶۔ مکمل تاریخ کبیر حصہ دهم از مشتی محمدین فوق

ڈار، ایڈیٹ کبیر شیری میگرین لاہور طبوغہ ۱۹۱۰ء

۹۷۔ سرار صمدی از پروفسر محمد شجاع الدین ایم اے۔

۹۸۔ شرحات عین الحیا از بلاحسین واعظ کاشفی۔

۹۹۔ شہزادی ہند وستان میں مسلمانوں کی تحریک

احیائے اسلام رازگری ازڈا کٹر سید

اطبعاں رضوی آگرہ یونیورسٹی ۱۹۷۵ء

۱۰۰۔ خبراء الاخبار از مولانا عبد الحق محدث دہلوی۔

۱۰۱۔ سیفیۃ الاولیاء از شہزادہ دارالشکوہ فارسی تحری

اردو ترجیح محمد علی طبیعی کراچی۔

۱۰۲۔ تاریخ ہند وستان خان پہنچانی حملہ مولوی

محمد ذکار اشہد دھلوی

۱۰۳۔ خوبنیۃ الصوفیا (جلد اول) از مولانا

۱۰۴۔ کتب تاریخ مفتی علام مسٹر

۱۰۵۔ حدائقۃ الاولیاء لاہوری

۱۰۶۔ تاریخ مخرجن پنجاب از مفتی مولانا

۱۰۷۔ پارستان تاریخ غلام سردار لاہوری

۱۰۸۔ تاریخ لاہور از رائے بہادر

۱۰۹۔ تاریخ پنجاب کنہیا الال

۱۱۰۔ تاریخ لاہور از سید عبداللطیف لاہوری

۱۱۱۔ انگریزی اور اردو نسخہ

۱۱۲۔ تذکرہ علماء و المشائخ از غشی محمد دین

۱۱۳۔ فوتوحہ بھطابن ۱۹۲۳ء

۱۱۴۔ تقویش لاہور نمبر ۱۹۲۲ء

۱۱۵۔ اولیائے لاہور، محمد طبیف ایم اے

۱۱۶۔ تاریخ جلیلہ از پیر غلام دستگیر

۱۱۷۔ بزرگان لاہور نامی

۱۱۸۔ کتاب حضوانی (قلنسی) از سید خاوند

۱۱۹۔ معین الدین نقش بندی

۱۲۰۔ تحقیقات حشمتی از مولوی نور حمیری لاہوری

۱۲۱۔ شائر الامر (جلد اول) از محمد حام الدوہری

۱۲۲۔ شہزادہ نواز خان

۱۲۳۔ حضرت ارشاد مرتبہ از یم طفیل ایم رئیس

۱۲۴۔ اوقاف پاکستان لاہور

۴۳. کنز السعادت (قلنسو خ) از خواجه سید عین الدین^{۱۹۶۲}
جهن خواجہ سید خاوند محمد دلخوش حضرت ایشان^۲
پنچاب پبلک لاہوری (لاہور)
۴۴. تاریخ اقوام کشمیر از منشی محمد دین فوق -
۴۵. انفاس العارفین از شاه ولی اللہ دہلوی.
۴۶. جیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی از
خلیق احمد نظامی ایم۔ اے۔
۴۷. تذکرہ اولیائے لاہور از محمدوارث کامل^{۱۹۶۲} -
۴۸. تذکرہ اولیائے ہندوپاک از منقتوی ولی محمد دین کی
۴۹. شجرہ السعادت (قلنسو خ) از کتب خانہ میاں
عالیگیر شجاع صاحب.
۵۰. کلمات طیبات مکتوبات حضرت غوث
الشیدین میرزا مظہر جانشناشہ ہیدھضرت قاضی
شاہ شریعتی مولانا شاه ولی اللہ محدث شے
دہلوی حضرت شاہ غلام علی ترجمہ رسالہ شیخ
شهراب الدین سہروردی از مولوی حافظ محمد
فضل الرحمن صاحب مطیع مجتبائی دہلوی.
۵۱. حضرات القدس فر اول دفعہ از مولانا بدر الدین ہندوی
۵۲. مصباح الحقيقة از مولانا محمد باقر حضرتی الیوی
مرید حضرت سید سر جان بجادوی شیخ دکھان حضرت ایشان^{۱۹۶۰}
۵۳. اسرار المتصوف از حکیم احمد علی خان صاحب (۱۳۷۴ھ)
۵۴. ڈاکٹر علما نے ہند کاشاندار رضا خانی از مولانا محمد
میاں مراد آبادی ۱۹۶۲ھ

۵۵. رجبار الصالحین - مولفہ مولوی محمد عشوی حسین
بی اے۔ حیدر آباد دکن -
۵۶. سوہن نفحات الانسان از مولانا عبدالحسن جاتی (زاده)
۵۷. بدراش و قافع رفارسی (تالیف اندر امام محلص
پنچاب پیغمبری لابتری (قلنسو خ)
۵۸. اقبال نامہ جنگیری مولفہ محمد خال
۵۹. عمدة الرتوایخ از سوہن لاں سعدی -
۶۰. روکوثر از شیخ محمد اکرم ایم۔ اے۔
۶۱. ذکر جبلی - از منقتوی محمد عالم صاحبی -
۶۲. پادر فتنگان از منشی محمد دین فوق -
۶۳. عبرت نامہ جلد اول از منقتوی علی الدین مخلف
منقتوی خسرو الدین
۶۴. لاہور عہد مغلیہ میں از منشی محمد الدین فوق
۶۵. لاہور میں اولیائے نقشبندی سرگردی میاں
از محمد دین ٹکسیم - بی اے
۶۶. دربار اکبری رفارسی
۶۷. اوزیل کالج میگریں نومبر ۱۹۶۰ء اقبال
از بدراش و قافع از خان پیدا در مولوی محمد شفیع صاحب
ایم لے پریس اوزیل کالج لاہور -
۶۸. مرأة الحقائق - حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی
نمایاری از برکت علی ابن محیرت علی اولاد حضرت شیخ
عبدالحق محدث دہلوی در طبع عزیزی واقع ریاست
رام پور - مشی شیخ

- ۵۶۔ مرآۃ الکنویں۔ از مولوی غلام نبی صاحب
فردوں کی خلف جناب محمد حسن خان صاحب غزنوی
مطبوعہ مطبع نامی بنیتی نوکلکشور لکھنؤ طبع بار
دوسرا جولائی ۱۹۱۸ء۔
- ۵۷۔ مقالات دینی و علمی حصہ اول و چہارم
از خان پیار پر فیض ڈاکٹر محمد شفیع صاحب
پنجاب یونیورسٹی لاہور۔
۵۸۔ ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں۔
از مولانا ابوالحنفۃ صاحب ندوی اعظم گڑھ ۱۹۲۶ء
- ۵۹۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ الرحمۃ از حضرت مولانا
سید زوار حسین شاہ صاحب دکڑاچی،
۶۰۔ ہندوستان کے سلاطین علماء اور شاخ
از سید صباح الدین عبدالرحمٰن ایم لے۔
۶۱۔ اور شیل کالج میگریں مالحق تاجون ۱۹۰۴ء
فروری ۱۹۰۴ء نومبر ۱۹۰۴ء
- ۶۲۔ تاریخ رشیدی قلمی، از مرتضیٰ حیدر دعوات
پنجاب یونیورسٹی لاہور رغیر مطبوعہ
- ۶۳۔ گلزار ابصار اردو ترجمہ مصنف محمد خوئی
شہزادی مانڈوی۔
- ۶۴۔ نورنامہ پنجابی از قدرت اللہ بن عبد الرحمن
ہرگز تحریر ہے ارجمنادی الافق ۱۸۸۰ء حکیم گست
۶۵۔ اور رغیر مطبوعہ پنجاب یونیورسٹی لاہور۔
۶۶۔ تاریخ سیاکوٹ از مولوی محمدین فوق۔

- ۶۷۔ پرکاتِ احمدیہ از خواجہ سید ماشک کشمی،
زبدۃ المعمات
- ۶۸۔ توزک پابری رفارمی
با بر نامہ ترجمہ انگریزی
- ۶۹۔ اور مکتوباتِ امام ربانی حصہ اول دو قسم سوم فارسی
از مولانا احمد امیرسی وارد و ترجمہ مولانا سید محمد
صاحب نقش بندی۔
- ۷۰۔ روضۃ جلالیہ قلمی نخی از مولانا سید احمد یار
بنخاری رامیرسی ۱۲۱۶ھ دو قسم مطبوعہ
از کتبخانہ مید شفا قاحمہ مسجد مسجد اعلیٰ
والی اکبری منڈی لاہور۔
- ۷۱۔ حدائق الحسینیہ از مولانا فقیر محمد صاحب ہمی
۷۲۔ تاریخ سیاکوٹ از رشید نیاز۔
- ۷۳۔ روضۃ القیومیہ از جناب خواجہ ابو الفیض
کمال الدین محمد حسان بن حضرت شیخ حسن احمد بن
شیخ محمد ہادی بن امام اطریحیت مرجع اشریعت
حضرت شیخ محمد عبید الدین بن عروفة الوثقی معصوم نبی
رضوان اللہ تعالیٰ علیہ اجمعین۔
- ۷۴۔ فتوحات ربیان المعرفت ذکر خاندان
سلیمانی از مولوی محمد سعادت مفتی شهر
- ۷۵۔ رخدخ کشیر
- ۷۶۔ امیر کبری سید علی ہمدانی حجاز ڈاکٹر سید
شرف ظفر را اعلیٰ پورہ
- ۷۷۔ مکال علماء از مولوی محمدین فوق لاہور

- ۷۸۔ لاہور دی سکھوں کے عوہد میں) ازٹاکٹر
محترم عبدالرشد چفتانی۔
- ۷۹۔ لاہور کی کہانی آثار کی زبانی۔ از
ڈاکٹر محترم عبدالرشد چفتانی۔
- ۸۰۔ ہمارا راجہ رنجیت سنگھ بھیتیت انسان^۶
حکمران از باوا پریم سنگھ
- ۸۱۔ تذکرہ مشائخ نقشبند از علامہ رنجیش
توکلی دیم لے روزی بک ڈپولہ اہمود
- ۸۲۔ تذکرہ شعراء کے شہیر مطبوعہ اقبال اکادمی
کراچی پاکستان۔

- ۸۳۔ دعوتِ اسلام از پروفیسر ڈبلیو ڈبلڈ
ترجمہ ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ صاحب
- ۸۴۔ اعتماد الدالہ محمد بن خاں رواد امیر
منوہ کی بیاض۔ بحوث عربی ای پنجاب
یونیورسٹی لاہور نمبر ۱۹۷۱
- ۸۵۔ حیات جادید حبیله ولی مولفہ ایسر
امیر عادت مؤرخ کشمیر مطبوعہ کشمیر تاب
شیم پسیں سری ۲۶ کشمیر
- ۸۶۔ مصکینتہ الاولیار از شاہزادہ داشکوہ
فارسی و ترجمہ اردو)

پچھے اپنے متعلق

”میں خود کہوں تو میری داستان دراز نہیں“

راقبہ حروف میاں اخلاق احمد خلف میاں امیر بخش صاحب کا چھپو ساکن ۳۳ شاد باغ لاہور
۱۹ جولائی ۱۹۱۶ء میں اپنے آبائی مکان محلہ کا چھپوال اندر فیل اکبری دروازہ لاہور میں پیدا ہوئے۔
اپنے اپنے تعلیم و تربیت اپنے نانا جناب میاں جلال الدین کا چھپو مرحوم و محفوظ کے زیر پیاسا پہ پانی
میرک پاس کرنے کے بعد اسلامیہ کالج لاہور میں داخل ہو کر بیانے، ایم اے، اور ایم او ایل
کی ڈگری پنجاب یونیورسٹی سے حاصل کی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد این ڈبلیو آر -
D.W.R) جواب پی، ڈبلیو آر (R.W.P) ہے کہ محکمہ سٹو رز ریلوے ہائیڈ کوارٹرز لاہور
میں ملازم ہو گیا۔ اور اب اسٹنٹ کنٹرولر آف پر چیز کے عہدہ سے ریٹائر ہوا ہوں۔
ملازمت کی ذمہ داریوں کے باوجود درس و تدریس اور علمی و ادبی مشاغل سے بھی
وابستگی رہی ہے۔

تاریخی حالات و واقعہ اپنے سے اور خاص کر صوفیائے کرام کے حالات و سوانح حیات سے
زیادہ شغف رہا ہے چنانچہ یہ اس ذوق و شوق کا نتیجہ ہے کہ حضرت ایشان قدس سرہ
کی سوانح حیات چوتھی مرتبہ نظر ثانی کے بعد شائع کی جا رہی ہے حضرت ایشان طریقہ عالیہ
نقشبندیہ کی اہم شخصیت اور اپنے عہد کی ممتاز میستیوں سے ہیں۔ اس سلسلہ سے مجھے
ایک توفیقی لگاؤ ہے جس نے والہانہ عقیدت کی صورت پیدا کر لی ہے دوسرے
میرے بزرگ بھی اسی سلسلے سے وابستہ ہے ہیں جن کے ذکر الہی نے بچپن ہی میں میرے دل
میں اولیائے کرام کے ساتھ والہانہ عقیدت واردات پیدا کر دی میرے آبا اور اجداد اور
والدہ مرحومہ حضرت سید میر جان کامل نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء کے
حلقة ارادت میں داخل تھے جو حضرت ایشان سے نسبی تعلق رکھتے تھے اور قبرستان حضرت
ایشان کے شمال اور جنوب پہلو میں مدفن ہیں۔ یہ عقیدت مندی نسل ابعذ سلا ارج تک حاصل

اگر ہی ہے۔ خدا کے ان بزرگوں کی زندگیاں ان کا طریقہ کار اور تعلیمات نئی نسل کے لئے بھی مشعل راہ ثابت ہو۔ چیزیں عقیدت قائم ہے اور اپنی صیرت کی تربیت اور شخصیت کی تعمیر میں ان سے مدد لے سکیں مزید عرض ہے کہ حقیقی تصوف مذہب کی روح اخلاق کی جان اور ایمان کا کمال ہے۔ اس کی اساس شریعت ہے اور اس کا سر حسنه قرآن و حدیث جس کا آپ درس دیتے اور عمل کرنے کی تلقین فرماتے تھے۔

اس مختصر سے مضمون کو اس دعا پر ختم کرتا ہوں کہ اے اللہ مجھ گنہ ہگار کو حضرت ایشائی اور حبیب اولیاء اللہ کی سچی محبت عطا فرم اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخش اور قیامت کے وزان ہی کے ساتھ محسوس فرم۔ امین ثم امین!

روح مسلمان ہیں ہے آج وہی اضطراب
لیکن یہ اضطراب کس انقلاب کو جنم دے گا؟
راقم الحروف

میاں اخلاق احمد اعیم۔ اے
(پنجاب) ۱۹۳۴۔ شاد باغ۔ لاہور۔
کن امور مذہبیہ کمیٹی درگاہ حضرت ایشائی

میاں پر نظر ہے۔ فتن مار کر بٹ سر کلارڈ لاہور

